

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۚ الْقُرْآن

گروہ کلمہ کی جامع پیادائی

واقعہ
کربلا

خلاصہ
ماحصل
اور نیچور

پیشہ ورانہ تعلیمی علامہ حسن قادری

دارالعلوم دارالافتاء القصور

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۚ الْقُرْآن

واقعة کربلا

پر اُن تک لکھی جانے والی تمام کتابوں اس موضوع پر علماء اہل سنت کی تقاریر کا

خلاصہ ۰ ما حاصل اور فچورڈ

کربلا کی ساری حکایات

تالیف :

حضرت مولانا مفتی غلام حسن قادری

دارالعلوم مزب الاہناف لاہور



نورینہ رضویہ پی ای کیشنز

۱۱۔ گنج بخش روڈ لاہور 042-7313885

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

نام کتاب	_____	کربل کی ہے یاد آئی
مرتب	_____	مفتی غلام حسن قادری
پروف ریڈنگ	_____	الحاج قاری محمد اصغر نورانی
اشاعت دوم	_____	دسمبر 2008ء
کمپوزنگ	_____	ورڈز میکس
صفحات	_____	432
باہتمام	_____	سید شجاعت رسول شاہ قادری
مطبع	_____	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپیوٹر کوڈ	_____	1N104
قیمت	_____	

ملنے کے پتے

مکتبہ غوثیہ ہول سیل
پرائی سبزی منڈی کراچی
021-4910584

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
انفال سنٹر اردو بازار کراچی
021-2630411

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور
042-7246006

مکتبہ بستان العلوم
کدھالہ آزاد کشمیر

اسلامک بک کارپوریشن
اقبال روڈ کمپنی چوک راولپنڈی
051-5536111

احمد بک کارپوریشن
اقبال روڈ کمپنی چوک راولپنڈی
051-5558320

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز داتا گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885-7070063
مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد فون: 2626046

فہرست

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۰	۱۳- آیہ حسنات	۹	انتساب
۳۱	۱۵- آیت ولیکم	۱۰	عرض مرتب
۳۱	۱۶- آیت حبّل اللہ		خطبہ الكتاب
۳۲	۱۷- آیت وُدّ		حصہ اول
۳۲	۱۸- آیت مومن	۱۲	آیات قرآنی در شان اہل بیت النبی التہامی
۳۳	احادیث اور شان اہل بیت	۱۲	۱- آیہ قربی
۳۵	فرمان علی المرتضیٰؑ	۱۳	۲- آیہ تطہیر
۳۶	محبت و مبغض اہل بیت	۱۶	تفسیری نکتہ
۴۰	محبت اہل بیت (ایک تقریر دلپذیر)	۱۷	عظمت صحابہ کرام جملہ کا نکتہ
۴۲	میں تو یحیٰ بن کا غلام ہوں	۲۱	۳- آیہ مباحلہ
۴۷	حضرت فاطمہ الزہراءؑ	۲۲	۴- آیہ صلوة
۵۱	ایک بے مثال جملہ	۲۳	۵- آیہ مرضات
۵۲	پردہ	۲۵	۶- آیات ابرار در شان اہل بیت اطہار
۵۵	عورت احساس کمتری کا شکار کیوں؟	۲۷	۷- آیہ فترضی
	ایک عورت کی حمایت کرنے والے	۲۷	۸- آیہ ہاد
۵۹	مسلمانوں کی شہادت	۲۸	۹- آیہ بحرین والمرجان
۶۰	یہودیوں کا گستاخانہ جواب	۲۸	۱۰- آیہ صدقہ
	حضرت فاطمہؑ کی فضیلت کی چند	۲۰	۱۱- آیہ سلام سلام علی الیاسین
۶۰	احادیث	۳۰	۱۲- آیہ اہل الذکر
	حضرت فاطمہ الزہراءؑ کی شادی اور	۳۰	۱۳- آیہ اولی الامر و اولی الامر منکم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۵	سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا	۶۳	جہیز
۹۵	نام و لقب اور پیدائش	۷۱	آپ رضی اللہ عنہ کا صبر و تحمل
۹۷	پرورش	۷۲	غیبی رزق کا عطا ہونا
۹۹	دوش نبوت پر سواری		سیدہ رضی اللہ عنہا کی عبادت و ریاضت و تلاوت
۱۰۰	یہ بھی کوئی فضیلت کی بات ہے؟	۷۳	قرآن
۱۰۲	لعاب دہن کی گئی	۷۳	سیدہ رضی اللہ عنہا کا وصال
۱۰۴	ایک نکتہ	۷۵	آپ کی اولاد
۱۰۵	دوسرا نکتہ	۷۵	آپ کا نماز جنازہ
	امام حسین کے اخلاق و عادات کے	۷۸	سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ
۱۰۶	واقعات	۷۸	اسم گرامی اور القابات
۱۰۶	تواضع	۷۸	ولادت
۱۰۸	انداز محبت	۷۹	لعاب دہن و آدائے عقیقہ
۱۰۸	صاف دلی	۸۰	ہم شکل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
۱۰۹	علم و فضل	۸۱	مہر نبوت پہ سواری
۱۱۰	عبادت و ریاضت	۸۲	عبادت و تلاوت
	آپ رضی اللہ عنہ کی ازواج اور ان کے مختصر	۸۳	صلح امت
۱۱۱	حالات	۸۴	بحر سخاوت
۱۱۱	حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا	۸۴	چپیس حج ننگے پاؤں
۱۱۲	حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا	۸۵	امام حسن کا ایک عجیب فیصلہ
۱۱۲	حضرت رباب رضی اللہ عنہا	۸۶	امام حسن رضی اللہ عنہ کی ازدواجی زندگی
۱۱۲	حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہا	۸۷	آپ کی شہادت
۱۱۲	حضرت قضا عیہ رضی اللہ عنہا	۸۹	امام حسن کو زہر س نے دیا
	حضرت علی ابن الحسین المعروف امام	۹۱	امام حسن کی تدفین
۱۱۳	زین العابدین رضی اللہ عنہ	۹۳	حضرت داتا گنج بخش لکھتے ہیں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۴	جہان کر بلا	۱۱۳	حضرت علی اکبر ابن الحسین علیہ السلام
۱۴۵	واقعہ کر بلا کی تلخیص	۱۱۳	حضرت عبداللہ المشہور علی اصغر علیہ السلام
۱۴۷	روضہ انور پر آخری سلام	۱۱۳	حضرت جعفر ابن الحسین علیہ السلام
۱۵۱	قبر فاطمہ الزہراء علیہا السلام پر آخری حاضری	۱۱۳	حضرت فاطمہ صغریٰ خاتون علیہا السلام
۱۵۳	مدینے سے شہید کر بلا کے کو جاتے ہیں!	۱۱۴	حضرت سیمہ بنت الحسین علیہا السلام
۱۵۵	مکی مدنی آقا کا نواسہ کے میں داخل ہوتا ہے	۱۱۵	ایک غلط واقعہ
۱۵۷	امام حسین نے مکہ کیوں چھوڑا؟	۱۱۷	امام زین العابدین علیہ السلام کے حالات
۱۵۸	فرستہ حسینی	۱۱۸	آپ علیہ السلام کا تقویٰ
۱۶۰	حضرت مسلم بن عقیل کو فہ کو روانہ ہوتے ہیں	۱۱۸	علم و فضل
۱۶۳	شہادت امام مسلم بن عقیل	۱۱۹	آپ علیہ السلام کی بردباری
۱۶۵	امام مسلم کے بچوں کی شہادت	۱۱۹	امام زہری کی نظر میں
۱۷۱	نواسہ رسول کی سوئے کر بلا روانگی	۱۲۰	زین العابدین لقب کی وجہ تسمیہ
۱۷۱	فرزدق شاعر سے ملاقات	۱۲۰	آپ علیہ السلام کی کرامات
۱۷۲	وضاحت نمبر ۱	۱۲۲	حجر اسود کا فیصلہ
۱۷۳	وضاحت نمبر ۲	۱۲۳	عبدالملک اور امام زین العابدین
۱۷۵	نمی دانم کجا رستم	۱۲۳	امام زین العابدین اور خزیمہ
۱۷۵	مقام حاجز	۱۲۵	اولاد و امجاد
۱۷۷	خر سے ملاقات		حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
۱۷۹	کربل میں آگئے ہیں کربل بسانے والے	۱۲۶	(کشف المحجوب کے حوالے سے)
۱۸۰	یوم شہادت ساتھیوں سے خطاب	۱۲۸	قصیدہ فرزدق ابوالفراس
۱۸۳	ایک علمی نکتہ	۱۳۳	حضرت سیدہ زینب علیہا السلام
۱۸۳	کرامات امام عالی مقام	۱۳۸	کون زینب
۱۸۷	امام عالی مقام کی شرائط		حصہ دوم
۱۸۸	حضرت خر کی شہادت	۱۳۳	ایک ضروری بات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۴۳	خدا کرہ نمبر ۲	۱۹۲	وہب بن عبد اللہ کلبی کی قربانی
۲۴۳	اور جنگ شروع ہو گئی	۱۹۳	ازالہ وہم
۲۴۷	شہید کربلا کا آخری سجدہ		عمون و محمد کی شہادت یعنی بی بی زینب علیہا السلام
۲۵۶	شہادت حسین اور عقیدہ اہل سنت	۱۹۶	کی جوڑی
	حصہ سونم	۱۹۹	حضرت عباس علمدار کربلا
	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشکل کشائی کیوں نہ	۲۰۰	ایک وضاحت
۲۶۳	فرمائی؟	۲۰۰	شکل و شمائل و فضائل
۲۶۷	غم حسین رضی اللہ عنہ	۲۰۵	حضرت قاسم بن حسن جعفی کی شہادت
۲۷۱	جنوں کی آہ و بکا	۲۰۸	علی اکبر کی شہادت
۲۷۳	قدرت کی ناراضگی	۲۱۴	علی اصغر کی شہادت
۲۷۴	ایسا کیوں ہوا؟	۲۲۱	بی بی صفری کا پیغام
۲۷۷	سر حسین نوک نیزہ پر	۲۲۴	شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ
۲۸۰	اور قافلہ چل پڑا	۲۲۸	اہل خیمہ کو خطاب
۲۸۳	اور رات چھا گئی	۲۳۱	امام زین العابدین؟
۲۸۴	عیسائی راہب کا قصہ	۲۳۴	سب سے زیادہ رونے والے
۲۸۸	قافلہ پھر چل پڑا	۲۳۵	امام عالی مقام کی ایک وصیت
۲۸۹	سر شبیر کوفے میں آتا ہے	۲۳۶	ایک نکتہ
۲۹۰	سیدہ زینب علیہا السلام کا اہل کوفہ سے نیمثال خطبہ	۲۳۷	امام حسین رضی اللہ عنہ سواری پر
	سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی	۲۳۷	یزیدی فوج کے سامنے خطبہ
۲۹۳	عبید اللہ ابن زیاد سے گفتگو		اس وقت میرے علاوہ پورے جہان میں
	عبید اللہ ابن زیاد کی رسوائی اور زینب و سجاد	۲۳۹	نواستہ رسول کوئی نہیں
۲۹۴	کے پیار کی جھلک	۲۳۹	مجھے قتل کرنے کا سبب کیا ہے؟
۲۹۵	سر حسین رضی اللہ عنہ پر خولی اور ابن زیاد کا جھگڑا	۲۴۰	قوت حیدر کا عکس جمیل
۲۹۷	ایک مسئلہ	۲۴۱	عشق و عقل کا مذاکرہ نمبر ۱

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴۲	پراڈوہا کا مسلط ہونا	۳۹۹	امام کے سرکونیوں کے بوسے
۳۴۳	یزیدی کردار	۳۰۰	کوفہ سے دمشق (شام) روانگی
۳۵۵	حدیث قسطنطنیہ پر ایک تحقیقی مقالہ	۳۰۱	کھرے کھوٹے کی پہچان
۳۶۳	خصوصی نوٹ	۳۰۲	بیٹے کے چہرے پہ باپ کا خون
۳۶۷	عمدة القاری کی عبارت	۳۰۳	بلد الحمران میں آمد
۳۶۹	فتح الباری کی عبارت	۳۰۳	یہ کس کا سر نیزے پہ لٹکا کون قربان ہو گیا؟
۳۷۰	ارشاد الساری شرح بخاری کی عبارت	۳۰۶	شہر موصل
	حاشیہ بخاری اور فتح الباری کی عبارات میں	۳۰۸	شہر نصیبین
۳۷۱	ڈاکٹر اسرار احمد کی کانٹ چھانٹ	۳۰۹	بلد مامورہ
۳۷۲	عمدة القاری کی عبارت اور ڈاکٹر اسرار احمد	۳۱۱	دمشق شہر میں عابد بیمار آتا ہے
۳۷۳	تاریخ کامل ابن اثیر اور تاریخ ابن خلدون		نیزے پہ قرآن پڑھنے والے قاری کو
۳۷۷	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فیصلہ	۳۱۳	سلام
۳۷۸	پروفیسر ابو بکر غزنوی اور یزید کے وکلاء	۳۱۳	دربار یزید آگیا
۳۷۸	وحید الزماں اور محبان یزید	۳۲۰	ایک رومی سفیر دربار یزید میں
	شیخ عبدالحق محدث دہلوی یزید کا حشر	۳۲۱	سوال
۳۷۹	بیان کرتے ہیں	۳۲۱	جواب
۳۸۱	حافظ ابن کثیر کی نگاہ میں یزید	۳۲۳	شام کا قید خانہ اور بیمار کر بلا
۳۸۳	ایک وضاحت	۳۲۳	یزیدی حکومت کے خلاف بغاوت کا خطرہ
۳۸۵	تحقیق مزید دربارہ یزید علیہ مایستحقہ	۳۲۷	امام زین العابدین کا خطبہ جمعہ
۳۸۸	ثانی	۳۳۱	لمحہ فکریہ
۳۸۸	ثالث	۳۳۳	شام سے مدینہ واپسی
۳۸۹	رابعاً	۳۳۷	یزید اور اس کا انجام
۳۹۰	ایک مشہور شبہ	۳۳۹	یزید کے خلاف نفرت پھیل گئی
۳۹۲	یزید کے متعلق دنیائے اسلام کی رائے		قدرت خداوندی سے ظالموں کے سروں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۹۹	یزید کے بعض دیگر کافرانہ عقائد و نظریات	۳۹۹	یزید کے بعض دیگر کافرانہ عقائد و نظریات
۴۰۰	شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ	۴۰۰	شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ
۴۰۰	یزید کا حلت شراب کے متعلق نظریہ اور	۴۰۰	یزید کا حلت شراب کے متعلق نظریہ اور
۴۰۰	آیت قرآنی کا تسخر	۴۰۰	آیت قرآنی کا تسخر
۴۰۱	یزید گانے بجانے، ناچ، راگ، کتوں، بندروں	۴۰۱	یزید گانے بجانے، ناچ، راگ، کتوں، بندروں
۴۰۱	کا دلدادہ	۴۰۱	کا دلدادہ
۴۰۳	شہید کی زندگی اور شہادت کا معنی و مفہوم	۴۰۳	شہید کی زندگی اور شہادت کا معنی و مفہوم
۴۰۳	تھیوری اور پریکٹیکل	۴۰۳	تھیوری اور پریکٹیکل
۴۰۴	تین موتوں سے مرنے والی بکری	۴۰۴	تین موتوں سے مرنے والی بکری
۴۰۵	شہید کے جسم کی حفاظت	۴۰۵	شہید کے جسم کی حفاظت
۴۰۷	چند نکات	۴۰۷	چند نکات
۴۰۸	میں کیوں مسکرارہا ہوں	۴۰۸	میں کیوں مسکرارہا ہوں
۴۱۰	چار صفات	۴۱۰	چار صفات
۴۱۱	یاد حسین منانا	۴۱۱	یاد حسین منانا
۴۱۱	جنت کا سودا	۴۱۱	جنت کا سودا
۴۱۲	سری وجہی شہادت	۴۱۲	سری وجہی شہادت
۴۱۳	بوسہ گاہ مصطفیٰ ﷺ	۴۱۳	بوسہ گاہ مصطفیٰ ﷺ
۴۱۴	یا اللہ! کر بلا والوں کو پانی کیوں نہ ملا؟	۴۱۴	یا اللہ! کر بلا والوں کو پانی کیوں نہ ملا؟
۴۱۶	جواب	۴۱۶	جواب
۴۱۷	ماتم کے متعلق	۴۱۷	ماتم کے متعلق
۴۱۸	کیا ماتم عبادت ہے؟	۴۱۸	کیا ماتم عبادت ہے؟
۴۱۹	سوال	۴۱۹	سوال
۴۲۰	جواب	۴۲۰	جواب
۴۲۰	لطیفہ	۴۲۰	لطیفہ

☆☆☆☆☆

☆☆

انتساب

شہید ملک و ملت پیر سید محمد بنیامین رضوی کے والد ماجد سفیر عشق مصطفیٰ ﷺ، خطیب اسلام، زائر مکہ و مدینہ، بغداد و نجف و کربلا، سید السادات، سراپا کرامت، حضور محدث اعظم پاکستان، اپنے محسن و مربی حضرت علامہ صاحبزادہ پیر سید

محمد یعقوب شاہ صاحب قادری رضوی پیر آف پھالیہ
رحمۃ اللہ علیہ کے نام

آپ جب واقعہ کر بلا اپنے منفرد انداز میں بڑی روانی اور تسلسل سے بیان فرماتے تو کر بلا کا نقشہ نگاہوں کے سامنے آ جاتا دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی اور آنکھیں بہنے لگتیں اور پھر مولانا حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھ کر محفل کو چار چاند لگا دیتے کہ
ہے ادب گستاخ فرقی کو سنا دے اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت
جن کی تقریریں سن کر مجھ جیسے حقیر کو بھی علم دین حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔
جن کی زبان پہ بوقت وصال یہ شعر جاری تھا

ہے حُب احمد ازل سے ہی سینے میں ہے
میں یہاں ہوں میرا دل مدینے میں ہیں



عرض مرتب

زمانہ طالب علمی میں میں نے بہت ساری ڈائریاں بنا رکھی تھیں جن پر مختلف موضوعات پر حوالہ جات نکات اور بالخصوص علماء اہل سنت کی تقاریر کے چیدہ چیدہ اقتباسات لکھنے کا شوق تھا۔ ان میں سے ایک ڈائری پہ واقعہ کربلا کے حوالے سے بہت سا مواد جمع ہو گیا۔ میں نے تو یہ ساری ڈائریاں اپنی سہولت کیلئے بنا رکھی تھیں کہ جب کبھی کسی موضوع پر تقریر کرنے کا موقع ملے گا تو ان سے فائدہ اٹھا لیا جائے گا لیکن اب پچیس سال کے بعد میری کتاب ”شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ“ جب مارکیٹ میں آئی تو میری توقع سے بڑھ کر اس کتاب کو پذیرائی ملی۔ علماء طلباء و کلاء عوام الناس اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے احباب نے اس قدر حوصلہ افزائی فرمائی کہ مزید لکھنے کا حوصلہ اور شوق پیدا ہو گیا چنانچہ واقعہ کربلا والی ڈائری کو بھی منظر عام پر لانے کا شوق دامن گیر ہوا اور دس محرم الحرام ۱۴۲۵ھ کو میں نے ڈائری کو رجسٹر پر منتقل کرنا شروع کر دیا اور بحمد اللہ تعالیٰ آج دس صفر المظفر کو یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ایک امانت تھی جو اس کے اہل تک پہنچا کر میں اپنے بوجھ کو ہلکا محسوس کر رہا ہوں۔ اگرچہ بازار میں اس موضوع پر بے شمار کتابیں ملتی ہیں لیکن قارئین کرام اگر بغور اس کتاب کو پڑھیں گے تو انشاء اللہ واضح فرق محسوس فرمائیں گے۔ یہ کتاب اہل بیت اطہار کی عظمت و شان کے سلسلہ میں جہاں دلائل کا اپنے اندر انبار رکھتی ہے وہاں خانوادہ نبوت اور شہدائے کرب و بلا سے متعلق ذخیرہ اشعار بھی رکھتی ہے۔ اور اچھے اشعار کی اہمیت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ حضور علیہ السلام نے ان کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور ایک ایک مجلس میں بلکہ سواری پہ سوار ہو کر ابن لہصلت کے سو سو اشعار سنے اور حضرت خبیب اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہما کا بوقت شہادت اشعار پڑھنا بھی ان کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ علمی و تحقیق نکات کے ساتھ ساتھ عشقی و خفی جذبات کا خزانہ بھی ہے اور حامیان یزید پلید کے لیے عبرت کا تازیانہ بھی ہے۔

تجھ کو دیار غیر کی آب و ہوا پسند

میں کیا کروں کہ مجھ کو ہے کرب و بلا پسند

غلام حسن قادری

خطبة الكتاب

الحمد لمن له البقاء والقدم - واما سواه الفناء والعدم نشكركه
على ما اعطانا من اجل النعم - وجعلنا من خير الامم

والصلوة والسلام على سيد ولد الام

صاحب السيف والملاحم والعلم

دافع الكرب والبلاء والالام - وعلى اتباعه من العرب

والعجم - سيدنا و مولنا محمد بن المصوم شهيد الامم -

وعلى اله واصحابه عدد شهداء العالم - خصوصاً على

سبطيه المكرمين القميرين الانورين المظلومين الشهيدین

سیدینا ابی محمد بن الحسن و ابی عبد الله الحسین - ما

تعاقب ایام العاشوراء وشهر المحرم

اما بعد ! فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم - بسم الله

الرحمن الرحیم - قل لا اسئلكم علیه اجرا الا المودة فی

القربی (النوری ۲۳) فرمادیکے (اے میرے محبوب!) میں اس (تبلیغ

رسالت) پر تم سے کچھ اجرت طلب نہیں کرتا مگر اپنے قریبوں کی محبت -

صدق الله العلی العظیم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آیات قرآنی در شان اہل بیت النبی التھامی

۱- آیہ قربی

قل لا اسئلكم عليه اجر الا المودة في القربى . (الشوری ۲۳)
اے میرے محبوب آپ فرمادیں کہ میں تم سے اے لوگو! کچھ صلہ طلب نہیں کرتا
اس (تبلیغ دین اور خیر خواہی) پر سوائے قرابت کی محبت کے یعنی میرے
قربیوں سے محبت کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا:
یا رسول اللہ من قرابتک هؤلاء الذین وجبت علینا مودتہم قال
علی و فاطمہ و ولداہما . (زرقانی علی الموابہ ج ۷ ص ۲۰)
یا رسول اللہ! آپ کے جن قربیوں کی محبت ہم پر لازم قرار دی گئی ہے وہ کون
(خوش نصیب) ہیں؟ آپ نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے
(حسنین کریمین، طہیین، طاہرین، قمرین، منیرین رضی اللہ عنہم)

اسی طرح اس آیہ مودت کی مندرجہ ذیل کتب میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متذکرہ
بالاتفسیر ہی خود حضور ﷺ سے مروی ہے۔

(تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۷۷ مستدرک للحاکم، الصواعق المحرقة ص ۱۶۸، جلالین ج ۲ ص ۳۲)

اس آیت کی تفسیر میں ہمارے علماء کرام ایک عجیب نکتہ محبت بیان فرماتے ہیں کہ اللہ

تعالیٰ نے لا اطلبکم یا اس طرح کا کوئی اور لفظ ارشاد نہیں فرمایا اگرچہ معنی ایک ہی بنتا ہے لیکن لا اسئلکم چونکہ سوال سے بنا ہے کہ میں تم سے کچھ سوال نہیں کرتا، کچھ نہیں مانگتا کہ تم تو خود میرے حبیب (محمد رسول اللہ) کی بارگاہ کے سوالی اور منگتے ہو تو منگوں سے کیا مانگنا۔ تو گویا حضور نے فرمایا: میری تو اپنی بارگاہ وہ ہے کہ جہاں سے جبرائیل امین کو بھی میری رحمت کا حصہ مل رہا ہے اور نبیوں رسولوں کو بھی کیونکہ میں عالمین کے لیے رحمت ہوں جو عالم کی جمع ہے اور عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں تو جس کی بارگاہ میں انسانوں سے لے کر فرشتوں تک اور زمین والوں سے لے کر آسمان والوں تک سب سوالی بن کر کھڑے ہوئے ہیں وہ کسی سے کیا مانگے اور کوئی اس کو کیا دے۔

منگتے خالی ہاتھ نہ لوئیں کتنی ملی خیرات نہ پوچھو

ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

جہاں تک واقعہ کر بلا کا تعلق ہے تو اس کا آج بھی مشن کے طور پر تازہ و تابندہ ہونا اور جب بھی شہدائے کر بلا کا ذکر ہونے بچے بچے کا رُپ جانا اور عقیدتوں کا ایک سمندر سینوں میں رواں ہو جانا یقیناً یہ امت کی طرف سے امام الانبیاء کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کی وفا ہو رہی ہے کہ اے ہمارے آقا! جب آپ نے ہم سے ان نفوس قدسیہ کی محبت مانگی ہے تو ہماری طرف سے ان کا ذکر خیر سن کر دلوں کا نذرانہ محبت قبول فرمائیے۔

اللہ اللہ کتنا بالا ہے بیان اہل بیت

مصطفیٰ کا مدح خواں ہے مدح خوان اہل بیت

ان کی مدحت ہے کلام اللہ کی آیات میں

ہے حدیثوں میں بھی ذکر قدر و شان اہل بیت

جس نے الفت ان سے کی اس کو بشارت خلد کی

اے زہے قسمت تمہاری والہان اہل بیت

ان کی حب مولیٰ کی حب ان کی رضا رب کی رضا

ایسا قرب ایسی فضیلت ہے نشان اہل بیت

شہ نے فرمایا مری اولاد کے اعداء ہیں شر
 خیر ہیں وہ لوگ جو ہیں عاشقان اہل بیت
 کامل الایمان وہ ہیں جن کو جاں اولاد سے
 ہوں پیارے مصطفیٰ اور خاندان اہل بیت
 عاشقان کبریا ہیں عاشقان مصطفیٰ
 عاشقان مصطفیٰ ہیں عاشقان اہل بیت

۲- آیت تطہیر

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطہرکم تطہیرا۔
 (۱۱۶:۱۳۳)

(اے نبی علیہ السلام کے گھر والو) اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے (ہر طرح
 کی) آلودگی و ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں پاک کر دے خوب پاک کرنا۔ (اہل
 بیت سے مراد بیویاں بیٹیاں اولاد و داماد ہیں)
 یہ آیت ”آیت تطہیر“ کہلاتی ہے اس کا سیاق و سباق ازواج رسول ﷺ سے متعلق ہے تو
 یقیناً اس آیت میں بھی وہی مراد ہیں لیکن تفاسیر و احادیث میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ
 حضرت فاطمہ الزہراء اور حسنین کریمین (بھی) مراد ہیں۔ (تفسیر کبیر)
 حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان تمام حضرات کو اپنی چادر میں لے کر یوں
 دعا کی:

اللہم هؤلاء اهل بیتی و خاصتی اذهب عنهم الرجس و طہرهم
 تطہیرا۔ (مشکوٰۃ)

اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص (پیارے) ہیں ان سے ناپاکی
 دور فرما اور ان کو خوب پاک کر دے۔

آل عبا رسول اللہ و ابنتہ

فالمرتضیٰ ثم سبطاہ اذا جمعوا

حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی: حضور و انسا منہم۔ کیا میں بھی ان میں سے ہوں

فرمایا: انک علی خیر۔ تو بہتری پر ہے۔ ان کے علاوہ دیگر کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر بھی آتا ہے کہ ان کو بھی حضور ﷺ نے اپنے اہل بیت میں سے قرار دیا مثلاً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو فرمایا سلمان منا اہل البیت۔ سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے حضرت وائلہ نے عرض کیا۔ وانا من اہلک۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا میں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہوں؟ فرمایا انت من اہلی۔ ہاں تم بھی میرے گھر والوں میں سے ہو۔

تعلیمی فرماتے ہیں کہ اہل بیت سے مراد تمام بنو ہاشم ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت عباس اور ان کی صاحبزادیوں کو بھی اسی طرح چادر میں لے کر دعا فرمائی۔

یارب هذا عمی و صنوابی و هؤلاء اہل بیتی۔ اے اللہ! یہ میرا چچا ہے اور باپ کی طرح ہے یہ میرے اہل بیت ہیں انہیں دوزخ کی آگ سے ایسے محفوظ کر جیسے میں نے ان کو اپنی چادر میں چھپا کر محفوظ کر لیا ہے۔ (سوانح کربلا)

قرآن مجید میں اہل اور آل کا لفظ تقریباً اٹھاسی مرتبہ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً متبع، مالک، منتظم، ہم عقیدہ، بیوی لہذا کسی ایک گروہ پر اصرار کرنا اور باقی سب کو نکالنے پر تل جانا انصاف نہیں ہے۔ بعض نام نہاد مجبان اہل بیت تو سب سے پہلے ازواج مطہرات کو نکالتے ہیں حالانکہ حب ان سے کوئی پوچھے کہ آپ کے گھر والے کیسے ہیں تو سب سے پہلے ذہن جس طرف جائے گا۔ وہ خود جانتے ہیں وہ کون ہوگی۔ بالخصوص جب کسی کی اولاد نہ ہوگی تو بھی یوں ہی کہا جائے گا اور اس وقت تو سوائے بیوی کے اور کوئی مراد ہو ہی نہ سکے گی۔

چنانچہ علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر کبیر میں آیت تطہیر کے ماتحت فرماتے ہیں: عربی لکھیں۔

فالا ولی ان یقال ہم اولادہ وازواجه والحسن والحسین منهم
وعلی منهم لانه کان من اہل بیتہ بسبب معاشرۃ بنت النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وملا زمتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(تفسیر کبیر آیہ تطہیر)

اولیٰ اور احسن بات یہی ہے کہ اہل بیت نبی ﷺ کی اولاد بیویاں اور سیدنا حسن اور سیدنا حسین ہیں سیدنا علی المرتضیٰ بھی اہل بیت سے ہیں اس لیے کہ نبی ﷺ کی شہزادی

(سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے معاشرت کے باعث اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی معیت کی وجہ سے وہ اہل بیت میں شامل ہیں۔

اور علامہ صاوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

فی اہل بیت سکنہ وھن ازواجہ و اہل بیت نسبہ وھن ذریتہ
آیت میں اہل بیت سکونت ازواج مطہرات ہیں اور اہل بیت نسب جو آپ کی اولاد
ہے وہ تمام شامل ہیں۔

اور شیخ محقق علامہ شیخ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اشعۃ اللمعات میں یوں بیان
فرماتے ہیں:

”بیت سہ است بیت نسب بیت سکنی و بیت ولادت پس بنو ہاشم اولاد
عبدالمطلب اہل بیت پیغمبر اند ﷺ از جہت نسب و ازواج مطہرات آں
حضرت ﷺ بیت سکنی اند و اولاد شریف آں حضرت اہل بیت ولادت اند“
بیت تین ہیں: (۱) بیت نسب (۲) بیت سکنی (۳) بیت ولادت پس حضرت
عبدالمطلب کی اولاد بنو ہاشم ہیں وہ پیغمبر اسلام کے نسب کے لحاظ سے اہل بیت ہیں اور
ازواج مطہرات نبی ﷺ کی اہل بیت سکنی ہیں اور اولاد شریف آں حضرت ﷺ کی اہل
بیت ولادت ہیں۔

ان کی عزت کرتے تھے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

حق تعالیٰ کرتا ہے تشہیر اہل بیت کی

کرتے تھے تعظیم ان کی کل صحابہ تابعین

ساری امت کرتی ہے توقیر اہل بیت کی

ان کی الفت ان کی عزت جان ہے ایمان کی

ہے نبی کی دشمنی تحقیر اہل بیت کی

تفسیری نکتہ

مذکورہ آیہ تطہیر میں جو یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر رکھا ہے کہ اہل بیت سے
پلیدی دور کر دے تو اس کا مطلب خدا نخواستہ یہ نہیں ہے کہ پہلے پلیدی تھی تو پھر اس کو دور کیا

گیا ہے جس طرح کہ مسجد میں خادم اس لیے رکھتے ہیں کہ مسجد کی صفائی کرے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوگا کہ پہلے مسجد میں گندگی تھی جس کو وہ صاف کرے گا بلکہ معنی یہ ہوگا کہ گندگی کو مسجد کے قریب بھی نہ آنے دے۔ اس لیے میں نے ترجمہ یہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر رکھا ہے کہ اہل بیت سے پلیدی دور رکھے۔

ادھر حضور ﷺ کے بارے فرمایا ویسز کیہم کہ میرا محبوب انہیں پاک فرماتا ہے تو حضور ﷺ اللہ کی مخلوق کو پاک فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے گھر والوں کو پاک فرماتا ہے۔ (ہل جزاء الاحسان الا الاحسان)

سب نسب تو قطع ہو جائیں گے محشر میں مگر

منقطع ہرگز نہ ہوگا دودمان اہل بیت

جس نے دی ایذا نبی کو اس نے حق کو دی ایذا

اور موزی ہیں نبی کے موزیان اہل بیت

دشمنان کبریا ہیں دشمنان مصطفیٰ

دشمنان مصطفیٰ ہیں دشمنان اہل بیت

ان کی درگاہ معلیٰ قبلہ حاجات ہے

بوسہ گاہ اولیاء ہے آستان اہل بیت

یہ دعا ہے اجمل عاصی کی اے رب جہاں

پھولتا پھلتا رہے بس بوستان اہل بیت

(مولانا اجمل شاہ سنہلی)

عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نکتہ

بالکل انہی الفاظ کے ساتھ سورہ انفال میں حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان (جو بدر کے معرکے میں شریک ہوئے) کی تعریف فرمائی گئی۔

وینزل علیکم من السماء ماء لیطہرکم بہ ویذهب عنکم رجز

الشیطان.....

لیکن بڑی عجیب بات ہے کہ دشمنان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہی لفظوں سے اہل بیت کی فضیلت بلکہ عصمت بھی ثابت کر لیتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انہی لفظوں سے ایمان بھی ثابت نہیں مانتے حالانکہ الفاظ ایک جیسے صیغہ ایک ہے باب ایک ہے مگر اہل بیت کے لیے محبت ہی محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بغض ہی بغض۔

جبکہ اہل محبت کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے آقا خلفاء راشدین کے ساتھ ملیں تو چار اور ایک پانچ ہو کر یہ پنجتن اور علی وفاطمہ و حسنین کو اپنے ساتھ ملائیں تو چار اور ایک پانچ ہو کر یہ پنجتن اب چاہے ایسے پڑھ لو کہ

۔ جینوں پنجتن نال پیار نہیں اودھے کلمہ دا اعتبار نہیں

اور چاہے یوں پڑھ لو کہ

۔ جنہوں پنج تن نال پیار نہیں

اودھے کلمے کا اعتبار نہیں

منکر جو نبی دیاں یاراں دا

اودھا حشر نوں بیڑا پار نہیں

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت بھی حضور ﷺ کی نسبت سے ہے اور اہل بیت اطہار کی عظمت و شان بھی حضور ﷺ کی وجہ سے ہے۔ جو نبی ﷺ کے آگے بیٹھا وہ بھی عزت والا جس کو نبی ﷺ کے پیچھے بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی وہ بھی عزت والا ہے اور جس کو مصطفیٰ نے اپنے ساتھ روضے میں سلایا وہ بھی عزت والا ہے اور جس کو نبی پاک ﷺ نے کندھوں پر بٹھایا وہ حسین بھی شان والا اور جس نے ہجرت کی رات امام الانبیاء کو اپنے کندھوں پر بٹھایا وہ صدیق بھی شان والا۔ سارے اہل بیت شان والے۔ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شان والے۔

۔ کلام اللہ سے ثابت ہوئی رفعت صحابہ کی

حدیثوں نے سکھائی شان اور شوکت صحابہ کی

یہی اجماع امت ہے کرو عزت صحابہ کی

یہی قول ائمہ ہے کرو الفت صحابہ کی

رسول پاک خود ان کا بڑا اکرام کرتے تھے
 کیا کرتے تھے اہل بیت بھی حرمت صحابہ کی
 صحابہ کی محبت مصطفیٰ ہی کی محبت ہے
 محبت آل ہے وہ جو کرے الفت صحابہ کی
 خدا نے جن لیا اپنے نبی کے واسطے ان کو
 عجب تھی خوش نصیبی خوب تھی قسمت صحابہ کی
 خدا ان سے ہوا راضی نبی ان سے رہے راضی
 رضائے حق پہ خود راضی یہ تھی قربت صحابہ کی
 نبی نے رب کو دیکھا اور انہوں نے مصطفیٰ کو
 مسلم ہے سبھی کو یہ خصوصیت صحابہ کی
 رضائے حق پہ اہل و مال چھوڑے گھر و وطن چھوڑا
 تمام اعمال بد چھوڑے یہ تھی ہجرت صحابہ کی
 چمن اسلام کا سینچا انہوں نے اپنے خونوں سے
 پنچھاور ہو گئی مذہب پہ ہر راحت صحابہ کی
 انہیں بے واسطہ پہنچا ہے فیضان رسول اللہ ﷺ
 یہ فضل خاص اور مخصوص ہے نعمت صحابہ کی
 برستی تھی ہمیشہ ان پہ علم و فضل کی بارش
 مچی ہے علم کی دنیا میں یہ شہرت صحابہ کی
 کلام اللہ پڑھنا ذکر کرنا شغل میں رہنا
 نصیحت و وعظ فرمانا یہ تھی عادت صحابہ کی
 رسول پاک ﷺ کی ہر شان و حالت کا نمونہ تھے
 ہدایت تھی سراپا صورت و سیرت صحابہ کی

صحابہ کو فضیلت مطلقہ حاصل ہے امت پر
 تو غوث قطب سے بالا ہوئی رفعت صحابہ کی
 ملا اسلام اور احکام دین ان کے توسط سے
 تو ہر مومن پہ اتنی ہو گئی منت صحابہ کی
 کبھی نار جہنم چھو نہیں سکتی صحابہ کو
 تو ثابت ہو گیا جاگیر ہے جنت صحابہ کی
 خدا کر دے ہمارا خاتمہ ان کی محبت میں
 ہماری قبر کو روشن کرے طلعت صحابہ کی
 ہمارے ظاہر و باطن پہ ان کا عکس پڑ جائے
 رہے ملحوظ ہم کو ہر گھڑی سنت صحابہ کی
 تہرا جو کرے اس پر خدا کا قہر و لعنت ہو
 خدا کی مار اس پر جو کرے ذلت صحابہ کی
 تو کیا لکھ سکتا ہے اجمل صحابہ کے مناقب کو
 خدا و مصطفیٰ ﷺ جب خود کریں مدحت صحابہ کی

اگرچہ اہل بیت اطہار یعنی اولاد رسول پاک ﷺ کی عظمت و شان قرآن مجید کی
 بیسیوں آیات مبارکہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ چمکتی نظر آتی ہے اور میرا ارادہ بھی تھا کہ
 کم از کم ان اٹھارہ مقامات سے آیات کو ترجمہ، تفسیر کے ساتھ اس کتاب کی زینت بنالیا
 جائے جن میں بڑی وضاحت، احتیاط کے ساتھ عظمت اہل بیت کا ذکر ہے لیکن جب دو
 آیات مبارکہ سے عظمت اہل بیت ائمہ کو اختصار کے ساتھ لکھنے کے باوجود اتنی تطویل پیدا
 ہو گئی تو اب میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ باقی آیات جو بالخصوص اہل بیت اطہار یعنی عترت
 رسول ﷺ کی شان میں اتری ہیں صرف ان کی نشاندہی اور کوئی ضروری نکتہ ہو تو اس کو لکھ
 دیا جائے تاکہ طوالت سے بچا بھی جائے اور مجبان اہل بیت کے لیے اس طرح آسانی بھی
 پیدا ہو جائے کہ وہ کسی بھی تفسیر جو کسی اہل بیت اطہار کے کسی غلام مفسر نے لکھی ہے اس سے
 تلاش کر کے اپنا ذوق پورا کر لیں اور اہل بیت کے ساتھ نسبت غلامی و محبت کا حق ادا کر سکیں

تو ملاحظہ فرمائیں وہ آیات جن میں اہل بیت اطہار کی کسی نہ کسی صورت میں عظمت و شان بیان ہوئی ہے۔ دو آیات آپ ترجمہ و تفسیر سے ملاحظہ فرما چکے ہیں باقی یہ ہیں۔

۳- آیۃ مباہلہ

فقل تعالوا ندمع ابناءنا وابناءکمھ . (سورہ آل عمران: ۶۱)

نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ طے پایا اور حضور ﷺ علی و فاطمہ و حسین کریمین رضی اللہ عنہم کو لے کر اپنے کاشانہ اقدس سے نکلے تو مباہلہ کرنے والے بڑے پادری نے ان نفوس قدسیہ کے مقدس چہروں کو دیکھ کر اپنے عیسائیوں سے کہا:

انی لاری وجوہا لوسألوا اللہ ان یزیل جبلا لازالہ من مکانہ فلا تبہلوا فتہلکوا ولا یبقی علی وجہ الارض نصرانی الی یوم القیمۃ فقالوا یا ابا القاسم قدر اینا ان لانباہلک وان نترک علی دینک وتترکنا علی دیننا

بے شک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے سوال کریں کہ وہ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا سے پہاڑ کو ہٹا دے گا۔ خدا کے لیے ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ پس انہوں نے کہا کہ اے ابوالقاسم! ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے آپ اپنے دین پر رہیں اور ہمیں اپنے دین پر رہنے دیں۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۸۸ خازن۔ مدارج النبوت)

۔ بنی لفظ گن سے یہ مخلوق کل

گیا نور احمد سے یہ راز کھل

فرش سے عرش تک اٹھا پھر یہ غل

محمد گل است و علی روئے گل

بود فاطمہ اندروں بوئے گل

چو عطرش برآمد حسین و حسن

معطر ازاں شد زمین و زمن

۴- آیہ صلوٰۃ

ان الله و ملنكتہ يصلون على النبي . (الاحزاب: ۵۶)

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس آیت کے نزول کے بعد عرض کیا:

قد علمنا كيف نسلم عليك فكيف نصلي-

حضور! ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا کہ آپ پر ہم نے سلام کیسے بھیجنا ہے۔

(السلام عليك ايها النبي) اب یہ بھی فرمادیں کہ ہم نے آپ پر صلوٰۃ (درود)

کیسے بھیجنا ہے۔ پس آپ نے فرمایا: یوں بھیجو:

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم

و على آل ابراهيم انك حميد مجيد . (عن كعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ)

اے محمد ﷺ پر درود بھیجے بغیر حضور ﷺ پر درود بھیجنا یعنی صرف اتنا پڑھنا اللہم

صلی علی محمد اس کو (خیر و برکت سے) کٹا ہوا درود قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يا اهل بيت رسول الله حاكم

فرض من الله في القرآن انزله

اے اہل بیت رسول ﷺ! تم سے محبت رکھنا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرض قرار

دیا ہے۔

كماكم من عظيم القدر انكم

من لم يصل عليكم لا صلوٰۃ له

اے اہل بیت! تمہاری عظمت و شان کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جس نے تم

پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز ہی نہیں۔

اذا نحن فضلنا عليا فاننا

روافض بالتفضيل عند ذي الجهل

جب ہم نے حضرت علی المرتضیٰ کی فضیلت کو بیان کیا تو بیشک ہم بہ سبب فضیلت

بیان کرنے کے جاہلوں کے نزدیک رافضی ہوئے۔

و فضل ابی بکر اذا ما ذکرہ

رمیت بنصب عند ذکرى للفضل

اور جس وقت ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہیں تو اس وقت ہم پر ناہمی ہونے کی تہمت لگائی جاتی ہے۔

قالوا الرفضة قلت كلا

ما الرفض ديني ولا اعتقادی

جن جاہلوں نے مجھ کو رافضی کہا تو میں نے جواب دیا کہ حاشا میرا دین اور میرا اعتقاد رافضیوں کا سا نہیں۔

لكن توليت غير شك

خير امام وخير هادى

لیکن اس میں شک نہیں کہ میں بہتر امام اور بہتر ہادی کے ساتھ دوستی و محبت رکھتا ہوں۔

ان كان رفضاً حب آل محمد

فليشهد الثقلان انى رافض

(الصواعق المحرقة ص ۱۴۸ مرقاة شرح مشکوٰۃ ص ۳۰ ج ۱)

اگر حضور ﷺ کی آل پاک سے محبت رافضیت اور شیعیت ہے تو دونوں جہاں

گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں۔ (سیرت امام شافعی ص ۲۲)

۔ کس قدر اونچا ہوا عز و علائے اہل بیت

جبکہ وارد ہے حدیثوں میں ثنائے اہل بیت

ہے کلام اللہ میں خود ان کی پاکی کا بیان

آیہ تطہیر نازل ہے برائے اہل بیت

خالق عالم تمہاری جب صفت ظاہر کرے

پھر نہ ہو کیوں ہر زبان مدحت سرائے اہل بیت

پاک فرمایا تمہیں حق نے بڑے اخلاق سے
 ہو پسندِ حق نہ کیوں پھر ہر ادائے اہل بیت
 صوفیاء فرماتے ہیں ہر عصر ہر اک قرن میں
 قطب ہوتا ہے میان اولیائے اہل بیت
 ☆

۵- آیہ مرضات:

ومن الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله. (البقرہ: ۲۰۲)
 اس آیت شریفہ کے تحت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدنا
 علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے بستر مبارک پر سلا کر چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل و
 میکائیل علیہما السلام سے فرمایا: کہ دیکھو علی میرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جان فدا کر رہے ہیں۔
 جاؤ! جا کر ساری رات اس کی حفاظت کرو چنانچہ حکم الہی سے دونوں فرشتے آئے۔

قام جبریل علیہ السلام عند راسہ ومیکائیل عند رجلیہ
 وجبریل ینادی بخ بخ من مثلك یا ابن ابی طالب یباہی اللہ بك
 المثلثۃ ونزلت الایۃ

جبرائیل علیہ السلام سر کی طرف اور میکائیل علیہ السلام پاؤں کی طرف کھڑے
 ہو گئے اور جبرائیل علیہ السلام باواز بلند اظہار مسرت کرتے ہوئے کہتے تھے
 اے علی ابن ابی طالب! آج تیرے جیسا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ تم پر فخر کرتا ہے۔
 فرشتوں کے سامنے اور یہ آیت و من الناس من يشرى نفسه ابتغاء
 مرضاة الله نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر زیر آیت مندرجہ بالا)
 (اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے اپنی جان کا سودا کر
 لیتے ہیں۔)

۔ اللہ رے! اسلام میں شانِ حیدر

ہر مسلمان کا قبلہ ہے مکانِ حیدر

آ تجھ کو بتاؤں میں نشان حیدر
اس جہاں سے اونچا ہے جہان حیدر
آج بھی جگ میں اعزاز کمال جرات
مرد میدان کو ملتا ہے نشان حیدر

۶- آیات ابرار در شان اہل بیت اطہار

یوفون بالنذر و یخافون یومًا کان شرہ مستطیرا تا آخر رکوع۔

(سورہ الدھر آیت ۲۲ تا ۲۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو حضور ﷺ اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم ان کا حال دریافت کرنے کے لیے تشریف لائے تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کوئی نذر مانیں تو حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا میں آج سے ہی نذر مانتا ہوں کہ میں اور میری زوجہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما شہزادوں کو آرام آنے پر تین روزے رکھیں گے۔ شہزادوں کو اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی اب ان تین روزوں کی نذر پوری کرنی تھی۔ روزہ رکھ لیا جب روزہ رکھ لیا گیا تو شام کو افطاری کے لیے گھر پر کوئی چیز نہ تھی۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کسی سے بطور قرض کچھ جولائے سیدہ رضی اللہ عنہا نے ان کو چکی میں پیس کر آتا تیار کیا شام کو جب کھانا تیار فرمایا روزہ کی افطاری پانی سے فرمائی بعد نماز مغرب جب سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا فاطمہ اور سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم دسترخوان پر کھانا رکھ کر تناول فرمانے لگے تو ابھی ایک لقمہ بھی کسی نے نہیں اٹھایا تھا کہ باہر دروازے سے آواز آئی اے نبی کے گھر والو! میں مسکین ہوں یعنی محتاج ہوں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھانے کو دیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے خوانوں پر کھلائے گا۔ یہ سن کر سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا! تمام دسترخوان کا کھانا اٹھاؤ اور مسکین کے حوالے کر دو ہم پانی پی کر سو جائیں گے کیونکہ سائل معلوم نہیں کتنے دنوں کا بھوکا ہے۔ سب کھانا اٹھایا گیا اور مسکین کو دے دیا اب دوسرا روزہ بھی پانی پی کر سحری کا وقت گزار لیا پھر جو پیس کر سیدہ رضی اللہ عنہا نے شام کو کھانا تیار کر لیا۔ افطاری پانی سے فرمائی بعد نماز مغرب جب کھانا دسترخوان پر رکھا اور یہ نفوس مقدسہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو ابھی کسی نے ایک لقمہ بھی نہ اٹھایا تھا کہ باہر دروازے سے آواز

آئی اے نبی کے گھر والو! میں یتیم ہوں اگر کچھ کھانے کو ہے تو دے دو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے علی المرتضیٰ ہم تو پانی سے وقت گزار رہی ہیں گے خواہ کتنی ہی بھوک لگی ہے تمام کھانا جو دسترخوان پر ہے اس یتیم کو دے آؤ۔ آپ نے فرمایا ہاں چنانچہ سب کھانا اٹھا کر یتیم سائل کے سپرد کر دیا۔ رات گزر گئی اور سحری کے وقت پانی پی کر روزہ رکھ لیا۔ سارے دن میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح بڑی محنت کے بعد شام کو کھانا تیار فرما لیا بعد نماز مغرب جب کھانا دسترخوان پر رکھا گیا اور سب نفوس قدسیہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو کسی نے ابھی ایک لقمہ بھی نہ اٹھایا تھا کہ باہر دروازے سے آواز آئی اے نبی کے گھر والو! میں اسیر ہوں یعنی قیدی (غلام) ہوں بھوکا ہوں کچھ کھانے کو ہے تو دے دو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے علی المرتضیٰ تین روزوں کی نذر تو پوری ہو گئی اور پانی پی کر وقت گزار لیا ہے ہمارا وقت گزر جائے گا میرا خیال یہی ہے کہ تمام کھانا اٹھاؤ اور سائل اسیر کے حوالے کر دو۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے سارا کھانا اٹھایا اور اسیر کے حوالے کر دیا۔ اب روزوں کی نذر تو پوری ہو ہی گئی لیکن بھوک سے چوتھا روز ہو گیا ہے شدت بھوک اور ضعف سے چلنے پھرنے کی طاقت نہ تھی۔ حضور سرور کون و مکاں ﷺ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو دیکھا کہ میری شہزادی اور شہزادے حسنین کریمین اور ان کے ابا جان آج اتنے یوم تہمت ہوئے ہیں اور ان کو کوئی چیز کھانے کے لیے میسر نہ آئی آپ بے قرار ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے آپ نے صبر کی تلقین فرمائی اسی وقت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت اقدس ہوئے اور صلوٰۃ و سلام کے بعد عرض کیا مبارک ہو اے اہل بیت نبوت مبارک ہو۔ تمہاری ادا اللہ تعالیٰ کو پسند آگئی تم نے خود پانی پی کر روزے رکھے اور دروازہ پر سائلوں کو تین یوم تک خالی نہ موڑا اور سارا کھانا ان کے سپرد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بارے یہ آیات نازل فرمائی ہیں۔

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۳۰ تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۷۶ روح البیان ج ۲ ص ۵۳۶ الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۳۰۲)

اللہ اللہ نار دوزخ ان پہ فرما دی حرام

کس قدر اعزاز کرتا ہے خدائے اہل بیت

کیا طہارت ہے کہ صدقہ ہو گیا تم پر حرام

تا کہ دھبہ میل کا تم پر نہ آئے اہل بیت

۷- آیہ فترضی:

ولسوف يعطيك ربك فترضى (سورة الضحیٰ)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

من رضاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یدخل من اهل بیتہ النار.

(درمنثور ص ۳۶۱ ج ۶ - الصواعق المحرقة ص ۱۵۷)

حضور ﷺ کی رضا میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی آل پاک میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ اس طرح اس آیت میں بھی اہل بیت اطہار کی عظمت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

شہ نے فرمایا میری امت کے بس راہبر ہیں دو

ایک تو قرآن دیگر اتقیاء اہل بیت

۸- آیہ ہاد:

انما انت منذر و لكل قوم ہاد۔ (الرعد: ۷)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ووضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی صدرہ. فقال انا

المنذر ثم اوما الی منکب علی رضی اللہ عنہ و قال انت الہادی

المہتدون من بعدی۔ (الریاض النضر ج ۲ ص ۲۷۵)

حضور ﷺ نے اس آیت کے نزول کے بعد اپنا دست اقدس اپنے سینے پر رکھ کر فرمایا

منذر (ڈرانے والا) میں ہوں۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ارشاد

فرمایا: اے علی! تو ہادی ہے اور میرے بعد ہدایت تجھی سے ملے گی۔ (ولایت کے سارے

سلسلے آپ ہی سے چلتے ہیں اور ہر ولی کو فیض دربار علی سے ہی ملتا ہے)

۔ توڑ دے جس کو علی پیوند ہو سکتا نہیں

جس کو دے حیدر وہ حاجت مند ہو سکتا نہیں

ڈر کیا ہے مہر کو گرباب سارے بند ہوں

علم کے در کا کبھی در بند ہو سکتا نہیں

۹- آیہ بحرین والمرجان:

مرج البحرین یلتقین۔ (النور: ۳۴)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

هو فاطمة و علی و یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان قال الحسن

والحسین۔ (زرقانی ج ۷ ص ۱۳ الصواعق المحرقة ص ۱۷۰)

دو دریائوں سے مراد علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما ہیں اور ان سے موتی اور مونگے کا ظہور امام حسن و

حسین رضی اللہ عنہما کی صورت میں ہوا۔

۔ ہر دعا موقوف ہے جب تک نہ ہو تم پر درود

شاہ نے ظاہر کیا یہ اعتلائے اہل بیت

شہ نے فرمایا: کہ حق نے دی خلاصی تار سے

فاطمہ کو اور جن میں ہے ولائے اہل بیت

۱۰- آیہ صدقہ

یا ایہا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوکم

صدقۃ ذلک خیر لکم واطہر (البقرہ: ۱۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بعض مالدار لوگ حاضر ہو کر غیر ضروری باتوں

میں بحث شروع کر دیتے جس سے دوسرے لوگوں بالخصوص فقراء و مساکین کو آپ سے

بات کرنے کا موقع کم ملتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار گزری تو عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہی اچھا ہو کہ ان مالداروں پر کچھ صدقہ لاگو کر دیا جائے کہ جب

بھی آپ سے کوئی بات کرنی ہو کچھ نہ کچھ صدقہ کیا کریں تاکہ اس صدقہ سے غرباء کی مدد

ہو جائے۔ اور جو آپ سے ان کو بات کرنے کا موقع کم ملتا ہے اس طرح ان کی دلجوئی

بھی ہو جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی تو نے سچ کہا ہے لیکن میں ان پر کوئی ایسا

حکم اس لیے نہیں لگا رہا کہ ان کی دل آزاری نہ ہو۔ کچھ دیر بعد آیہ صدقہ نازل ہو گئی

اور اس میں وہی حکم اتار دیا گیا جس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے:

اے ایمان والو! جب تم میرے رسول ﷺ سے کوئی راز و نیاز کی بات کرنا چاہو تو بات کرنے سے پہلے صدقہ دے لو یہ تمہارے لیے بہتر اور بہت پاکیزہ ہے۔ (البقرہ: ۱۷۷)

جب یہ حکم نازل ہوا تو آپ نے فرمایا اے علی! اللہ تعالیٰ نے تیری خواہش پوری کر دی اور پابندی لگا دی ہے کہ بغیر صدقہ کے حاضر نہ ہوں تاکہ غرباء کی امداد ہو سکے۔ آپ (ﷺ) نے فوراً اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صدقہ پیش کر کے آپ سے بات کی اور دس مسئلے دریافت کیے۔ اس کے بعد گو یہ حکم منسوخ کر دیا گیا تھا کیونکہ بعض غرباء مجبور ہو گئے تھے۔ اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا قرآن کی ایک آیت ایسی ہے جس پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل نہ کیا اور نہ میرے بعد کوئی کر سکے گا۔

ما عمل بها احد قبلي ولا يعمل بها احد بعدى۔ (تفسیر مدارک و غاثرین ص ۳۳۳ ج ۲)

۱۱- آیہ سلام: سلام علی الیاسین (الصافات: ۱۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

سلام علی الیاسین قال نحن آل محمد آل یاسین کہ سلام ہو آل یاسین پر یعنی وہ آل یاسین ہم آل محمد ﷺ ہی ہیں۔

(در منثور ج ۵ ص ۲۸۶)

اسی لیے بزرگوں نے سلام علی آل یسین بھی پڑھا ہے لہذا مطلب صاف ہے کیونکہ حضور مصطفیٰ ﷺ کا اسم مبارک یسین بھی ہے علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

فقد نقل جماعة من المفسرين عن ابن عباس رضي الله عنهما

ان المراد بذلك سلام علی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرمایا ہے کہ آل یسین سے مراد حضور ﷺ کی اولاد پاک ہے۔

۔ کروڑوں درود کروڑوں سلام

۱۲- آیہ اہل الذکر:

فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (الانبیاء: ۷)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: یہ اہل الذکر کون ہیں کہ جن سے مذکورہ آیت میں سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: نحن اهل الذکر۔ ہم اہل ذکر ہیں۔ (الصواعق المحرقة)

ممكن نہیں حسین بنو یا علی بنو
تقویٰ کو اختیار کرو متقی بنو
گر چاہتے ہو پیر بنو یا ولی بنو
بس ایک شرط ہے سگ حیدری بنو

۱۳- آیہ اولی الامر: واولی الامر منکم۔ (النساء: ۵۹)

اور جو تم میں سے امر والے ہیں (ان کی بھی اللہ و رسول ﷺ کے ساتھ اطاعت کرو) حضرت عبد الغفار بن قاسم فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ امر والے کون ہیں تو انہوں نے فرمایا۔ کان علی واللہ منہم خدا کی قسم علی انہی میں سے ہیں۔ (الصواعق المحرقة)

سرتوں پیراں تک ہووے ہم شکل بھاویں بچہ بلی دا شیر نہیں ہو سکدا
جیڑا ضرب نال خیر دا در توڑے علی ورگا دلیر نہیں ہو سکدا
کے مرد قلندر دی نظر باہجوں، نفس کدے وی زیر نہیں ہو سکدا
ہووے منکر علی داتے جائے جنت توبہ ایذا ہنیر نہیں ہو سکدا

۱۴- آیہ حسنات:

ومن یقترف حسنة نزدله فیہا حسنا۔ (الشوریٰ ۲۳)

جو نیکی کرے گا ہم اس کو خوبی میں بڑھادیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ومن یقترف حسنة سے مراد یہ ہے کہ المودة لال محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ نیکی کرنے سے مراد اہل بیت رسول سے

محبت کرنا ہے۔ (صواعق مبرورہ ص ۱۶۸)

۔ گھر لٹا جان دینا کوئی ان سے سکھ لے

جان عالم ہو فدا اے خاندان اہل بیت

۱۵- آیت ولیکم:

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ
ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون (البائد: ۵۹)

بے شک تمہارا مددگار اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والے ہیں جو نماز
قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بحالت رکوع میں تھے
کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا تو آپ کے ہاتھ میں چاندی کی انگلی تھی جو خود بخود اتر گئی
اور سائل کی حاجت آپ نے پوری فرمادی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ اللہ ورسول
مصطفیٰ ﷺ اور مومن نمازی اور زکوٰۃ دینے والے اور رکوع کرنے والے ہیں۔ یعنی بحالت
رکوع بھی سائل کو خالی نہ بھیجا اور چاندی کی انگلی سے اس کی مدد فرمائی۔

(تفسیر کبیر ص ۱۹۸ ج ۲)

۔ ہے علم و آگہی کا سمندر علی کا نام
لیتے ہیں غوث و قطب و قلندر علی کا نام
فرط ادب سے میرے فرشتے بھی ”خوش“ گئے
میں نے لیا جو قبر کے اندر علی کا نام

۱۶- آیت حبل اللہ:

واعتصوا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔

اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔

اس آیت کے متعلق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نحن حبل اللہ الذی قال

اللہ فیہ وہ اللہ تعالیٰ کی رسی ہم اہل بیت ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعنی اس

کو مضبوطی سے تھام لو۔ (احیاء العلوم ص ۷۵)

خود کہا جعفر نے ”جل اللہ“ کی تفسیر میں
کوئی جل اللہ نہیں ہے ماسوائے اہل بیت
ان میں اہل خون ہے اللہ کے محبوب کا
ہے ولائے مصطفیٰ پھر تو ولائے اہل بیت

۱۷- آیت ودّ

ان الذین امنوا و عملوا الصلحت سیجعل لہم الرحمن ودّاً (مریم: ۹۶)
بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے تو پیدا کرے گا رحمٰن ان کے
لیے (لوگوں کے دلوں میں) محبت۔

اس آیت کے متعلق حضرت محمد ابن الحنفیہ فرماتے ہیں کہ:

لا ینقی مومن الا فی قلبہ ود علی و اہل بیتہ۔
کوئی مومن ایسا نہیں رہے گا جس کے دل میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل
بیت کی محبت نہ ہوگی۔ (تفسیر درمنثور)

اہل سنت کرتے ہیں توقیر اہل بیت کی
خارجی ہے جو کرے تحقیر اہل بیت کی
منکرو! ان کی ثنا خواں ہیں احادیث نبی ﷺ
مداح خواں ہے آیہ تطہیر اہل بیت کی

۱۸- آیت مومن:

افمن کان مومنأ کمّن کان فاسقاً لا یستون۔ (السجدہ: ۱۸)
تو کیا وہ شخص کہ مومن ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو فاسق ہے وہ برابر نہیں ہو سکتے۔
اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مومن سے مراد
حضرت علی ہیں اور فاسق سے مراد ولید بن عقبہ ہے۔ ان دونوں کا آپس میں کسی بات پہ جھگڑا
ہو گیا تو ولید نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا چپ رہو تم ابھی بچے ہو اور میں ہوشیار

زبان دراز اور نیزہ چلانے میں تیز اور تم سے زیادہ بہادر ہوں۔ شیر خدا علی المرتضیٰؑ نے فرمایا: خاموش! تو فاسق ہے مطلب یہ کہ تو جتنی باتیں کرتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے ان میں کوئی بات قابل مدح نہیں۔ انسان کا شرف ایمان و تقویٰ میں ہے جسے یہ دولت نصیب نہیں وہ بد نصیب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی کہ وہ (ولید) فاسق و مردود ہے اور علی المرتضیٰ مومن و خدا کا محبوب ہے لہذا یہ برابر کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ (تفسیر الحازن ص ۳۳۷ ج ۳)

جسے علی کی ولایت کا اعتراف نہیں
ہزار سجدے کرے کوئی گناہ معاف نہیں
بدن میں حج کا احرام دل میں بغض علی
یہ کعبہ پاک کے پھیرے تو ہیں طواف نہیں

احادیث اور شان اہل بیت

☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: احبوا اللہ لما یغدوکم من نعمة واحبونی بحب اللہ واحبوا اہل بیتی بحقی (ترمذی: ۲۶۳۰ مستدرک ص ۱۵۸ ج ۳)

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ وہ تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کی وجہ سے کہ میں اللہ کا محبوب ہوں اور میرے اہل بیت سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے۔

ایک حدیث میں ہے۔ اپنی اولاد کو تین باتوں کی تعلیم دو۔

حب نبیکم و حب اہل بیتہ و قراۃ القرآن

اپنے نبی کی محبت اور اہل بیت کی محبت اور قرآن پڑھنے کی تعلیم دو۔

بوستان مصطفیٰ کے ہیں یہی خوش رنگ پھول

ہے نبی کا آئینہ تصویر اہل بیت کی

آج تک تاریک قلوب تیرہ بختوں پر سدا

نور باری کرتی ہے تنویر اہل بیت کی

☆ حضرت نافع رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من اراد التوکل فلیحب اهل بیتی ومن اراد ان ینجو من عذاب
القبر فلیحب اهل بیتی ومن اراد الحکمة فلیحب اهل بیتی ومن
اراد دخول الجنة بغير حساب فلیحب اهل بیتی فوالله ما
احبهم احد الا ریح فی الدنيا والاخرة (روح البیان)

جو کوئی توکل کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ میری اہل بیت کو دوست رکھے اور جو
کوئی عذاب قبر سے نجات پانا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ میرے گھر والوں سے
محبت کرے جو کوئی علم و دانائی حاصل کرنا چاہے وہ میرے گھر والوں سے پیار
کرے جو بغیر حساب جنت میں جانا چاہے وہ میرے گھر والوں سے پیار کرے
اللہ کی قسم جو ان سے پیار کرے گا دنیا و آخرت میں آرام پائے گا۔

یوم محشر کا تمہیں کیا ڈر سگانِ اہل بیت

جبکہ ہے خلد بریں جاگیرِ اہل بیت کی

ان میں داخل ہیں بنو ہاشم و ازواجِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ال زہراء ہی نہیں تفسیرِ اہل بیت کی

رافضی کہتا ہے حیدرِ فاطمہ سبطین چار

ہے اسی معنی میں بس تشہیرِ اہل بیت کی

در حقیقت ہیں نسبِ سکنی ولادتِ تین بیت

کل سے سنی کرتے ہیں تعبیرِ اہل بیت کی

شاہ کے جدی نسب اولاد اور ازواج کو

سب کو شامل آئے تطہیرِ اہل بیت کی

رافضیو! جمع ہو سکتا نہیں اک قلب میں

بغضِ اصحابِ بنی توقیرِ اہل بیت کی

فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حبّ اہل بیت کا پورا مہموم اور یہ نعمت کس کو ملتی ہے اس کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایک فرمان ذہن میں رہنا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا:

لا یجتمع حی و بغض ابی بکرو عمر فی قلب مو من۔
میری محبت اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا بغض ایک مسلمان کے سینے میں جمع نہیں ہو سکتا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۵۹)

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم الثقلین
کتاب اللہ ہو جبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اہل
بیتی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض (الصواعق المحرقة)

حضور ﷺ نے فرمایا: میں تم میں بہت وزنی (عظیم الشان) دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) جو کہ رسی ہے آسمان سے زمین کی طرف اور دوسری میری اولاد اہل بیت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس اکٹھی آئیں گی۔

حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ناقہ مبارکہ قصواء پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

یا ایہا الناس انی ترکت فیکم مما ان اخذتم بہ لن تصلوا کتاب
اللہ وعترتی اہل بیتی

اے لوگو! تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم انہیں پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور دوسری میری عترت و اہل بیت ہے۔

پھر ارشاد فرمایا:

فخذوا بکتاب اللہ تعالیٰ واستمسکوا اذکرکم اللہ فی اہل ابیتی

اذکرکم اللہ فی اہل بیتی (مشکوٰۃ المصابیح جامع صفحہ ۱۶۳ ج ۱)

پس پکڑو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کو اور وابستہ کرو اپنے آپ کو میری اہل بیت سے
میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے اپنی اہل بیت کے بارے میں ڈراتا ہوں۔ (پھر فرمایا) میں تمہیں اپنی
اہل بیت کے معاملہ میں ڈراتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

۔ باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت

تم کو مژدہ ناز کا اے دشمنانِ اہل بیت

☆ حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا!

النجوم امان لا اهل السماء فاذا ذهبت النجوم ذهب اهل السماء
واهل بيتي امان لا اهل الارض فاذا ذهب اهل بيتي ذهب اهل
الارض (خصائص کبریٰ ص ۲۳۶ ج ۲)

ستارے آسمان والوں کے لیے سلامتی کا باعث ہیں جب ستارے جھڑ جائیں
گے تو آسمان والے فنا ہو جائیں گے اور میرے گھر والے زمین والوں کے لیے
سبب سلامتی ہیں جب یہ نہ رہیں گے تو اے زمین والو! تم بھی نہ رہو گے۔

۔ کرتے اہل بیت خود سارے صحابہ کا ادب

خود عمل شاہد ہے اور تحریرِ اہل بیت کی

جب روافض کے یہاں حب صحابہ کفر ہے

ان کو لازم ہے کریں تکفیر اہل بیت کی

محبت و مبغض اہل بیت

☆ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلي فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

الامن مات على حب ال محمد مات شهيدا و من مات على

حب اهل محمد مات مغفور الہ الا و من مات على حب ال

محمد فيفتح في قبره بابان من الجنة.

یاد رکھو! جو آل محمد کی محبت میں مراوہ شہید ہوا جو آل محمد کی محبت میں مراوہ بخشا

گیا۔ جو آل محمد کی محبت میں مرا اس کی قبر میں جنت کی طرف دو درازے کھول

دیئے جائیں گے۔

الاومن مات علی حب آل محمد بشرہ ملک الموت بالجنة ثم منکرو نکیر۔

آگاہ ہو جاؤ جو آل محمد کی محبت میں مرا اس کو پہلے ملک الموت (جنت کی) خوشخبری سنائے گا پھر منکر نکیر۔

الاومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنة کما تزف العروس الی بیت زوجها۔

خبردار! جو آل محمد کی محبت میں مرا وہ ایسے (ہنسی خوشی اور بناؤ سنگھار کے ساتھ) جنت میں جائے گا جیسے لہن اپنے دولہا کے گھر جاتی ہے۔

الاومن مات علی حب آل محمد مات تائباً۔

خبردار! جو آل محمد کی محبت میں مرے گا اس کو مرتے وقت توبہ نصیب ہوگی۔

الاومن مات علی حب آل محمد جعل اللہ قبرہ مزار ملئکة الرحمة الا ومن مات علی حب آل محمد مات علی السنة والجماعة الا ومن مات علی حب آل محمد مات مؤمناً مستکمل الايمان الا ومن مات علی بغض آل محمد جاء يوم القيمة مکتوب بین عينه انس من رحمة اللہ الا ومن مات علی بغض آل محمد لم یشم رائحة الجنة الا ومن مات علی بغض آل محمد مات کافراً

(نور الابصار ص ۱۱۲ تفسیر کبیر ص ۳۹۰ ج ۲ جامع صغیر ص ۱۰۱ اسعاف الراغبین ص ۱۱۳ نزہۃ المجالس)

آگاہ رہو جو کوئی محبت آل محمد ﷺ پر مرے گا اللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتوں کو اس کی قبر کے زوار (زیارت کرنے والے) بنائے گا۔ آگاہ ہو جاؤ! جو کوئی محبت آل محمد پر مرے گا وہ سنت نبوی اور جماعت ایمانی پر مرے گا اور جو کوئی آل محمد ﷺ کی محبت میں مرے گا وہ کامل الايمان مرے گا اور آگاہ ہو جاؤ! جو کوئی بغض وعداوت آل محمد ﷺ سے کریگا وہ قیامت کے دن اس حال میں

کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا۔ ايس من رحمة الله یعنی یہ رحمت خداوندی سے نامید ہوا۔ آگاہ ہو جاؤ! جو کوئی آل محمد ﷺ کے بغض و عداوت میں مرے گا وہ بہشت کی بوتل بھی نہ سونگھے گا اور جو کوئی بغض و عداوت آل محمد ﷺ میں مرے گا وہ کافر ہو کر مرے گا۔

اہل بیت پاک کی عزت صحابہ کا وقار
عزت اصحاب ہے توقیر اہل بیت کی
پچی الفت اور عقیدت ہو عطا اجل کو بھی
ہو معین بہر عدو شمشیر اہل بیت کی

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ جہاں اہل بیت اطہار سے محبت کرتے ہیں وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی اکرام کرتے ہیں اور اس وقت امت محمدیہ تکالیف و مصائب کے سمندر میں غوطے کھا رہی ہے۔ اور شکوک و شبہات کی جن موجوں کا سامنا کر رہی ہے اس سے نجات کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ سفینہ اہل بیت پر سوار ہو کر نجوم ہدایت (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی رہنمائی میں اس سمندر کو عبور کیا جائے کیونکہ کشتی ہو اور رہنمائی نہ ہو پھر بھی دریا کو عبور نہیں کیا جاسکتا اور خالی رہنمائی کیا کرے گی اگر کشتی ہی نہ ہو اور الحمد للہ ہمارے ایک ہاتھ میں اہل بیت اطہار کا دامن ہے تو دوسرے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا دامن رحمت ہے۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور ﷺ

نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ ﷺ کی

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر یہ اعلان فرمایا۔

وهو اخذ باب الكعبة ويقول ايها الناس من عرفني عرفني ومن
لم يعرفني فانا اعرفهم فانا ابو ذر سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول مثل اهل بيتي كمثل سفينة نوح عليه السلام
من ركبها نجي ومن تخلف عنها غرق (مشکوٰۃ المصابيح ص ۵۷۳)

اے لوگو! جو کوئی مجھ کو پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو کوئی نہیں پہچانتا میں اس کو اپنی پہچان کراتا ہوں۔ میں ابوذر رضی اللہ عنہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے

کہ آپ نے فرمایا۔ میرے اہل بیت کی مثال تمہارے درمیان کشتی نوح (علیہ السلام) کی سی ہے کہ جو کوئی اس کشتی نوح علیہ السلام پر سوار ہوا اس نے طوفان میں غرق ہونے سے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ غرق ہوا اسی طرح جو کوئی اس کشتی اہل بیت میں سوار ہو گیا یعنی ان کی متابعت کرے گا وہ ضلالت کے گڑھے میں ڈوبنے سے نجات پائے گا اور جو کوئی ان کی مخالفت کرے گا وہ بحر ضلالت میں ڈوب جائے گا۔

۔ بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
 خیر النساء حسین و حسن مصطفیٰ علی
 (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

محبتِ اہل بیت (ایک تقریر و لپڈیر)

شادم بہ ولائے ال محبوب خدا
خیر دارین نقد جان است مرا
یارب شرف دید بہ نزع بخشد
احمد حیدر حسن حسین و زہرا

(حافظ محمد افضل فقیر)

ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم کے سامنے فریضہ تبلیغ سرانجام دیا۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا: یقوم لا اسئلكم علیہ مالا ان اجری الا علی اللہ۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا: یقوم لا اسئلكم علیہ اجرا ان اجری الا علی الذی فطرنی۔ مطلب یہ تھا کہ ہم تم سے مانگنے والے نہیں ہمارا رب ہمیں دینے کیلئے کافی ہے۔ اس نے ہمیں دینے والا بنایا ہے نہ کہ مانگنے والا۔ حضور علیہ السلام نے بھی اپنی امت کے سامنے ایسی بات فرمائی مگر الفاظ مختلف ہیں۔ فرمایا: لا اسئلكم علیہ اجرا الا المودة فی القربی اگر کچھ کرنا ہی چاہتے ہو تو میرے قریبوں سے مودت کرو۔ علماء نے محبت و مودت میں فرق کیا ہے کہ محبت کے بغیر تو پھر بھی زندگی گزاری جاسکتی ہے جبکہ مودت نہ ہو تو زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً مچھلی کو پانی سے محبت نہیں بلکہ مودت ہے کہ پانی سے نکالو تو مر جائے گی تو معنی یہ ہوا کہ میرے قریبی کو اپنے لیے سرمایہ حیات سمجھو ان کے دامن سے وابستگی کے بغیر اپنے آپ کو مردہ تصور کرو مچھلی اگر پانی کے بغیر نہیں رہ سکتی تو مسلمان محبتِ اہل بیت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کیونکہ ان سے محبت رسول سے محبت ہے اور رسول کی محبت خدا کی محبت ہے جو اہل بیت سے پیار کرے گا بالخصوص امام حسین سے حضور علیہ السلام کی دعا ہے کہ خدا اس کو اپنا محبوب بنالے گا۔ (من احب حسينا فقد احبني و من احبني فقد احب الله) اور باقی سب کچھ ہو (نمازیں روزے داڑھی حج) مگر حسب اہل بیت نہ ہو حرمت الجنة علی من ظلم اہل بیٹی۔ خدا فرماتا ہے میں نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قلم کر نوالوں پر جنت حرام کر دی ہے۔

بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے
زاہد تیری نماز کو میرا سلام ہے
نجات تبھی ہوگی کہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے یہ صدائے دلنواز بلند ہو جس کو شیخ سعدی
نے لفظوں کا کتنا حسین لباس پہنایا ہے۔

۔ الہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ
غوث اعظم کی ماں کا نام کیا؟ فاطمہ نبی کی بیٹی کا نام کیا؟ فاطمہ
خاتون جنت کا نام؟ فاطمہ

جب سعدی علیہ الرحمۃ نے دیکھا کہ اب نمازوں عبادتوں سے کام نہیں چل رہا تو رو کر
رب کی بارگاہ میں اہل بیت کا سہارا و وسیلہ پیش کیا۔
دانا گنج بخش کون؟ سید خولجہ غریب نواز کون؟ سید غوث اعظم کون؟ سید اور سارے
سید اولاد فاطمہ

۔ الہی بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی و قبول
ممن و دست و دامن آل رسول

نماز جیسی عظیم عبادت اگر تلاوت قرآن کے بغیر مکمل نہیں تو اہل بیت پر درود و سلام کے
بغیر بھی مکمل نہیں۔ جنہوں نے قرآن کی عظمت کو سر نیزے پر جڑھا کر بلند کیا اللہ نے ان کی
عظمت کو بلند کرنے کیلئے نماز کے اندر ان پر درود پڑھنا لازم قرار دے دیا۔

میں تو پنجتن کا غلام ہوں

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور ہمارے ہاں رات آرام فرمایا۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے رات سوتے میں پینے کو کچھ مانگا۔ رسول کریم ﷺ اٹھے اور ہمارے گھر ایک بکری تھی اس کا دودھ ایک پیالے میں دوھنے لگے اور دودھ لا کر ان کو پلانے لگے۔ اتنے میں حسین رضی اللہ عنہ نے بھی تقاضا کیا اور دودھ والا پیالہ پکڑنے کی کوشش کی مگر آپ ﷺ نے انہیں روک دیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لگتا ہے حسن آپ ﷺ کو دونوں میں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بات صرف یہ ہے کہ حسن نے پہلے پینے کو مانگا تھا۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے فرمایا: انا و ایاک و ہذین و ہذا الراقد یعنی علیا یوم القيامة فی مکان واحد۔ یعنی میں اور تم اور یہ دونوں (حسن و حسین) اور یہ سونے والا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) ہم سب روز قیامت ایک ہی جگہ میں ہوں گے۔

(طبرانی۔ مسند احمد ضعیف بحوالہ کنز العمال جلد ۱۳ صفحہ ۳۹)

☆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں مجھ سے میری والدہ نے پوچھا رسول کریم ﷺ کے ساتھ تم کب سے وابستہ ہو؟ میں نے کہا فلاں فلاں وقت سے پھر میں نے کہا امی جان اب آپ مجھے جانے دیں میں آپ (ﷺ) کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں گا۔ پھر آپ کے ساتھ ہی رہوں گا تا آنکہ آپ میرے لیے اور اے امی جان آپ کے لیے استغفار فرمائیں۔ چنانچہ میں نے جا کر مغرب کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی اور وہیں بیٹھا رہا پھر آپ نے عشاء پڑھائی اور سب لوگ نماز کے بعد چلے گئے اور رسول کریم ﷺ کو کوئی معاملہ پیش آگیا اور آپ اللہ سے مناجات کرنے لگے۔ دعا کے بعد آپ نے میری آواز پہچان کر فرمایا ارے حذیفہ! تم؟ میں نے عرض کیا ہاں فرمایا! تم کیسے آئے ہو؟ اللہ تمہاری اور تمہاری ماں کی بخشش فرمائے پھر فرمایا اے حذیفہ! یہ فرشتہ ابھی نازل ہوا ہے جو اس سے قبل کبھی زمین پر نہیں اتر تھا۔ اس نے اللہ سے اجازت لی کہ مجھے آکر سلام کہے۔ اللہ نے اجازت دی اور یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ۔

فاطمہ سیدۃ نساء اہل الجنة والحسن و الحسن سید اشباب اہل الجنة
یعنی فاطمہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنتی نوجوانوں کے
سردار ہیں۔

(ابن جریر بحوالہ کنز العمال ۱۲ صفحہ ۶۳۰ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ مناقب حسین)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درجہ
ہے جسے وسیلہ کہتے ہیں جب تم اللہ سے دعا کرو تو میرے لیے وسیلہ مانگا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے
کہا یا رسول اللہ ﷺ اس درجے میں آپ کے ساتھ اور بھی کوئی ہوگا؟ فرمایا! علی و فاطمہ
والحسن والحسین علی و فاطمہ اور حسن و حسین (رضی اللہ عنہم) (ابن مردویہ - کنز جلد ۱۲ صفحہ ۶۳۰)
☆ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ
فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتون جنت سے فرمایا: نبینا خیر الانبیاء و هو ابوک ہم اہل بیت میں سے جو
نبی ہے وہ سب انبیاء سے افضل ہے اور وہ تمہارا باپ ہے۔ و شہیدنا خیر الشهداء
و هو عم ابیک حمزہ اور ہمارا شہید سب شہداء سے افضل ہے اور وہ تمہارے والد کا چچا
ہے یعنی امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ہے۔ آگے فرمایا ”ہم اہل بیت میں وہ بھی ہے جو اپنے دو پروں کے
ساتھ جنت میں جہاں چاہتا ہے اڑتا پھرتا ہے اور وہ تمہارے والد کے چچا (ابوطالب) کا بیٹا
ہے یعنی جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ہم اہل بیت ہی میں سے اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ تمہارے
بیٹے حسن و حسین ہیں (رضی اللہ عنہما) اور ہم ہی میں مہدی بھی آنے والا ہے۔

(طبرانی صغیر بحوالہ مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۶۹)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا! ”آخر ما تکلم بہ رسول
اللہ ﷺ فی اہل یبٹی۔ رسول کریم ﷺ نے وقت وصال جو آخری بات فرمائی
یہ تھی کہ میرے بعد میرے اہل بیت کا خیال رکھنا۔ (طبرانی اوسط)

اسی لیے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا!
ارقبوا محمد فی اہل بیتہ یعنی رسول کریم ﷺ کی اہل بیت کے متعلقہ آپ ﷺ
کی نسبت کا احترام کرو۔

(بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب باب مناقب قرابۃ الرسول ﷺ صفحہ ۵۲۶)

وہ شمع بارگاہِ خاندانِ مرتضوی

رہے گا مثلِ حرم جس کا آستان مجھ کو

نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی

بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو

دعا یہ کر خداوندِ آسمان و زمین

کرے پھر ان کی زیارت سے شاد ماں مجھ کو (اقبال)

خطیب نے تاریخ بغداد میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی اور طبرانی نے معجم اوسط میں عقبہ

اور انس اور ازدی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے

فرمایا: جب جنت کو حسن و حسین کی آمد کا علم ہوا کہ وہ مجھ میں تشریف لائیں گے ماست

الجنة میسا کما تمیس العروس فی خدرها تو جنت خوشی سے ایسے جھومنے لگی جیسے

دلہن فرحت سے جھومتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۲۸۴)

☆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت علی اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا: انا حرب لمن حاربکم

وسلم لمن سالمکم جس کی تم سے جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے اور جس کی تم سے صلح

ہے اس سے میری صلح ہے۔ (ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۲۷ مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا)

☆ حضرت ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے

فرمایا: انتنی بزواجک و ابنیک میرے پاس اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو لے آؤ۔ تو وہ

جا کر انہیں لے آئیں۔ رسول کریم ﷺ نے ان پر وہ چادر ڈال دی جو میرا بچھونا تھی اور خیبر

سے آئی تھی۔ یعنی خیبر کے مال غنیمت میں سے تھی پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اللھم

ان ھولا ال محمد فاجعل صلوتک و برکاتک علی ال محمد کما جعلتھا

علی ال ابراھیم انک حمید مجید یعنی اے اللہ یہ آل محمد ﷺ ہیں تو آل محمد پر رحمتیں

اور برکتیں اسی طرح نازل فرما جیسے تو نے آل ابراہیم پر نازل فرمائیں۔ بے شک تو حمد والا

بزرگی والا ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے چادر کا ایک پلو اٹھایا تاکہ میں بھی داخل ہو جاؤں

کان معی فی درجتی یوم القیامة

ترجمہ: جس نے مجھ سے محبت رکھی اور ان دونوں (حسین رضی اللہ عنہما) اور ان کے والد اور والدہ سے محبت رکھی وہ روز قیامت میرے ساتھ ہوگا۔

(ترمذی شریف جلد دوم مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفحہ ۶۱۵)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے چادر بچھائی اور اس پر آپ خود بیٹھ گئے اور علی اور فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم بھی بیٹھ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے اس چادر کے کونے آپس میں ملا دیئے اور فرمایا: اللھم ارض عنھم کما انا عنھم راض اے اللہ ان سے یونہی راضی ہو جا جیسے میں ان سے راضی ہوں۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۷۲ مناقب اہل بیت الرسول) امام ابن حجر فرماتے ہیں اسے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ ورجالہ رجال الصحیح غیر عبید بن طفیل و هو ثقة اس کے سارے راوی بخاری کے رواۃ ہیں عبید بن طفیل کے سوا وہ بھی ثقہ ہے اب جن کے لیے رسول کریم ﷺ دعا فرما رہے ہیں۔ اے اللہ ان سے راضی ہو جا جیسے میں ان سے راضی ہوں ان کی عظمت کا کیا کہنا ہے۔

رسول خدا ﷺ کی دعا مقبول ہے اللہ ان سے راضی ہے اور اس رضا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انہیں زندگی بھر اپنی رضا والے کاموں کی توفیق دی۔ کوئی کام ان سے ایسا نہ ہوا جو مرضی مولا کے خلاف ہو۔ اس لیے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ انہوں نے اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا۔ البتہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا اجتہادی تھی۔ وہ قابل معافی ہے اور غفوشدہ ہے بلکہ اجتہاد کا ایک درجہ ثواب بھی لیے ہوئے ہے۔

اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف قدم اٹھایا تو وہ بھی اس حدیث کی روشنی میں مرضی مولا کے عین مطابق تھا جو آپ رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیتے ہیں وہ اس حدیث سے عبرت پکڑ لیں۔

۔ جان ہماری اور ہماری روح و تن

ہو فدا بر نقش پائے پنچتن

مصطفیٰ و فاطمہ و مرتضیٰ
مجتبیٰ اور پھر شہید کربلا

(حضرت قاری محمد طیب نقشبندی)

اب خاندان نبوت میں سے حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء حضرت امام حسن مجتبیٰ حضرت امام عالی مقام امام حسین سید الشہداء اور واقعہ کربلا کے حوالے سے حضرت سیدہ زینب بیٹھا بنت علی شیر خدا بیٹھا اور حضرت امام زین العابدین کے کچھ نہ کچھ فضائل و مناقب لکھے جاتے ہیں اس کے بعد انشاء اللہ واقعہ کربلا پر اب تک لکھی جانے والی کتابیں اور علماء اہل سنت کی اس موضوع پر تقاریر کا خلاصہ یعنی تلخیص واقعہ کربلا آپ پڑھیں گے۔ یاد رہے کہ سیدہ فاطمہ الزہراء بیٹھا کے حالات زندگی اور فضائل کا بعض حصہ اور حسین کریمین اور سیدہ زینب بیٹھا کے فضائل و مناقب کا اکثر حصہ مولانا عبدالسلام رضوی کی کتاب ”شہادت نواسہ سید الابرار فی مناقب ال نبی المختار“ سے لیا گیا ہے۔ انشاء اللہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے فضائل و حالات خلفائے راشدین کے موضوع پر لکھی جانے والی کتاب میں آپ پڑھیں گے۔

حضرت فاطمہ الزہراء بیٹھا

شمع منیر قصر طہارت ہے فاطمہ
سرمایہ فروغ امامت ہے فاطمہ
ختم رسل کا اجر رسالت ہے فاطمہ
قرآن ہے رسول ﷺ تو آیت ہے فاطمہ
لازم تھا چونکہ نور سے پردہ بتول کا
رخ پہ سمٹ کے آگیا سایہ رسول ﷺ کا

حضرت فاطمہ الزہراء بیٹھا ہمارے آقا علیہ السلام کی (ایک قول کے مطابق) سب سے چھوٹی اور چوتھی صاحبزادی تھیں آپ کا اسم گرامی فاطمہ ہے اور ۱۳۵ کے لگ بھگ آپ کے القابات ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

فاطمہ نام رکھنے کی وجہ حضور ﷺ نے خود ہی بیان فرمائی: انما سمیت ابنتی فاطمة

لان الله تعالى منجیها ومحییها عن النار (عن انس رضی اللہ عنہ الصواعق المحرقة ص ۱۵۱) میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لیے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کا ادب و احترام کرنے والوں کو دوزخ سے بچا لیا ہے۔ (فاطمہ کا لفظ فطم سے ہے جس کا معنی جدا کرنا ہے اور اس کا مفہوم اس طرح بھی ہے کہ آپ دنیا میں رہ کر بھی دنیا سے تعلق نہ رکھتی تھیں)۔

آپ کو بتول اس لیے کہا جاتا کہ بتول بتل (وتبتل الیہ تبتیلا) سے ہے۔ کاٹنا جدا کرنا، آپ بھی فضیلت اور طہارت نسب کے اعتبار سے دنیا کی تمام عورتوں سے جدا ہیں۔ علامہ تاج الدین سبکی کے مطابق آپ کی شان حضرت مریم سے بھی اس وجہ سے زیادہ ہے کہ آپ حضور ﷺ کے جسم اقدس کا حصہ ہیں جیسا کہ آگے حدیث شریف کے حوالے سے آپ پڑھیں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا! اے فاطمہ کیا تو اس فضیلت سے خوش نہیں کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا! جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور فاطمہ مجھے سب سے پیاری ہے۔ اس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتوں میں حضور ﷺ کو سب سے زیادہ پیاری فاطمہ تھیں اور مردوں میں ان کے شوہر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ (مشکوٰۃ الاستیعاب)

یہ مصحف ال مصطفیٰ میں مثال ”یسین“ محترم ہے نہ پوچھ اس کی بلندیوں کو آسمان بھی یہ قدم ہے اسی کے جلوؤں سے ہے یہ دنیا اس کی غیبت رخ عدم ہے اسی کی چوکھٹ ”کو دیکھنے“ سے آسمان کی کمر میں خم ہے کیا ہے دونوں جہاں میں حق نے کچھ اس طرح انتخاب اس کا کہ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا جہاں میں نہیں ہے کوئی جواب اس کا

زہراء

یہ بھی آپ کا مشہور لقب ہے جس کا معنی ہے (جنت کی) کلی۔ آپ کا یہ لقب اس لیے

ہے کہ آپ کے ہاں حسن و حسین علیہما السلام کی پیدائش عصر کے بعد ہوئی اور آپ چونکہ حیض و نفاس سے پاک تھیں اس لیے آپ نے وہ عصر بھی پڑھی اور نماز مغرب بھی۔ ایک نماز بھی قضا نہ ہوئی۔

حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا! میری بیٹی (فاطمہ) انسانی حور ہے جسے کبھی حیض نہیں آتا۔ (نسائی)

آپ کے لقب زہراء پر یہ اشعار کتنے حسین ہیں۔

۔ جہانِ انسانیت میں توحید کا مقدس خیال زہراء

شرف میں وحدت ادا امامت جبیں نبوت جمال زہراء

ہو جس یہ نازاں دل مصور وہ نقش حسن کمال زہراء

خدائے بے مثل کی خدائی میں تابد بے مثال زہراء

یہ شمع عرفان ایزدی ہے یہ مرکز ال مصطفیٰ ہے

حسن سے مہدی تلک امامت کے سلسلے کی یہ ابتداء ہے

سیدہ فاطمہ علیہا السلام بچپن میں ہی سادہ طبیعت رکھتی تھیں دیگر بہن بھائی اگر کھیل میں بھی

مصروف ہوتے تو آپ اپنی امی جان حضرت خدیجہ الکبریٰ علیہا السلام کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔

حضور ﷺ کی ساری اولاد سے آپ کی فضیلت اس لحاظ سے بھی زیادہ ہے کہ آپ

اس وقت پیدا ہوئیں کہ جب حضور ﷺ نے نبوت کا اعلان فرما دیا تھا۔ قریش کعبے کی تعمیر

کر رہے تھے۔ قرآن نازل ہو رہا تھا

۔ وہ ہنستی تھیں تو فطرت بے خودی میں مسکراتی تھی

وہ روتی تھیں تو ساری کائنات آنسو بہاتی تھی

حضرت فاطمہ علیہا السلام جب اپنی امی جان کے بطن اطہر میں تشریف لائیں تو حضرت

خدیجہ علیہا السلام سے نو ماہ تک (جنت کی) خوشبو آتی رہی اور جب آپ پیدا ہوئیں تو یہ خوشبو

ادھر سے ختم ہو گئی مگر حضرت فاطمہ سے پھر بھی آتی رہی جس سے پتہ چل گیا کہ یہ اسی

جنت کی کلی کی خوشبو تھی (خوشبو محسوس تو ہوتی ہے نظر نہیں آتی) فاطمہ کا فیضان ہر جگہ ہے مگر

خود نظر نہیں آتیں۔

رسول پاک کی تصویر پر تنویر کو دیکھا

کیا دیدار جن آنکھوں نے تصویر محمد ﷺ کا

ہمارے آقا کی شان یہ ہے کہ آپ آسمانوں کی طرف تشریف لے جائیں تو آسمان کے فرشتے کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کریں۔ مسجد اقصیٰ میں جلوہ گر ہوں تو سارے نبی کھڑے ہو جائیں لیکن سبحان اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ جب بھی حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں قائم الیہا و قبلہا واجلسہا فی مجلسہ۔ حضور ﷺ کھڑے ہو کر اپنی بیٹی کا استقبال فرماتے۔ بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور حضور ﷺ بھی جب اپنی اس پیاری بیٹی کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی یہی سلوک کرتیں۔ قامت من مجلسہا فقلبتہ و اجلست فی مجلسہا (ترمذی مستدرک ج ۳ ص ۱۶۰)

زہرا جدوں وی آئیاں کھڑے ہو گئے رسول

ایں کہواں تعظیم یا پیار فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب ابو جہل کی بیٹی سے شادی کا ارادہ فرمایا تو حضور ﷺ ممبر پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا: واللہ لا یجتمع بنت رسول اللہ و بنت عدو اللہ مکانا واحد ابدا۔ خدا کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن (ابو جہل) کی بیٹی ایک گھر میں کبھی نہیں رہ سکتیں۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارادہ ترک فرمادیا۔

ایک دن حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی بات پر رنجش ہو گئی۔ حضور ﷺ نے صلح کروائی اور بڑے خوشی خوشی واپس تشریف لائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قدر خوشی ہونے کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! میں نے آج ایسے دو شخصوں میں صلح کروائی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ عزیز ہیں۔

وہ عبداللہ کی پوتی، آمنہ کے پور کی بیٹی

وہ کملی اوڑھنے والے محمد نور کی بیٹی

حضور ﷺ جب بھی کہیں غزوہ میں یا کسی سفر میں تشریف لے جاتے تو جاتے وقت سب سے آخر میں اور واپسی پر سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے تاکہ

حضرت فاطمہ ؑ کی شادی بھی ہو گئی تو حضور ﷺ روزانہ دو مرتبہ اپنی بیٹی کے پاس تشریف لے جاتے اور مکان ذرا دور ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حضرت علی المرتضیٰ کی وساطت سے عرض کیا! ہمارے پاس مکان خریدنے کیلئے تو رقم نہیں ہے۔ فلان صحابی کا مکان خالی ہے اور آپ کے قریب بھی ہے وہ ہمیں مانگ دیں۔ آپ نے فرمایا! مجھے مانگتے ہوئے تو حیا آتی ہے صحابی کو پتہ چلا تو انہوں نے بلا معاوضہ ہی مکان پیش کر دیا۔ (مفہوم)

سبحان اللہ! کیا شان ہے حضرت فاطمہ الزہراء ؑ کی۔ حضرت عمر کی بہن کا نام بھی فاطمہ تھا جس نے حضرت عمر کو جہنم سے بچایا اور ہمارے آقا ﷺ کی صاحبزادی نے ساری امت کو دوزخ کی آگ سے بچالیا کہ اللہ تعالیٰ فاطمہ الزہراء کے محبوبین کو دوزخ سے بچالے گا۔ فاطمہ زہرا نام کے حروف کی شان اعجازانہ کو کسی نے کیسے حسین انداز میں پیش کیا ہے۔

یہ ”فا“ سے فہم بشر کا حاصل ”الف“ سے ”الحمد“ کی کرن ہے

یہ ”طا“ سے طہ کے گھر کی رونق یہ ”میم“ سے منزل محن ہے

یہ ”ہا“ سے ہر دوسرا کے سلطان کے دیں کی پُر نور انجمن ہے

یہ ”زا“ سے زینت زمیں کی ”ہا“ سے ہدایتوں کا ہر اچمن ہے

یہ ”را“ سے رہبر رہ وفا کی ”الف“ سے اول نسب ہے اس کا

اس لیے نام فاطمہ ہے جناب زہرا لقب ہے اس کا

حضرت فاطمہ الزہراء ؑ کی شان عبادت یہ ہے کہ ساری ساری رات کبھی رکوع میں گزار دیتیں کبھی سجدے اور قیام میں اور عرض کرتیں یا اللہ! کاش اتنی لمبی رات ہوتی کہ میں خوب سیر ہو کر تیری عبادت کر لیتی۔ حضرت امام حسن فرماتے ہیں کہ کبھی ساری رات دعا میں گزار دیتیں اور میں سنتا رہتا تھا کہ ایک لفظ بھی اپنے لیے نہیں ہوتا ساری دعا حضور ﷺ کی امت کی بخشش کیلئے ہوتیں۔ میں نے ایک بار عرض کیا کہ کچھ اپنے لیے بھی مانگ لیا کریں تو فرمایا بیٹا! اپنا حق بعد میں ہوتا ہے پہلے امت کا حق تو ادا کر لوں۔

ایک بے مثال جملہ

ہر شخص کی اولاد اس کے دل کا سرور اور آنکھوں کا نور ہوا کرتی ہے اور خاص طور پر بیٹی اپنے باپ کیلئے رحمت خداوندی ہوتی ہے تو ”ہر بیٹی اپنے باپ کیلئے رحمت ہے اور فاطمہ وہ بیٹی ہے جو رحمتہ للعالمین کیلئے رحمت ہے۔“

ہے مصطفیٰ دا چین تے قرار فاطمہ
مولا علی دی شان دا شگھار فاطمہ
بنت رسول ‘ پارسا طیبہ تے طاہرہ
شرم و حیا دے ملک دی سالار فاطمہ

ایک بوڑھا یہودی بنو سلیم قبیلے کا حضور ﷺ کی بارگاہ میں مدد کیلئے حاضر ہوا۔ ایک صحابی نے اس کو اونٹ پیش کیا۔ حضرت علی نے عمامہ دے دیا۔ پھر تمام گھروں سے پتہ کیا فاقہ ہی فاقہ تھا۔ آخر حضور علیہ السلام نے حضرت سلمان کو اپنی بیٹی کے گھر بھیجا اور وہ بوڑھا بھی ساتھ تھا۔ حضرت فاطمہ نے اپنا دوپٹہ عنایت کر دیا فرمایا! کھانا تو نہیں کئی دنوں سے ہم نے خود نہیں کھایا مگر اس کو تو ضرور کھلایا جائے گا۔ یہ دوپٹہ بیچ کر یا گروی رکھ کر اس کو کھانا کھلا دیں۔ یہودی انگشت بدنداں رہ گیا۔ اور حضرت سلمان کو کہا! یہ کردار تو میں نے تورات میں پڑھا ہے۔ اے سلمان! گواہ ہو جا میں فاطمہ کا کردار دیکھ کر اس کے باپ پر ایمان لایا۔ چنانچہ اس کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا گیا اور تھوڑا کھانا بیچ گیا جو حضرت سلمان واپس لے کر آئے تو حضرت فاطمہ نے کہا! اے چچا یہ بھی کسی کو کھلا دیں کہ ہم جو چیز راہِ خدا میں دے دیں پھر واپس نہیں لیا کرتے۔

آپ کے پاس دو قمیصیں تھیں ایک نئی اور ایک پرانی۔ سائل آیا تو اس کو نئی دے دی اور پرانی خود پہن لی کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ رب کی راہ میں اپنی پسندیدہ چیز دینے سے ہی نیکی ملتی ہے۔

اسی کے نقش قدم کی برکت نے ماہِ و انجم کو نور بخشا
اسی کے در کے گدا گروں نے ہی آدمی کو شعور بخشا

اسی کی خاطر تو حق نے صحرا کو جلوۂ کوہ طور بخشا
جو اس کا غم لے کے مر گیا ہے خدا نے اس کو ضرور بخشا
یہ سوچ عقل و شعور بھی ہے دل فروغ و اصول بھی ہے
زمین پہ ہو تو علی کی زوجہ فلک پہ ہو تو بتول بھی ہے

پرودہ

آج ہماری ماں بہن سر سے دوپٹہ اتار کر باہر نکلتی ہے اور اس کے خیال میں عورت کے
گھر میں رہنے اور پردہ کرنے سے زہریلے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ
وہ جراثیم جو گھر میں رہ کر اور پردہ کی وجہ سے پیدا ہوں گے وہ تیرے لیے بہتر ہیں۔ اگر تو
بے پردہ ہو کر باہر نکلے گی تو ایسے جراثیم پیدا ہوں گے کہ ساری دنیا کو لپیٹ میں لے لیں گے
بلکہ لے چکے ہیں۔ اب تو سائنسدان بھی مان گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کی جلد عورت سے
سخت اس لیے بنائی ہے کہ یہ آسانی سے سردی کی حدت اور گرمی کی شدت برداشت کرنے
کی صلاحیت رکھتا ہے اور عورت پردے میں ہی رہے تو اس کی جلد کا حسن و جمال قائم رہ سکتا
ہے پھر نہ اس کو کسی میک اپ کی ضرورت ہوگی اور نہ کسی دوسرے مصنوعی حسن کی۔ سیدھا
کیوں نہ کہہ دیا جائے کہ عورت کا ظاہری و باطنی حسن سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنانے میں ہے۔

اگر پندے زور ویشے پزیری

ہزار امت بمرد تو نہ میری

بتولے باش و پنہاں شوازیں عصر

کہ در آغوش شبیرے بگیری

فطرت تو جذبہ ہادارد بلند

چشم ہوش از اسوۂ زہرا مبند (اقبال)

روح البیان میں ہے ان فاطمة الزهراء لما نزل علیہا الموت لم ترض
جب حضرت فاطمہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ملک الموت کا روح قبض کرنا آپ کو اچھا نہ
لگا۔ فقبح اللہ روحہا۔ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت فاطمہ کی روح قبض فرمائی۔

اس سے بڑھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پردے اور شرم و حیا کی مثال کیا دی جاسکتی ہے کہ قیامت کا دن جس میں برائی کا امکان تک بھی نہیں ہے ہر کوئی نفسا نفسی کے عالم میں اپنے اپنے پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا لیکن نادئ مناد من وراء الحجاب یا اهل الجمع غضوا ابصارکم و نکسوا رؤسکم حتی تدر فاطمہ بنت محمد ﷺ - پردے کے پیچھے سے کوئی ندادینے والا پکارے گا۔ اے محشر والو! نگاہیں نیچی کرلو۔ سروں کو جھکا لو اور اس وقت تک جھکائے رکھو جب تک فاطمہ بنت محمد ﷺ (پل صراط) سے گزر نہ جائے۔ ومعها سبعون الف جارية من حور العين كالبرق اور آپ کے ساتھ ستر ہزار موٹی آنکھوں والی جنت کی حوریں ہوں گی۔ چنانچہ آپ بجلی کی طرح گزر جائیں گی۔

(عن ابی ایوب انصاری وعن علی رضی اللہ عنہما)

یہ وہ کلی ہے کہ جس کی خوشبو کو سجدہ کرتی ہیں خود بہاریں
یہ وہ ستارہ ہے جس سے روشن ہیں آسمانوں کی رہگزاریں
یہ وہ سحر ہے کہ جس کی کرنیں بھی ہیں امامت کی آبشاریں
یہ وہ گہر ہے کہ جس کا صدقہ فلک سے آکر ملک اتاریں
یہ وہ ندی ہے جو آدمیت کی مملکت میں رواں ہوئی ہے
یہ وہ شجر ہے کہ جس کی چھاؤں میں خود شرافت جواں ہوئی ہے

حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک مرتبہ ذکر چھڑا کہ مرد عورت کی بدنگاہی سے اور عورت مرد کی بدنگاہی سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ ہر کسی نے اپنا اپنا مشورہ دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔

آپ نے گھر جا کر حضرت فاطمہ الزہراء سے اس بات کا ذکر کیا اور ان سے بھی رائے طلب کی۔ حضرت فاطمہ نے کہا مرد اپنی نگاہوں کو پست رکھیں اور عورتیں اپنی نظروں کو حضرت علی المرتضیٰ نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا! تو سرکار نے خوش ہو کر فرمایا! ایسا کیوں نہ کہتیں فاطمہ تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی حکم نازل فرما دیا: قل للمؤمنین يغضوا من ابصارهم الخ. وقل للمؤمنات يعصمن من ابصارهن۔ (سورہ نور) مرد اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور عورتیں اپنی نظر جھکا کر رکھیں۔

چونکہ عورتوں کی آواز میں قدرتی طور پر ایک نرمی اور نزاکت و حلاوت ہوتی ہے جو اثر کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دے دیا کہ غیر مردوں سے جب گفتگو کرو تو نرم و نازک اور شیریں لہجہ اختیار نہ کرو بلکہ اپنی آواز میں قدرے سختی اور کھردرا پن پیدا کرو تا کہ کوئی بد باطن غلط فہمی کا شکار ہو کر تم سے کوئی امید نہ وابستہ رکھے۔ (فلا تخصمن بالقول: الاحزاب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے کسی بچے کو طلب کیا تو آپ نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر دیا حالانکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خاص طور پر خادم تھے اور عزیزوں کی طرح آپ کے پاس رہتے تھے پھر بھی سیدہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پردہ فرمایا اور سامنے نہ ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور سیدہ رضی اللہ عنہا کے پاکیزہ عمل سے معلوم ہوا کہ غیر محرموں کے روبرو ہونا فتنہ کا موجب ہو سکتا ہے۔

اہل اسلام غور کریں کہ ہماری فلاح و عزت و آبرو کا تحفظ اسلامی پردہ میں ہے اور سیدہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہمارے لیے عملی نمونہ ہے۔

حیا کی ملکہ وفا کی آیت حجاب کی سلسبیل زہرا
کہیں ہے معصومیت کا ساحل کہیں شرافت کی جھیل زہرا
جہان موجود میں بنی ہے وجود حق کی دلیل زہرا
حضور زہرا بشر سے ہٹ کر ملائکہ کے سلام بھی ہیں
کہ اس کے سائے میں پلنے والے حسین جیسے امام بھی ہیں

عورت احساس کمتری کا شکار کیوں؟

ہمارے دور کی عورت احساس کمتری کا شکار ہو کر مغرب کی تقلید میں ہر جائز و ناجائز کام کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ شاید وہ یہ نہیں جانتی کہ وہ ایک عورت ہی تھی جس نے آج سے چار ہزار سال پہلے صفا مردہ کے چکر کاٹے تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں و لیوں کو بھی اس کے نقش پا کا احترام سکھایا ہے۔ زمزم کا لفظ ایک عورت ہی کی زبان سے نکلا اور یہ مقدس پانی شعائر اللہ میں شامل ہو کر عورت کی عظمت کا نشان بن گیا۔ وہ بھی عورت (مریم) ہی تھی جس کے

بارے میں فرمایا گیا وفضلها علی نساء العالمین۔ اس کو ہم نے تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ عورت پر وراثت سے محرومی کے ظلم کے خاتمے کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء کی کئی آیات نازل فرمائیں۔

ایک قول کے مطابق وہ بھی عورت ہی تھی جو سب سے پہلے محمد عربی ﷺ پر ایمان لانے کی سعادت پا گئی۔ اللہ کے محبوب نے عورت ہی کے بارے فرمایا کہ اگر اس کی عزت کی حفاظت کرتے کرتے اس کا خاوند بھائی بیٹا باپ یا کوئی بھی لڑتا لڑتا مر جائے تو قیامت کے دن اس کو شہیدوں میں سے اٹھایا جائے گا۔ (من قتل دون عرضہ فهو شهید او کما قال علیہ السلام)

بندھ میں ایک مظلوم عورت کی چیخ پر ہی اسلام کا جھنڈا لہرانے تک بات پہنچی اور سندھ باب الاسلام بن گیا اگر یہ ساری عزتیں عورت کے لیے ہیں تو یہ سمجھتی کیوں نہیں کہ اسلام اس کا خیر خواہ ہے جس نے اس کو گھر میں چرخہ کاتنے چکی پینے کا حکم دے کر اس کی گھریلو محنت کی قدر کی ہے اور اس کو شمع محفل بن کر ذلیل کرنے کے بجائے چراغ منزل بن کر اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اگر عورت دفتر میں جائے گی تو مرد کیا کریگا۔ وہ چرخہ کاتے گا یا چکی چلائے گا؟ اگر عورت مرد کے ساتھ بیٹھ کر گاڑی چلائے گی تو مرد بیکار نہیں بیٹھے گا تو کیا کرے گا۔ ہمارے دین نے خصوصیت کے ساتھ عورت کو سورہ نور پڑھ کر اپنی عصمت کے تحفظ کا درس دیا ہے۔

ادھر تصویر کا دوسرا رخ دیکھو تو عورت بیٹی ہونے کی وجہ سے باپ کے جنازے کی رونق بھی ہے۔ بھلا اس کا مرنا بھی کوئی مرنا ہے جس کے مرنے پر رونے والی اس کی بیٹی نہ ہو۔ شادی ہونے کے بعد جو باپ اپنی بیٹی کو ملنے جائے گا قدم قدم پر سنت کا ثواب ملے گا کہ محبوب خدا روزانہ دو مرتبہ اپنی فاطمہ کے گھر جاتے تھے۔ نیک بیوی جنت کی مالکہ ہوگی اور حوریں اس کی خادماں ہوں گی۔ کبھی بیٹی کی شان پاتی ہے تو کبھی بہن کا درجہ ملتا ہے۔ کبھی بیوی بنتی ہے تو خاوند کی خدمت کر کے اسی کے بچوں سے پاؤں چموا کر ان کو جنت کا حق دار بنا رہی ہے۔ بیٹی کی شان دیکھنی ہے تو فاطمہ کو دیکھو جس کی آمد پر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو جاتے ہیں بہن کی عظمت دیکھنی ہے تو زینب کو دیکھو جو اپنی اولاد بھی اپنے بھائیوں پر

قربان کر رہی ہے۔ بیوی کی شان دیکھنی ہے تو عائشہ و خدیجہ رضی اللہ عنہما کو دیکھو جن کے پاس خدا کا سلام آتا ہے اور ماں کی عظمت کا اندازہ لگانا ہے تو آمنہ و مریم رضی اللہ عنہما کو دیکھو جن کی گود میں محمد مصطفیٰ ﷺ آرہے ہیں عیسیٰ علیہ السلام پل رہے ہیں۔ شاہ نامہ اسلام سے ایک عورت کا واقعہ پیش کر رہا ہوں اگر کوئی درد دل سے پڑھے گا تو ضرور اس کے دل کی دنیا میں انقلاب پیدا ہوگا۔ یہ واقعہ اگرچہ سیرت ابن ہشام اور تاریخ کی دیگر معتبر کتابوں میں موجود ہے تاہم اپنے شعری ذوق کی تسکین کے لیے اس کو اشعار کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دیہاتی عورت یہودیوں کے بازار میں کچھ سودا بیچنے گئی۔ بنی قینقاع کے ایک زرگر یہودی کی دکان کے سامنے بیٹھی تھی کہ بعض ادبائش یہودیوں نے اس سے مذاق کرنا شروع کر دیا اور اس کا منہ کھلوانا چاہا، دوکاندار زرگر نے یہ حرکت کی کہ بے خبری کی حالت میں اس عورت کے لباس زیریں کو ایک کانٹے سے اس کی پشت کے کسی کپڑے سے ٹانگ دیا۔ جب وہ پاکدامن یہودیوں کے مذاق سے جھک آ کر دوسری جانب چلنے لگی تو کپڑے کے اس طرح ٹانگے جانے کی وجہ سے نگلی ہو گئی جس سے سب یہودی قہقہے لگانے لگے۔ پھر کیا ہوا؟

۔ سر بازار اک دن ہو گئی ہنگامہ آرائی

کوئی دیہات کی لڑکی تھی سبزی بیچنے آئی

یہودی بد معاشوں نے اسے چھیڑا شرارت سے

زبان فحش سے ہاتھوں کی زندانہ اشارت سے

بچاری سٹ پنا کر دوسری جانب لگی چلنے

تو اس کو کر دیا بے ستراک نامردا جہل نے

لگے ٹھنٹھا اڑانے بے حیا اس پاکدامن کا

کہ اس بازار میں کوئی نہ تھا اس پاکدامن کا

نہ حفظ آبرو کی جب کوئی صورت دکھائی دی

تو اس مظلوم لڑکی نے محمد ﷺ کی دہائی دی

پکاری کیا نہیں غیرت کسی انساں کے سینے میں

کہ یوں بے آبرو ہوں میں محمد ﷺ کے مدینے میں

لڑکی بے آبرو ہو کر چیخنے لگی اور اس نے مدد کے لیے حضور علیہ السلام کو پکارا اتفاق سے ایک مسلمان وہاں سے گزر رہا تھا جو دوڑ کر اس کی مدد کے لیے آ پہنچا اور اس یہودی کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ کو اس واقع کی اطلاع ہوئی تو آپ نے یہودیوں کو طعن و ملامت کی اور فرمایا! اس عذاب سے ڈرو جو بدر میں کافروں پر آیا تھا۔ یہودی بگڑ کر بولے! ہم قریش والے نہیں ہیں جو ہمیں آپ ڈرارہے ہیں۔ ہم سے منجھ آزمائی ہوگی تو یاد رکھو گے۔ چنانچہ آگے پھر شاہنامہ اسلام سے پڑھیے۔

یہ فقرہ کہہ اٹھی جونہی زباں بے اختیار اس کی

سنی اک راہ چلتے مرد مسلم نے پکار اس کی

وہ دوڑا بد معاشوں میں کھڑے دیکھا عقیفہ کو

عبا اپنی اتاری اور اڑھا دی اس عقیفہ کو

نظر آیا جو یہ اسلامی حمیت کا نظارا

تو ان بازار یوں نے اور بھی اک قہقہہ مارا

کوئی بولا ”یہ سبزی بیچنے والی کا شوہر ہے“

کوئی بولا ”نہیں! یہ باپ ہے وہ اس کی دختر ہے“

مسلمان نے کہا ”اچھی نہیں اتنی بھی بے دردی

ستانا عورتوں کو یہ بھی ہے کوئی جوانمردی

پرائی بیبیاں لاریب ساری مائیں بہنیں ہیں

ہماری بیٹیاں ہیں سب ہماری مائیں بہنیں ہیں

ہمارا دین ان کی عزت و حرمت سکھاتا ہے

بڑانا مرد ہے جو ایک عورت کو ستاتا ہے“

یہودی سخت گالی دے کے بولے ”نہ تو بک اتنا
 تجھے بھی دیکھ لیتے ہیں ابھی تو مرد ہے کتنا
 بڑا آیا ہے تو بن کر چلا جا راہ لے گھر کی
 اگر کچھ اور بک بک کی تو خیریت نہیں سر کی
 ارے لے ہم تیری مردانگی بھی آزماتے ہیں
 نہیں پہلے ستایا تھا تو اب اس کو ستاتے ہیں“
 مسلمان نے متانت سے کہا ”اے قوم بد اختر
 ہے اس عورت کی عزت اب تو مجھ کو جان سے بڑھ کر“
 یہ کہہ کر کھینچ لی تلواری عورت کے بچانے کو
 یہودی آپڑے تنہا یہ جرأت آزمانے کو

نمائت کرنے والے مسلمانوں کی شہادت

ادھر سے بیسیوں تبخوں کے چرے تھے کچوکے تھے
 ادھر اک مرد نے دستے سر بازار روکے تھے
 کہا لڑکی سے اب رستہ کھلا ہے بھاگ جا جلدی
 بچا کر آبرو لڑکی دعا دیتی ہوئی چل دی
 پکڑنا اس کو چاہا پھر لپک کر اک رزالے نے
 مگر اس کا صفایا کر دیا اللہ والے نے
 گری بازار میں بے جان ہو کر لاش بے سر کی
 وہ لڑکی لے چکی تھی راہ اتنی دیر میں گھر کی
 یہودی جمع ہو کر آپڑے تنہا دلاور پر
 گریں چوبیس تیغیں بحر جرأت کے شناور پر
 گھرا تھا مرد مومن مجمع اشرار کے اندر
 شہادت پائی غیرت مند نے بازار کے اندر

مثالِ ردِ گونجی یہ خبر ہر سو مدینے میں
 لگی غیرت کی بجلی کوند نے مسلم کے سینے میں
 رسول پاک ﷺ نے خود جا کے ان لوگوں کو سمجھایا
 خدا کے قہر سے ان کو ڈرایا اور فرمایا
 کہ اے اہل کتاب اللہ کے احکام کو مانو
 بنی آدم کا حق اپنی شریعت ہی سے پہچانو
 گزار و زندگی امن و امان، صلح و صفائی سے
 تباہی کے سوا حاصل نہیں کچھ بھی برائی سے
 مبادا تم پہ نازل ہو عذابِ دردِ ناک آخر
 ہوئیں اقوامِ اسِ جو رو تعدی سے ہلاک آخر

یہودیوں کا گستاخانہ جواب

یہودی گفتگوئے نرم سے کچھ اور بھی چکے
 اٹھے گستاخ ہو کر روبرو سردارِ عالم ﷺ کے
 کہا اس فتح ہنگامی پہ آپ اتنا نہ اترائیں
 ہمیں اپنے خدا کے نام سے ہرگز نہ دھمکائیں
 نہیں ہیں ہم قریشی فوج کی مانند کم ہمت
 کہ ڈر جائیں مسلمانوں کی صورت دیکھ کر حضرت
 لڑے ہیں آپ جا کر بدر میں آوارہ گردوں سے
 نہیں پالا پڑا اب تک یہودی شیر مردوں سے
 یہود آمادۂ پیکار تھے ہر وقت ہر ساعت
 مگر ان کو امان دیتا رہا تھا دامنِ رحمت
 نظر آیا کہ حد سے بڑھ چکا ہے جوشِ خود رائی
 تو محبوبِ خدا نے گوشمالی ان کی فرمائی

مسلمان عورت ذرا غور کرے کہ یہ عزت اسے اسلام کے سوا دنیا کا کونسا مذہب عطا کرتا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی چند احادیث

اس سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث گزر چکی کہ جب بھی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتیں تو آپ ﷺ اٹھ کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے۔ اس کے بارے مجمع الزوائد میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا!

جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی (معراج ہوئی) تو میں جنت میں گیا میں وہاں ایک درخت کے پاس ٹھہرا۔ اس جیسا حسین سفید پتوں والا خوشبودار پھل والا کوئی دوسرا درخت نہ تھا۔ میں نے اس کا پھل کھایا تو وہ میری پشت میں نطفہ بن گیا جب میں زمین پر آیا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مجامعت کی اور اس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ اب مجھے جنت کی خوشبو سونگھنے کا جب شوق ہوتا ہے تو میں فاطمہ میں وہ خوشبو سونگھ لیتا ہوں۔ فاطمہ دوسری عورتوں کی طرح نہیں نہ اسے وہ بیماریاں لگتی ہیں جو انہیں لگتی ہیں۔ (مجمع الزوائد بروایت طبرانی جلد ۹ صفحہ ۲۰۵)

☆ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ کی چال سے آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چال بہت مشابہ تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے وقت وہ آپ کے پاس آئیں جبکہ تمام ازواج رسول آپ ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں اور وہ (ازواج) آپ کے پاس ہی بیٹھی رہتی تھیں جب فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ نے انہیں کچھ کہا پھر اپنے قریب دائیں طرف بٹھا لیا اور ان سے سرگوشی فرمائی تو وہ سخت رونے لگیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا بات تھی؟ وہ کہنے لگیں۔ میں رسول خدا ﷺ کا بھید نہیں کھول سکتی۔ جب رسول خدا ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے ان سے کہا میرا تم پر جو حق ہے (ماں کے حوالے سے) اس کی وجہ سے بتاؤ کہ وہ کیا بات تھی جو رسول پاک ﷺ نے تم سے فرمائی۔ وہ کہنے لگیں ہاں اب میں بتا سکتی ہوں پہلی مرتبہ آپ نے مجھے بتایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھ پر پورے قرآن کا معارضہ (دور) کرتے تھے

مگر اس سال مجھ سے دو مرتبہ معارضہ کیا ہے۔ میں تو یہی دیکھتا ہوں کہ میرا وصال قریب ہے تو تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کہ میں تمہارا سب سے بہتر پیش رو ہوں تو میں رونے لگی۔ یہ دیکھ کر آپ نے مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی اور فرمایا:

یا فاطمة اما ترضی ان تكونی سیدة نساء المومنین اوسیدة نساء
هذه الامة .

اے فاطمہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم تمام مسلمانوں کی عورتوں کی سردار ہو یا
اس امت کی عورتوں کی سردار ہو؟

تو میں مسکرا نے لگی جو آپ نے دیکھا (یہ تھا میرے رونے اور مسکرا نے کا راز)

(مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۹۰ باب فضل فاطمہ رضی اللہ عنہا)

بخاری شریف کی روایت ہے وہ بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ سیدہ
فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت اپنے ہنسنے کی وجہ یہ بتائی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ میرے
اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھے آکر ملو گی۔ (سب سے پہلے تمہارا وصال ہوگا) تو
ممکن ہے نبی اکرم ﷺ نے دونوں باتیں ارشاد فرمائی ہوں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سب سے
پہلے آپ کو ملنا بھی اور ان کا سیدہ خواتین امت ہونا بھی بلکہ مجمع الزوائد کی ایک روایت (جو
پیچھے گزر بھی چکی ہے) کے مطابق ترمذی شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی
اکرم ﷺ نے فرمایا اے حذیفہ! یہ فرشتہ ابھی آسمان سے اتر آیا ہے اور یہ زمین پر پہلے کبھی نہیں
اترا تھا۔ اس نے اللہ سے اجازت لی کہ مجھے آکر سلام کہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دی
اور یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ

فاطمہ سیدة نساء اهل الجنة والحسن والحسين سيد شباب اهل
الجنة.

فاطمہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین تمام جنتی نوجوانوں کے

سردار ہیں۔ (ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ مناقب حسنین رضی اللہ عنہما)

ان احادیث سے معلوم ہوا سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تمام مسلمان عورتوں کی سردار ہیں۔

اگر یہ شبہ ہو کہ قرآن میں حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں ہے۔

واصفافك على نساء العالمين (سورة آل عمران آیت ۴۳)

کہ اے مریم! ہم نے تجھے تمام جہانوں کی عورتوں پر جن لیا۔

اس سے نظر آتا ہے کہ حضرت مریم تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے صرف جن لینے کا ذکر فرمایا واصفافك اور جن لینا کا معنی یہ ہے کہ سارے جہاں میں صرف انہی کو اس امر کے لیے چنا کہ بن باپ کے بیٹا عطا فرمایا یہ تو جزوی فضیلت ہوگئی۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا وفضلك على نساء العالمين کہ اے مریم! ہم نے تجھے تمام خواتین عالم پر فضیلت دی ہے اور اگر جن لینے کا مطلب فضیلت دینا ہے تو وہ اپنے زمانہ میں تمام عالمین کی عورتوں کی سردار تھیں وہاں علی نساء العالمين میں اس زمانہ کے اہل عالمین مراد ہیں جبکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ میں مسلمان خواتین کی سردار ہیں۔ اسی لیے مسلم شریف کی مذکورۃ الصدور حدیث میں سیدۃ نساء هذا لامة کے الفاظ بھی ہیں۔ اس کی حیثیت یوں کہ بنی اسرائیل کے بارے میں قرآن میں آیا دانی وفضلتكم على العالمين اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی (سورة بقرہ) مگر اس سے اس زمانہ کے اہل عالمین مراد ہیں جبکہ مطلقاً رسول اکرم ﷺ کی امت تمام امتوں کی سردار ہے۔ قرآن میں ہے کنتم خیر امة اور حدیث میں ہے انا خیر الانبیاء و انتم خیر الامم اور چونکہ حضور اکرم ﷺ کی امت سب امتوں سے افضل ہے اور آپ کا زمانہ پہلے زمانوں سے افضل ہے اس لیے اس امت کے عوام امم سابقہ کے عوام سے اور خواص سے افضل ہیں اس طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا امت محمدیہ کی خواتین کی سردار ہونے کی حیثیت سے سیدہ مریم علیہا السلام سے بھی افضل قرار پائیں۔ (عقمت ال بیت رسول: قاری محمد طیب نقشبندی)

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز

از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

نور چشم رحمتہ للعالمین

آں امام اذلین و آخرین

بانوے آں تاجدار حل اتی

مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا

حضرت فاطمہ الزہراء کی شادی

ہجرت کے بعد نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں کفار کی طرف سے ڈالا جانے والا اضطراب کچھ کم ہوا تو آپ نے اپنے ذاتی معاملات کو نمٹانے کی طرف توجہ فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی ابھی ایسے ہی حالات سے دو چار تھیں چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال اکبرم ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ارادہ فرمایا۔ اہل عرب میں اس وقت بھی یہ بات تھی اور اب بھی ہے کہ بڑی عمر کے لوگ چھوٹی عمر کی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں اور ان میں محبت و پیار بھی رہتا ہے اور زندگی بھی اچھی گزرتی ہے۔ خود رسول اکرم ﷺ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے چنانچہ اسی رسم کے مطابق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ اپنے لیے مانگا۔ آپ نے خاموشی اختیار فرمائی پھر عمر فاروق نے بھی یہ رشتہ اپنے لیے مانگا آپ نے پھر خاموشی رکھی۔ تب یہ بھانپ گئے کہ آپ کا ارادہ کیا ہے چنانچہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بصد اصرار کہا کہ وہ جا کر آپ سے یہ رشتہ مانگیں۔ انہوں نے جا کر رشتہ مانگا تو آپ نے فوراً قبول فرمالیا بلکہ اس بارے میں یہ حدیث بھی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ان اللہ امرنی ان ازوج فاطمة من علی۔

یعنی اللہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں

(مجمع الزوائد بروایت طبرانی ابن حجر کہتے ہیں اس کے سب راوی ثقہ ہیں جلد ۹ صفحہ ۲۰۷)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! اے علی تمہارے پاس کچھ رقم ہے جس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ضروریات خانہ خریدی جائیں؟ عرض کیا میرے پاس زرہ ہے جو جنگ کے مال غنیمت سے مجھے ملی ہے۔ فرمایا! اسے لے آؤ وہ لے آئے فرمایا اسے بیچ کر جو رقم ملے وہ میرے پاس لاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ حضرت عثمان غنی کو بیچی انہوں نے چار سو اسی درہم سے وہ زرہ خریدی اور یہ رقم دیدی بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں زرہ اور رقم دونوں چیزیں دے دیں۔ پھر اس رقم سے ضروریات خانہ یعنی جہیز کی خریداری کی گئی۔

مدارج النبوت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس بابرکت شادی کے موقع پر یہ دعا دی۔

بارك الله عليكمم واخرج منكمم ولدا كثيرا طيبا۔

برکت دے تجھ کو اللہ تعالیٰ اور تم کو نیک و پاک اولاد عطا فرمائے۔

آپ نے جب تمام اجتماع میں عقد فرما دیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا علی المرتضیٰ کے ہاں رخصت فرما دیا۔ عشاء کی نماز کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ کے ہاں تشریف لائے تو آپ نے پانی پر دم کیا روایات میں ہے کہ آپ نے معوذتین پڑھ کر اس پانی کو دونوں پر چھڑکا اور پھر فرمایا: اللھم انی اعینہا بک ودریتہا من الشیطن الرجیم پھر یہ دعا فرمائی: اللھم انہما منی وانا منہما اللھم کما اذہبت عنی الرجس وطہرتنی فطہرہما۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی کیوں روتی ہو نہ روؤ میں نے تمہارا عقد اللہ تعالیٰ کے حکم سے علی المرتضیٰ سے کر دیا ہے۔ اس وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ساڑھے پندرہ سال تھی۔

سیدہ کا جہیز

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کی تو کوئی حد ہی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ایک منافق نے حضرت علی المرتضیٰ سے کہا اگر تم میری لڑکی سے شادی کرتے تو میں تمہیں اتنا جہیز دیتا کہ اونٹوں کی قطاریں لگ جاتیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا یہ شادی نہ تقدیر سے اور نہ تدبیر سے ہوئی بلکہ امر الہی سے ہوئی ہے جو سب سے بڑا جہیز ہے اور دنیا کے مال و متاع پر تو میری نظر ہی نہیں جب آپ یہ جواب دے چکے تو غیب سے ندا آئی اے علی! اوپر دیکھو آپ نے اوپر دھیان فرمایا تو دیکھا کہ تمام آسمان پر اونٹوں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں اور ان پر بہشت کے انعام و اکرام کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے منافق! مجھے اللہ تعالیٰ نے فاطمہ کا وہ جہیز دکھایا ہے جو روئے زمین میں قیامت تک کسی نے نہ دیکھا ہے اور نہ دیکھ سکے گا۔ پھر بھی دنیا میں جو حضور ﷺ نے جہیز عطا فرمایا اس میں دو جوڑے دو بازو بند نقرئی اور ایک چادر ایک پیالہ ایک چکی دو گلاس ایک مشک اور ایک کٹورہ پانی پینے کا دو رضائیاں جو کتان سے مملو (بھر ہوئی) تھیں چار گدے دو اون سے بھرے ہوئے اور دو لیف یعنی کھجور کی چھال سے بھرے ہوئے تھے۔ (الھیات النخی ص ۹۹ ج ۱)

یہ شادی الاصابہ کے مطابق سن دو ہجری میں ماہ محرم کے اوائل میں (یا رجب المرجب میں) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے کچھ عرصہ بعد وقوع پذیر ہوئی۔ ابن عبدالبر کے نزدیک نکاح کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ کی عمر پندرہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اکیس سال اور پانچ ماہ تھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے قریباً پانچ برس بڑی تھیں کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت رخصتی نو برس تھی۔

حدیث میں ہے اس شادی کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میری امت نکاح کے وقت کھانا کھلانے کا طریقہ اپنائے تو تم بکری ذبح کر کے کھانا تیار کرو پھر مجھے بلاؤ اور مہاجرین و انصار کو کھلاؤ چنانچہ تمام مہاجرین و انصار نے کھانا کھایا مگر وہ پھر بھی بچ رہا تب آپ نے فرمایا بلال یہ اپنی ماؤں (امہات المؤمنین ازواج رسول ﷺ) کے پاس لیجاؤ اور ان سے کہو یہ تمہاری دعوت ہے۔ پھر آپ خود امہات المؤمنین کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا ہے اور تم جانتی ہو میری بیٹی مجھے کتنی پیاری ہے تو اسے تیار کرو میں اسے علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ تو امہات المؤمنین نے اپنی خوشبوؤں سے (جو گھر میں تھیں) انہیں خوشبو لگائی اور اپنے کپڑوں اور زیورات سے کپڑے اور زیور پہنائے تب رسول پاک اپنی بیٹی کے حجرے میں تشریف لائے۔

جب باقی عورتیں چلی گئیں اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا رہ گئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا میرے پاس پانی کا برتن لاؤ وہ لایا گیا تو آپ نے اس میں سے چلو بھر کر اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سر اور سینے پر چھڑکا پھر حضرت علی کے سر اور سینے پر چھڑکا اور اپنی بیٹی کو گلے لگا کر دعا فرمائی۔

اللهم انھا منی و انا منها اللهم کما ذہبت عنی الرحبس و طہرتنی

فطہرہما۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۳)

اے اللہ! فاطمہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ اے اللہ! جیسے تو نے مجھ

سے ہر ناپاکی دور کر دی ہے اور مجھے پاک کر دیا ایسے ہی ان دونوں کو بھی پاک

فرمادے۔

اس شادی اور جہیز کا ذکر محبت بھرے اشعار کی صورت میں شاہنامہ اسلام میں کئی صفحات پر پھیلا ہوا ہے جن میں سے چند شعر لکھے جاتے ہیں۔

مبارک ہے وہ دن لاریب رجب کے مہینے میں
نکاح حضرت زہراء ہوا جس دن مدینے میں

وہ زہراء ہاں وہی رسول اللہ ﷺ کی بیٹی

وہی زہراء شہنشاہوں کے شہنشاہ کی بیٹی

وہ کملی اوڑھنے والے مجسم نور کی دختر

وہ عبداللہ کی پوتی آمنہ کے پور کی دختر

مہاجر اور انصار اکابر جمع تھے سارے

اتر آئے تھے گویا دن کو اس تقریب میں تارے

نہ کوئی باجا گا جاتا تھا نہ کوئی شور و ہنگامہ

نہ شہنائی نہ نقارہ نہ دف تھی اور نہ دمامہ

نہ رنگا رنگ پوشاکیں نہ کنگن تھا نہ سہرا تھا

وہی تھے شاہ مرداں اور وہی مردانہ چہرہ تھا

رسول اللہ ﷺ خود موجود تھے محراب مسجد میں

کی کرتا کوئی پھر کس طرح آداب مسجد میں

جہیز ان کو ملا جو کچھ شہنشاہ دو عالم سے

ملا ہے درس ہم کو سادگی کا فخر عالم سے

متاع دینی جو حصہ زہراء میں آئی تھی

کھجوری کھر درے سے بان کی اک چارپائی تھی

مشقت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدر میں

ملیں تھیں چکیاں دو تاکہ آتا پس لیں گھر میں

گھرے مٹی کے دو تھے اور اک چڑے کا گدا تھا

نہ ایسا خوشنما تھا یہ نہ بذریعہ اور بھدا تھا

بھرے تھے اس میں روئی کی جگہ پتے کھجوروں کے
 یہ وہ ساماں تھا جس پر جان و دل قربان حوروں کے
 وہ زہراء جن کے گھر تسنیم و کوثر کی تھی ارزانی
 ملی تھی مشک ان کو تاکہ خود لایا کریں پانی
 ملا تھا فقر و فاقہ ہی مگر اصلی جہیز ان کو
 کہ بخشش تھی خدا نے اک جبین سجدہ ریز ان کو
 چلی تھی باپ کے گھر سے نبی کی لاڈلی پہنے
 حیا کی چادریں عفت کا جامہ صبر کے گہنے
 ردائے فقر بھی حاصل تھی توفیق سخاوت بھی
 کہ ہونا تھا اسے سر تاج خاتونانِ جنت کی
 پدر کے گھر سے رخصت ہو کے زہراء اپنے گھر آئی
 توکل کے خزانے دولت مہر و وفا لائی

(شاہنامہ اسلام ج نمبر ۳)

الاصابہ میں ابن سعد کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک چادر ایک تکیہ جس میں کھجور کے
 پتوں سے بھرائی کی گئی تھی دو چکیاں اور دو ہی پانی پینے کے برتن یہ چیزیں آپ نے اپنی بیٹی کو
 عطا فرمائیں جبکہ طبرانی نے ایک بستر کا بھی اضافہ کیا ہے جو رسیوں سے باندھا گیا تھا۔
 آج جہیز کی لعنت نے کئی نوجوان لڑکیوں کے ارمان کچل ڈالے ہیں اور کئی والدین
 دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی بیٹیوں کے لیے سامان جہیز جوڑتے جوڑتے اللہ کو پیارے
 ہو جاتے ہیں۔ کئی لڑکیاں اپنے گھروں میں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہیں کیونکہ جہیز کا خاطر خواہ
 انتظام نہیں ہو رہا۔ ہمارے معاشرے کے امراء اور نودولتے ایک رسم بد جاری کرتے ہیں اور
 غرباء ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش میں تباہ حال ہو جاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی
 ہمارے لیے اسوہ کاملہ ہے کیا ہماری بیٹیوں کی عزت خاتون جنت بنت رسول ﷺ سے بڑھ
 کر ہے جب ان کا جہیز اتنا مختصر تھا تو ہم اس کے لیے اتنے بڑے طومار کیوں اکٹھے کر رہے
 ہیں۔ اگر رسول خدا چاہتے تو اپنی بیٹی کے جہیز میں دنیا کے خزانے ڈال سکتے تھے۔ حضور ﷺ

نے ایسا اس لیے کیا کہ آپ صرف امیروں کے ہی نبی نہیں بلکہ نسل انسانیت کے لیے آپ کی ذات میں اسوہ کامل موجود ہے۔ آج دنیا میں لوگ جہیز کے نام پر کتنی قباحتوں میں مبتلا ہیں جو جہیز کا انتظام نہیں کر سکتا اس کی بچیاں بیٹھی بیٹھی سرفید کر لیتی ہیں۔ معاشرہ اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں اور بلکہ جو اس جہیز کی رسم بد کو لعنت کہتے ہیں وہی اس کو آگے بڑھانے میں پیش پیش ہیں اور ان کو دیکھ کر پھر دوسرے لوگوں کو بھی شوق چڑھتا ہے اور ایک بچی کی شادی پر ہی اتنے مقروض ہو جاتے ہیں کہ ساری عمر دوسرا موقع ہی نہیں بن سکتا کہ دوسری کے بھی ہاتھ پیلے کریں۔ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح پر سادگی کا طریقہ رائج کر کے اپنی امت کے غرباء کا خصوصی خیال فرمایا ہے کہ کوئی شخص اگر اپنی بیٹی کو جہیز میں کچھ بھی نہ دے سکے تو اتنا تو ضرور دے سکتا ہے جتنا میں نے فاطمہ کو دیا ہے تو اگر امیر آدمی بیٹی کو کار بنگلہ دے کر یہ کہے کہ میں نے اپنی بیٹی کو اتنا دیا ہے جتنا فلاں وزیر نے اپنی بیٹی کو دیا تھا تو غریب سراٹھا کر یہ کہہ دے کہ تو نے اگر وزیر جتنا دیا ہے تو میں نے اپنی بیٹی کو اتنا دیا ہے جتنا خدا کے رسول نے اپنی بیٹی فاطمہ کو دیا تھا۔

۔ اسی کے بچے ہنر سکھاتے ہیں دھر کو کیمیا گری کا
 اسی نے اپنے گدا گروں کو مزاج بخشا ہے افسری کا
 اسی کا گھر مخزن ہدایت یہی ہے محور پیامبری کا
 اسی کے نقش قدم کی مٹی سے راز ملتا ہے بوذری کا
 اسی کی خوشبو کا نام جنت ہے گنگناتی ہوا سے پوچھو
 جناب زہراء کے مرتبے کو خود رسول خدا ﷺ سے پوچھو

رسول اکرم ﷺ کو جیسے خود اپنے لیے مال دنیا پسند نہیں تھا آپ اپنی اہل بیت کے لیے بھی اسے ناپسند رکھتے تھے بلکہ آپ نے اپنے اہل بیت کے دل حب مال سے پاک کر دیئے تھے کیونکہ یہ محبت مال دنیا اکثر گناہوں کی جڑ ہے۔ اس سے حرص، طمع، جھوٹ، حق تلفی اور ظلم و زیادتی کے دروازے کھلتے ہیں اور یہی وہ تپہمیر ہے جو ویطہر کم تطہیرا میں ارشاد کی گئی ہے۔

چنانچہ علامہ عسقلانی نے ابن سعد کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک

روز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا نبی اکرم ﷺ کے پاس غلام آئے ہیں تم جاؤ اور اپنے لیے ایک غلام منگوا لو کیونکہ پانی بھرتے بھرتے میرے سینہ میں درد ہونے لگا ہے وہ کہنے لگیں ہاں چکی پیٹے پیٹے میرے ہاتھوں میں بھی چھالے پڑ گئے ہیں۔ ہمیں رسول اکرم ﷺ سے ایک لونڈی کا مطالبہ کرنا چاہیے جو ہماری مدد کرے چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گئیں مگر رسول اکرم ﷺ گھر نہ ملے۔ انہوں نے اپنی بات ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی جب رسول پاک ﷺ واپس آئے تو حضرت ام المومنین نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آنا اور لونڈی کی خواہش کرنا عرض کیا۔ نبی اکرم ﷺ اسی وقت حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہارے لیے لونڈی کی خدمت سے بہتر ہے۔ وہ کہنے لگے ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا جب تم سونے کے لیے بستر پر لیٹو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ تمہارے لیے خادم حاصل کرنے سے بہت اچھا ہے۔ (ذرقانی شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا خاتون جنت رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے اور میرے شوہر کے پاس سونے کے لیے کوئی بچھونا نہیں ایک مینڈھے کی کھال کے سوا وہی ہمارا بچھونا ہے اسی پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دن میں اسی (کوالٹ کراسی) پر اونٹ کو چارہ بھی ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی صبر کرو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی کے ساتھ دس برس یوں گزارے کہ ایک چھوٹی سی چادر کے سوا ان کے پاس کوئی بستر نہ تھا۔ (ذرقانی شریف)

گویا رسول اکرم ﷺ نے چاہا کہ جو فقر آپ نے اپنایا ہے وہ آپ کے اہل بیت بھی اپنائیں اور آسائش دنیا سے دور رہیں کہ جنت میں ان کا مرتبہ اتنا ہی بلند ہو۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ (غلام رسول ﷺ) فرماتے ہیں میں رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں ان کا چہرہ بھوک سے زرد تھا۔ رسول پاک ﷺ پہچان گئے آپ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے کے اوپر دہاں رکھا جہاں ہار پہنا جاتا ہے اور انگلیوں کو کشادہ کر کے یہ دعا فرمائی اے اللہ بھوکوں کو سیراب کرنے والے گرے ہوؤں کو اٹھانے والے فاطمہ بنت محمد ﷺ کو بھی بلندی دے دے۔ عمران کہتے ہیں

میں نے دیکھا کہ اسی وقت حضرت فاطمہ ؑ کے چہرے سے زردی ختم ہو گئی پھر میں ان کو بعد میں ملا اور پوچھا (کیا حال ہے) تو فرمانے لگیں اس دن کے بعد مجھے بھوک کا احساس نہیں ہوتا۔ (بیہی شریف)

قارئین کرام! ہماری لاکھ جانیں سیدہ فاطمہ خاتون جنت ؑ کی نعلین پاک سے لگنے والی گرد پر قربان وہ اس لیے بھوکی رہیں کہ ہم جیسے شکم سیر مجرموں کے لیے شفاعت کا انتظام کر سکیں۔ اے اللہ ان کی اس بھوک اور فقر و غنا کے صدقے ہم سیاہ کاروں پر اپنی رحمت کا سایہ فرما دے جو تین ٹائم پیٹ بھر کر اچھی سے اچھی غذا کھاتے ہیں اور دن رات تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ وہ بھوک میں بھی تیری رضا پر راضی رہیں اور ہم شکم سیر ہو کر بھی تیرا شکر نہ ادا کر سکے۔

متوجہ ؑ کا صبر و تحمل

آپ نے بڑی سے بڑی تکلیف دیکھی مگر زبان پر حرف شکایت نہ لائیں بھوک اور پیاس برداشت کی کئی کئی دن تک کھانا نہ ملا مگر صبر کا ایسا مظاہرہ کیا جس کی مثال ناممکن ہے۔ امام حسن فرماتے ہیں ایک بار ایسا ہوا کہ ایک دن کے فاقہ کے بعد ہمیں کچھ کھانا میسر آیا۔ حسین ؑ اور والد صاحب (حضرت علی ؑ) نے کھانا کھا لیا تھا مگر والدہ نے ابھی کھانا تھا کہ دروازہ پر کسی نے دستک دے کر کہا میں دو دن سے بھوکا ہوں آپ نے مجھ سے فرمایا جاؤ کھانا اس سائل کو دے دو مجھے ایک دن سے فاقہ ہے اور اسے دو دن سے ہے۔ اس کا حق مجھ سے زیادہ ہے۔ (سیرت فاطمہ ؑ)

رسول اکرم ﷺ نے آپ کے بیٹے امام حسین ؑ کی شہادت کی خبر دے دی تھی جب وہ پیدا ہوئے تو جبریل امین مٹی لے کر آئے اور بتایا یہ اس جگہ کی مٹی ہے جہاں آپ کے اس بیٹے کو آپ کی امت شہید کرے گی۔ رسول اکرم ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! حسین کو صبر و اجر عطا فرما۔ ابن عباس ؓ فرماتے تھے ہم اہل بیت کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ حضرت حسین ؑ ایک دن قتل کیے جائیں گے۔ (مسند رک)

اس کے باوجود سیدہ فاطمہ ؑ نے کبھی اس پردکھ کا اظہار نہ کیا اور یہ دعا نہ کی کہ میرا

بیٹا قتل سے بچ جائے بلکہ ان کے لیے ثابت قدمی کی دعائیں کرتی رہیں۔
 پھر رسول اکرم ﷺ کے وصال کا وقت آیا تو جو غم و آلام کا طوفان سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا
 خاتون جنت کے قلب نازک پر آیا اس کا تصور ہی رو نگئے کھڑے کر دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ
 کی ساری اولاد میں سے صرف آپ ہی اس وقت موجود تھیں گویا کوئی بھائی یا بہن دلا سے
 دینے کو موجود نہ تھے۔ آپ کا یہ شعر کتب عربیہ میں مشہور ہے کہ آپ نے وصال نبوی پر فرمایا:

صبت علی مصائب لوانہا

صبت علی الایام صرن لیا لیا

مجھ پر ایسے مصائب آپڑے ہیں

اگر وہ دنوں پر پڑتے تو وہ راتیں بن جاتیں

(مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۳۳۲)

یاد رہے یہ صدمے پیارے ابا جان کے وصال اور جدائی کا فطری صدمہ تھا نہ کہ فداک
 وغیرہ کے ہاتھ سے جانے کا۔

اس کے باوجود اس صدمہ جانکاہ پر کسی نے آپ کے چلانے کی آواز نہیں سنی۔

(عظمت ال بیت اطہار)

جوہر صدق و صفا از امہات
 مادران را اسوۂ کامل بتول
 گیر فرزندان خود را در کنار
 بایہودے چادر خود را فروخت
 گم رضائش در رضائے شوہرش
 آسیا گردان و لب قرآن سرا
 گوہر افشاندے بدامن نماز
 ہچو شبنم ریخت بر عرش بریں

سیرت فرزند ہا از امہات
 مزرع تسلیم را حاصل بتول
 ہوشیار از دستبرد روزگار
 بہر محتاج دلش آں گونہ سوخت
 نوری وہم آتشی فرماں برش
 آں ادب پروردہ صبر و رضا
 گریہ ہائے اور زبالیں بے نیاز
 اشک او برچید جبریل از زمین

(اقبال مجلہ)

نبی رزق کا عطا ہونا

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ سیدہ فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے تو سیدہؓ کو تین روز کے فاقہ سے دیکھا تو حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔

اللھم انزل رزقاً علی محمد و اهل بیتہ کما انزلت علی مریم بنت عمران۔

اے اللہ تو رزق نازل فرما محمد ﷺ اور اس کے اہل بیت پر جیسے تو نے نازل کیا رزق مریم بنت عمران پر۔

اس کے بعد فرمایا بیٹی اندر جاؤ اور جو کچھ ہو وہ لے لو آپ جب اندر گئیں تو وہاں پر ایک طباق جو جوہرات اور ثرید سے بھرا ہوا تھا اور بھنا ہوا گوشت جو اس پر رکھا ہوا تھا اور خوشبو آ رہی تھی۔ سیدہؓ نے وہ طباق اٹھایا اور ابا جان کے پاس لے آئیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی کھاؤ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ پھر حضور ﷺ اور سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدہ فاطمہؓ اور حسین کریمینؓ شہداء گمان عظیمین نے تناول فرمایا۔ (المحیات النبی ج ۱ ص ۱۰۱)

سیدہؓ کی عبادت و ریاضت و تلاوت قرآن

سیدہ فاطمہؓ کا یہ معمول تھا کہ آپ کھانا پکانے کی حالت میں بھی قرآن کی تلاوت جاری رکھتیں۔ حضور سرور کائنات ﷺ جب نماز فجر کے واسطے تشریف لاتے تو راستہ میں سیدہؓ کے گھر سے گزرتے تو سیدہؓ کی جگہ چلنے کی آواز سنتے تو نہایت درد و محبت کیساتھ فرماتے اے الہ العالمین! میری فاطمہ کو ریاضت و قناعت کی جزائیں عطا فرما۔

(المحیات ص ۹۹ ج ۱)

سیدنا امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں نے اپنی امی جان سیدہؓ کو صبح جنت جھو کو شام سے صبح تک عبادت و ریاضت اور خدا کے حضور گریہ و زاری نہایت عجز و انکساری سے دعا و التجا کرتے دیکھا اور میں نے دیکھا کہ اکثر اپنی دعا میں رسول کریم ﷺ کے حق میں فرمایا کرتیں۔ (مسند احمد ج ۴)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کا بون پھا

لے کر حضرت فاطمہ کے پاس گیا بچے سو رہے تھے آپ ان کو چمکے سے ہوا دے رہی تھیں اور ساتھ قرآن پڑھ رہی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ (سیرت فاطمہ)

سیدہ جنت کا وصال

سیدہ فاطمہ جنت نے اپنے ابا جان سرکار محمد رسول اللہ ﷺ کی جدائی میں چھ ماہ رو رو کر بڑی مشکل سے دن پورے فرمائے۔ یوم وصال سیدہ جنت نے خود بخود غسل فرمایا اور پاکیزہ کپڑے پہنے اور نماز ادا کی۔ بعد ازاں اپنا داہنا ہاتھ رخسارہ کے نیچے رکھ کر قبلہ رو لیٹ گئیں اور فرمایا میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کر رہی ہوں چنانچہ ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ بروز منگل کو آپ کا وصال ہوا اور آپ ہجر و فراق کی کٹھن منزلیں طے کر کے اپنے والد گرامی کی بارگاہ میں پہنچ گئیں۔

آپ کی تجہیز و تکفین اس طرح ہوئی کہ بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے وصال کے بعد میری چار پائی یوں ظاہر طور پر اٹھائی جائے (کیونکہ اس طرح میت کا وجود پوری طرح چھپتا نہیں) وہ کہنے لگیں میں آپ کے لیے ایسی چیز بناؤں گی جو میں نے ارض حبشہ میں دیکھی تھی۔ آپ نے فرمایا وہ مجھے دکھاؤ چنانچہ حضرت اسماء نے چند ٹہنیاں منگوائیں اور انہیں کاٹ کر ان کی ڈولی سی بنائی گئی تو اسے دیکھ کر آپ مسکرا پڑیں اور رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد میں نے اس وقت پہلی مرتبہ مسکراتے دیکھا۔ پھر ہم نے آپ کی رات کو تدفین کی۔ (حضرت محمد بن حنفیہ کی بیوی ام جعفر رضی اللہ عنہا اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ کو غسل دیا)۔

آپ کے وصال کا صدمہ آپ کی اولاد کو جو ہوا وہ تو ہوا خود حضرت علی المرتضیٰ نے آپ کے وصال پر ایسے درد بھرے عربی اشعار کہے کہ جگر پھٹ جاتا ہے۔ ان میں سے ایک شعر یہ

ہے۔

حبيب ليس بعده حبيب

وما سواه في قلبي نصب

مجھ سے وہ پیارا چمکڑ گیا کہ اب اس کے بعد کوئی اس جیسا نظر نہیں آتا اور
میرے دل میں اس کے سوا کسی کی محبت کا کوئی حصہ نہیں ہے۔
(مستدرک للحاکم ص ۱۶۳ ج ۳)

۔ ”کساء“ میں آئی تو پختن کے شرف کی شان بن گئی ہے
”نساء“ میں بیٹھی تو تربیت گاہ دین و ایمان بن گئی ہے
سمٹ کے دیکھا تو ”ب“ کے نقطے کی زیر شان بن گئی ہے
بکھر کے سوچا تو فاطمہ خود تمام ”عرفان“ بن گئی ہے
جہاں میں رمز شعور وحدت کی عارفہ تھی، امین زہرا
مباحلہ کی صفوں میں دیکھو تو دیں کی فتح مبین زہرا

آپ کی اولاد

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے بطن اقدس سے حضرت سیدنا امام حسن، سیدنا امام حسین،
سیدہ ام کلثوم علیہا السلام، سیدہ زینب علیہا السلام تولد ہوئے اس پر تو سب کا اتفاق ہے لیکن بعض نے یہ بھی
لکھا ہے کہ ایک محسن اور رقیہ بھی پیدا ہوئے لیکن صغریٰ میں انتقال کر گئے۔ حضرت سیدہ ام
کلثوم علیہا السلام کا نکاح سیدنا عمر فاروق سے ہوا ان کے بطن سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔ حضرت
فاروق اعظم کے بعد ان کا نکاح ثانی عون بن جعفر طیار سے ہوا۔ (ہکذافی البخاری فی
مناقب فاطمہ) اور زید بن عمر کا انتقال اس روز ہوا جس روز ان کی والدہ ام کلثوم علیہا السلام بنت علی
المرتضیٰ کا ہوا تھا۔ بنو عدی کسی بات پر جھگڑے رہے تھے زید صلیح کرانے کے لیے تاریکی میں
نکلے ان کی کوئی شناخت نہ کر سکا۔ ایک شخص کی ضرب ان کے سر پر لگ گئی۔ مضروب ہو کر
راگبر عالم بقا ہوئے۔ سیدہ زینب بنت فاطمہ علیہا السلام کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا
میدان کربلا میں اپنے برادر مکرم و معظم سیدنا امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھیں۔ گرفتاری کے بعد
بھی انہوں نے نہایت صبر و استقامت سے جملہ مصائب کو برداشت فرمایا اور اہل بیت کی
نکبہائی فرمائی اور اپنے لخت جگر کو بھی قربان کر دیا۔ (الہیات والجواہر ص ۱۰۸ ج ۱)

آپ کا نماز جنازہ

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کا وصال شب سہ شنبہ تیسری رمضان ۱۱ھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوا یہی قول مشہور و صحیح ہے اور بھی کئی قول ہیں لیکن وہ درجہ صحت سے دور ہیں اور بقیع شریف میں رات کے وقت دفن ہوئیں۔ ان کی نماز جنازہ ایک قول کے حضرت علی اور دوسرے قول کے مطابق حضرت عباس نے پڑھائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دوسرے دن ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور دیگر اصحاب نے حضرت علی المرتضیٰ سے شکایت کی کہ ہمیں کیوں خبر نہ کی ہم بھی نماز کا شرف پاتے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے عذر خواہی میں فرمایا میں نے فاطمہ کی وصیت کی بناء پر ایسا کیا کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو رات کو دفن کرنا تاکہ نامحرموں کی آنکھیں میرے جنازہ پر نہ پڑیں۔ لوگوں میں مشہور بھی ہے اور روایات میں بھی آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف زبیر بن العوام بھی شریک ہوئے۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے ابوبکر صدیق سے فرمایا کہ آپ نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں آپ کے ہوتے ہوئے آگے بڑھوں؟ ہاں میں اجازت دیتا ہوں آپ سیدہ علیہا السلام کی نماز جنازہ پڑھائیں۔

فصلی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ علی فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر علیہا اربعاً۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چار تکبیروں

سے نماز جنازہ پڑھائی۔ (مدارج النہو طبقات ابن سعد ص ۳۹ ج ۸ ترتیب الشرائع ص ۲۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ ناممکن ہے کہ خلیفہ اول اور دیگر اصحاب عظام ایسی عظیم شخصیت کے نماز جنازہ میں شریک نہ ہوتے یہ شوشہ لوگوں نے محض اصحاب کی عداوت کی بناء پر مشہور کر رکھا ہے جہاں تک سیدہ علیہا السلام کے پردہ کا تعلق ہے تو وہ باوجود اس کے کہ رات کو جنازہ تاریکی میں اٹھایا گیا اور نماز جنازہ بھی پڑھی گئی اور جنازہ کی چار پائی پر کھجوروں کی سبز ٹہنیاں اس طرح لگائی گئیں جیسے اونٹ کو بان ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں کیسے بے پردگی ہو سکتی تھی۔

اتفاق اسی پر ہے کہ سیدہ بیچھا کی قبر اقدس بقیع میں ہے اور امام حسن زین العابدین اور عم الرسول حضرت عباس کی قبور منورہ ان کے پہلو بہ پہلو ہیں۔ (مدارج النہوت)

رشتہ آئین حق زنجیر پاست
پاس فرمان جناب مصطفیٰ است
ورنہ گرد تر جیش گردیدے
سجدہ ہابر خاک او پاشیدے

میرے پاؤں میں قانون خداوندی کی زنجیر ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کا پاس ہے
ورنہ میں سیدہ فاطمہ الزہراء خاتون جنت بیچھا کے مزار اقدس کا طواف کرتا اور آپ کی قبر
اقدس پر سجدے کرتا۔ (علامہ اقبال)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت جب جنت البقیع میں حاضر ہوئے تو زیارت روضہ سیدہ
بیچھا کے وقت آپ کی حالت یہ تھی کہ فرماتے ہیں۔

مجھ کو کیا منہ عرض کا؟ لیکن فرشتوں نے کہا

شہزادی! در پہ حاضر ہے یہ بردہ نور کا

اپنے مضمون کو ان اشعار پہ مکمل کرنے کی چاہت رکھتا ہوں کہ

یہ ایسی مشعل ہے جس کی کرنوں نے آگہی کے اصول چمکے

اسی کے دم سے زمانے بھر کی جہیں پہ نام رسول چمکے

نجوم کرنوں کی بھیک مانگیں جو اس کے قدموں کی دھول چمکے

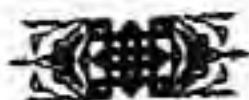
کہاں یہ ممکن ہے چاند شب کو بغیر اذن بتول چمکے

یہ مجھ سے پوچھو تو عرض کردوں قیاس آرائیاں غلط ہیں

یہ چاند میں داغ کب ہے لوگو! جناب زہراء کے دستخط ہیں

(موج ادراک)

☆☆☆☆☆☆☆☆



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

اسم گرامی اور القابات:

نام: حسن، کنیت: ابو محمد، القابات: تقی، زکی، مجتبیٰ، حبیبہ المصطفیٰ وغیرہا ہیں۔ خلفاء راشدین میں بھی آپ کا شمار ہوتا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تیس سال خلافت (علی منہاج النبوت) رہے گی پھر ملوکیت کا دور شروع ہوگا اور امام حسن کے چھ ماہ شامل کریں تو تب خلافت راشدہ کے تیس سال مکمل ہوتے ہیں تو گویا آپ آخر الخلفاء بالتقص بھی ہیں۔ (احمد الممعات، نور الابصار، تاریخ آئمہ)

لوح جہاں پہ فکر معراج فن کا نام
لکھتا ہے پختن کی حسین انجمن کا نام
سو چا خزاں کے عہد میں جب بھی چمن کا نام
آیا میری زباں پہ امام حسن کا نام
جس نے خدا کے دین کی صورت اجال دی
کتنے دلوں میں امن کی بنیاد ڈال دی

ولادت

امام حسن یکم رمضان المبارک ۳ھ کو مدینہ شریف میں پیدا ہوئے۔ بعض نے دواور بعض نے چار ہجری بھی کہا ہے لیکن یکم رمضان کی شب میں آپ کی ولادت پر سب متفق ہیں۔

ہیں۔ (الحدیث تاریخ)

امام حسن پیدا ہوئے تو حضور ﷺ اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے اور حضرت علی المرتضیٰ سے پوچھا کہ تم نے اس فرزند کا کیا نام رکھا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری کیا مجال ہے کہ آپ کے بے اذن و اجازت نام رکھنے میں سبقت کرتا۔ آپ مختار ہیں جو نام چاہیں وہ رکھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ کچھ دیر خاموش رہے یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہے اور اسی کی طرف سے یہ پیغام ہے کہ اس فرزند کا نام حسن رکھا جائے۔ پس حضور ﷺ نے اپنے اس نواسے کا نام حسن رکھا۔ (طبقات ابن سعد)

چمکتا ہے کہاں افلاک پر مہر میں ایسا کہاں ہوگا ولایت کی انگوٹھی میں نگیں ایسا
خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے حسن حیدر کو بڑی مشکل سے پالا ہے علی نے جانشین ایسا
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا نام جب حسن ہوا تو حسن حسن سے ہے جس کے معنی
خوبصورتی و جمال ہے یعنی دل کش خوبصورت جمیل خوشنما اور اسی نام کے باطنی معنی یہ ہیں
کہ صرف حسن ظاہری حسن و جمال کا کمال نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر جمال باطنی اور حسن معنوی
ملفوظ تھا۔ حسن احسان سے بھی مشتق ہے اسی لیے سیدنا امام حسن کے امتیازات میں احسان
ایک ان کی امتیازی صفت ہے۔ آپ جس طرح ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے حسن ہیں
اس سے بڑھ کر باطنی حسن و جمال میں بھی آپ کو کمال حاصل ہے۔ (نور الابصار النجد)

لعاب و ہمن و آدائے عقیقہ

حضور اقدس ﷺ اپنے اس نواسے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت طیبہ پر اپنی
بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا اے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا میرے
فرزند کو لاؤ۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک زرد رنگ کے کپڑے میں ملبوس کیے ہوئے آپ کی
خدمت اقدس میں حاضر کیا۔ حضور سید عالم ﷺ نے آپ کے داہنے کان میں اذان اور
بائیں کان میں تکبیر فرمائی اور آپ کی ولادت طیبہ کے ساتویں روز آپ نے عقیقہ فرمایا اور
آپ کے سر مبارک کے بال منڈوائے اور حکم دیا کہ ان بالوں کے مطابق ہم وزن چاندی

خیرات کر دی جائے۔

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عقیقے کے وقت یہ دعا فرمائی۔

اللهم عظمها بعظمه و لحمها بلحمه و دمها بدمه و شعرها بشعره
اللهم اجعلها وقاء لمحمد و آلہ۔

اے اللہ اس (جانور) کی ہڈی کے بدلے اس (نومولود حسن مجتبیٰ) کی ہڈی کی
(حفاظت فرما) اور اے اللہ اس عقیقے کو محمد اور آل محمد ﷺ کیلئے ڈھال اور بچاؤ
کا سامان بنا دے۔ حضور ﷺ نے بطور گئی (گڑھتی) اپنا لعاب دہن امام حسن
کے منہ میں ڈالا اور یہ دعا کی: اللهم انی اعینہ بک و ذریئہ من الشیطن

الرجیم

اے اللہ! میں تیری پناہ میں دیتا ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر)
سے (محفوظ رکھ)۔

ساتویں دن حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا ختنہ بھی کیا گیا اور یہ سارے کام حضور ﷺ
نے اپنے ہاتھوں سے کیے۔ (سبحان اللہ)

تشبیہ دوں کسی سے میری کیا مجال ہے

بس اتنا کہہ رہا ہوں حسن بے مثال ہے

چھ سال اور چار مہینے اپنے نانا جان حضور سرکار رسالت مآب ﷺ کے سایہ عاطفت
میں رہے اور سات سال سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی طاہرہ ماں کی آغوش کے زیر تربیت
رہے اور تقریباً عرصہ ۳۷ سال اپنے والد بزرگوار سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فیوض و
برکات سے مستفیض رہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی پاکیزہ آغوشوں میں پرورش فرمانے والے جیسے
امام جلیل میں یقیناً وہی تاثیر ہوگی جو ان عظیم ہستیوں میں ہے۔ (سوانح کربلا)

ہم شکل مصطفیٰ ﷺ

صحیح بخاری میں عقبہ بن حارث روایت کرتے ہیں۔

صلی ابوبکر ۛ العصر فخرج یشی ومعہ علیا فرأی الحسن یلعب

مع الصبيان فحملہ علی عاتقہ قال بابی شبیبہ بالنبی صلی اللہ علیہ

وسلم لیس شبیہا بعلی وعلی یضحک (بخاری فی المناقب)

ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز عصر پڑھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت امام حسن بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں آپ نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا میرا باپ قربان اس بچے پر یہ میرے آقا حضور مصطفیٰ ﷺ کے مشابہ ہیں۔ یہ علی کے مشابہ نہیں یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہنس پڑے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام حسن سے زیادہ کوئی بھی حضور ﷺ کے

مشابہ نہ تھا۔ (بخاری ص ۵۳۰ ج ۱)

مستدرک للحاکم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کی گود میں حضرت امام حسن کو دیکھا کہ حضور علیہ السلام کی داڑھی مبارک میں انگلیاں ڈال کر دل بہلا رہے تھے اور حضور ﷺ امام حسن کے منہ میں اپنی زبان مبارک ڈال کر یہ دعا فرما رہے تھے اللھم انی احبہ۔ اے میرے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔

۔ زہراء کا چاند ابن علی مصطفیٰ کا نور

جس کی جبیں سے پھوٹ رہی ہے شعاع طور

رقصاں ہے جس کی آنکھ میں ادراک کا سرور

جس کی ہر اک ادا سے نمایاں نیا شعور

چپ رہ کے جس نے باگ حکومت کی موڑ دی

کھولی زباں تو ظلم کی زنجیر توڑ دی

مہر نبوت پہ سواری

طبقات ابن سعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے صحیح سند کے ساتھ حضرت امام حسن کا

حالت سجدہ میں حضور ﷺ کی پشت انور پر سوار ہونے کا واقعہ اس طرح مذکور ہے۔

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو ساجد یجئ

الحسن ویركب ظهرہ..... الی آخرہ (نور الابصار)

تحقیق میں نے دیکھا اس حال میں کہ رسول اللہ ﷺ جب حالت نماز سجدہ میں تشریف لیجاتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو جاتے جب تک آپ خود نہ اترتے حضور ﷺ اس وقت تک سجدہ میں ہی رہتے اور تحقیق میں نے دیکھا کہ آپ جب رکوع فرماتے تو امام حسن آپ کے پاؤں کے درمیان میں گھس جاتے اور آپ رکوع سے نہ اٹھتے جب تک وہ دوسری جانب سے نہ نکل جاتے۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضور ﷺ کے کندھوں پر سواری کرنے کی روایت حضرت ابن عباس سے اس طرح ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حامل الحسن ابن علی علی عاتقہ فقال رجل نعم المركب رکبت یا غلام فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونعم الراكب

کہ حضور ﷺ اپنے کندھے مبارک پر اپنے نواسے امام حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھائے ہوئے ہیں تو ایک شخص نے کہا اے لڑکے تو کیسی اچھی سواری پر سوار ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اور سوار بھی کتنا اچھا ہے۔ (مشکوٰۃ)

صحیح مسلم میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے امام حسن کیلئے یہ دعا فرمائی۔

اللهم انی احبه فاحبه واحب من احبه (ج ۲ ص ۲۸۲)

اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور اس سے محبت کرنے والے سے بھی محبت کر۔

عبادت و تلاوت

امام حسن وضو فرماتے تو خوف خدا سے آپ کا جسم کا پنے لگتا اور رنگ زرد ہو جاتا جب آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا جس کی بارگاہ میں کھڑا ہونے والا ہوں وہ اس کی حق دار ہے کہ رنگ زرد ہو اور جوڑ کا نہیں۔ (احیاء العلوم)

یہی حالت آپ کی تلاوت قرآن کے وقت ہوتی اور امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ

نماز میں تو یہ حالت درجہ کمال کو پہنچ جاتی اور عابدین میں آپ اعلیٰ درجہ کے عبادت گزار تھے۔

تلاوت قرآن کے دوران جہاں بھی یا ایہا الذین امنوا کے الفاظ آتے تو لبیک لبیک کی صدا بلند کرتے۔ جنت کا ذکر آتا تو ترپتے تھے۔ دوزخ اور احوال بعد الموت کا تذکرہ آتا تو بلک بلک کر روتے تھے۔

آنکھیں ہیں یا چراغِ ابد کی فصیل کے
پلکیں ہیں یا حروفِ لبِ جبرائیل کے
عارض ہیں یا کنولِ مہ و انجم کی جمیل کے
اعضا ہیں یا نقوشِ خیالِ جمیل کے
چہرہ حسن کا ہے کہ شبیہ رسول ہے
عالم تمام نقش کف پاکی دھول ہے

مصلح اُمت

صحیح بخاری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ۔

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَنْبَرِ وَالْحَسَنَ ابْنَ
عَلَى ابْنِ جَنْبِهِ وَهُوَ يَقْبَلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ اخْرَی رِيقُولُ اَنْ
ابْنِی هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ یُّصْلِحَ بِهِ فِتْنَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنْ
الْمُسْلِمِیْنَ (باب المناقب ص ۵۳۰ ج ۱)

رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے پہلو میں امام حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں آپ ایک نظر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اور ایک نظر امام حسن کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے (کہ اے لوگو) بیشک میرا یہ بیٹا حسن رضی اللہ عنہ سید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے توسل سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح فرمادے گا۔

ترمذی شریف میں: اَنْ ابْنِی هَذَا سَيِّدٌ یُّصْلِحُ اللّٰهُ عَلَیْهِ بَیْنَ فِتْنَتَیْنِ کے

الفاظ ہیں۔ (ج ۲ ص ۲۱۸)

بحر سخاوت

آپ کسی سوالی کو بھی خالی نہ لوٹاتے تھے بلکہ سوال کرنے سے پہلے ہی اس کی حاجت پوری فرما دیتے تاکہ کوئی سوال کر کے شرمندگی نہ اٹھائے۔ (طبقات کبریٰ ج ۱ ص ۲۳)

ایک دن ایک شخص دعا کر رہا تھا یا اللہ! میرے مقروض مجھے تنگ کر رہے ہیں مجھے دس ہزار درہم عطا کر دے۔ امام حسن نے سن لیا اور اس کو دس ہزار درہم عنایت کر دیئے۔

(ابن عساکر ج ۳ ص ۲۱۴)

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے اپنی تنگدستی، ناداری فقر و فاقہ کا حال بیان کیا۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو بلایا اور فرمایا پچاس ہزار اشرفیاں اس کو دے دیجیے۔ (طبقات کبریٰ)

ابو الحامد امام محمد غزالی رحمہ اللہ احوال العلوم میں اس روایت کو درج کرتے ہوئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس شخص سے پچاس ہزار اشرفیاں اٹھائی نہ گئیں تو اس نے مزدور بلا لیے۔ وہ شخص جب دو مزدور لایا تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے دونوں مزدوروں کی اجرت بھی دے دی۔ غلاموں نے عرض کیا حضور اب تو ہمارے پاس ایک اشرفی بھی نہیں بچی آپ نے فرمایا! اللہ کے ہاں اجر بھی ملے گا اور زیادہ ملے گا۔ (تاریخ الخلفاء، احوال العلوم)

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا حضور آپ سائل کو کبھی خالی نہیں جانے دیتے خواہ آپ فاقہ سے ہی کیوں نہ ہوں۔ فرمایا: میں خود بارگاہ الہی کا فقیر ہوں۔ اس لیے مجھے شرم آتی ہے کہ میں خود گدا ہو کر کیوں کسی حاجب مند کو اپنے ہاں سے محروم کروں۔ نیز میرا اللہ ہمیشہ مجھ پر فیضان فرماتا رہتا ہے اور میں بھی اسی کا عادی ہو گیا ہوں۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔ (ابن عساکر)

پچیس حج ننگے پاؤں

آپ نے سواریاں ہونے کے باوجود پچیس حج برہنہ پا کیے اس نظریے سے کہ مجھے رب کی بارگاہ میں سوار ہو کر جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ چلتے چلتے پاؤں مبارک سوج جاتے دوسرے قاتلوں والے آپ کو دیکھ کر ادباً سوار یوں سے اتر جاتے لیکن آپ ان کو فرماتے کہ تم سوار ہو کر جاؤ تمہارے اندر کمزور لوگ بھی ہیں۔ ہم نے تو پیدل حج کرنا اپنی عادت بنالی ہے۔

(اسد الغابہ ج ۳ ص ۷۱ سوانح کربلا)

آپ کے حلم و بردباری کا عالم یہ تھا کہ مردان جیسا شخص جو آپ کا بہت بڑا دشمن تھا اور اکثر آپ کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا آپ کی شہادت پر آپ کے جنازے کو کندھا دیتا اور زار و قطار روتا۔ امام حسین نے فرمایا تو کیوں روتا ہے؟ اس نے جواب دیا! اس لیے کہ میں ان پر ظلم کرتا تھا اور یہ صبر کا پہاڑ بن کر سہتے رہتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی)

امام حسن کا ایک عجیب فیصلہ

ایک شخص کو گرفتار کر کے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس لایا گیا۔ گرفتاری ایک ویران غیر آباد مقام سے ہوئی تھی۔ گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی۔ یہ کھڑا تھا اور ایک لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔ اس شخص نے حضرت مولا علی کے سامنے اقبال جرم کر لیا۔ خلیفہ المومنین مولا علی المرتضیٰ جیسو نے ملزم اول سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں اقبال جرم کیا۔ اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ واقعہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں قصاب ہوں میں نے جائے وقوعہ کے قریب بکرے کو ذبح کیا تھا۔ گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی میں جائے وقوعہ کے قریب پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر اس لاش پر پڑ گئی۔ لوگ کہنے لگے یہی اس کا قاتل ہے مجھے بھی اس کا یقین ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اس لیے میں نے اقبال جرم ہی کر لینا بہتر سمجھا۔

اب دوسرے اقبالی مجرم سے دریافت فرمایا۔ اس نے کہا میں ایک اعرابی ہوں، مفلس ہوں، مقتول کو میں نے بطمع مال قتل کیا تھا۔ اتنے میں مجھے کسی سے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی میں ایک گوشہ میں جا چھپا اتنے میں پولیس آگئی اس نے پہلے ملزم کو گرفتار کر لیا اب جب اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اعتراف

کروں۔

یہ سن کر مولانا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمہاری اس مقدمہ میں کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا اے امیر المومنین! اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بچائی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ومن احياها فکانها احیا الناس جميعاً۔

جس نے ایک شخص کی جان کو بچالیا گویا اس نے سب لوگوں کی جان کو بچالیا۔

مولانا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا مشورہ بڑا ہی پسند آیا آپ نے دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے ادا کرنے کا حکم دیا۔

(الطریق الحکمۃ لابن قیم)

مغراج فکر، سدرہ نظر، عرش احتشام

ایسا نخی ملک بھی کریں جس کا احترام

بازو ہیں اس طرح سے عطا پر تلے ہوئے

جیسے فلک پہ صلح کے پرچم کھلے ہوئے

امام حسن رضی اللہ عنہ کی ازدواجی زندگی

آپ نے اپنی زندگی میں ستریا سو کے قریب نکاح فرمائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عورتیں اصرار کر کے آپ سے نکاح کرتیں تاکہ خاندان نبوت کے ساتھ تعلق قائم ہو جائے۔ آپ ان کی دلجوئی اور غریب پروری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نکاح فرمالیتے اور اکثر دو تین دنوں کے بعد طلاق دیکر فارغ کر دیتے اور ساتھ اتنا مال دیتے کہ جو ساری عمر بھی ختم نہ ہوتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک ہی دن میں آپ نے دو بیویوں کو طلاق دی اور دس دس ہزار درہم اور شہد کے کئی کئی مٹکے بھیجے۔ وہ دونوں آپ کو دعائیں دیتی ہوئی گئیں اور ایک عورت نے آپ سے جدا نہ ہونا چاہا تو آپ نے اس سے رجوع فرمالیا۔ آپ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کو حق مہر میں سولونڈیاں دیں اور ہر لونڈی کے پاس دس ہزار درہم تھے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کوفے میں اعلان فرما دیا: لاتزوجوه فانه

مطلاتی۔ لوگو! اس سے لڑکیاں نہ بیاہا کرو یہ بہت طلاقیں دیتا ہے۔ تو نبی ہمدان کے ایک شخص نے عرض کیا۔ واللہ لنزوجهنہ فإرضی امک وما کدرہ طلق۔ خدا کی قسم! ہم ضرور (اپنی بچیوں کا) امام حسن کے ساتھ نکاح کریں گے پھر ان کی مرضی ہے جس کو چاہیں رکھیں جس کو چاہیں چھوڑ دیں۔ (گویا انہوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے اپنی عورتوں کا نکاح کرنے میں فخر محسوس کیا)۔

آپ کی چند ازواج کے نام اس طرح ہیں۔

جعدرہ بنت اشعث 'ثقیفہ' لہ: الحسن رملہ ام ولد ام بشر بنت ابو مسعود بن عتبہ خولہ بنت منکور بن ریان بن عمرو بن جابر فاطمہ بنت ابو مسعود ام اطلق بنت طلحہ بن عبید اللہ۔
باختلاف روایات آپ کے کل بارہ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

حضرت زید رضی اللہ عنہ 'حضرت حسن رضی اللہ عنہ' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ 'حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ' حضرت حسین الاثرم رضی اللہ عنہ 'حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ 'حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ' حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ 'حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ 'حضرت قاسم رضی اللہ عنہ'۔
آپ کے صاحبزادوں میں سے چار (ابوبکر 'عمر' عبداللہ اور قاسم) میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

آپ کی شہزادیوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا 'حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام عبداللہ رضی اللہ عنہا 'حضرت ام الحسین رملہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام الحسن رضی اللہ عنہا۔ (تذکرۃ البہائم سوانح کربلا تاریخ الامم)

آپ کی شہادت

امین سعد نے عمران بن عبداللہ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ امام الاقطیاء حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ آپ کی چشمان مبارک کے درمیان قل هو اللہ لکھی ہوئی ہے۔ آپ کے اہل بیت عظام یہ خواب دیکھ کر بہت خوش ہوئے

لیکن جب یہ خواب حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اگر واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو یہ نہایت خوفناک خواب ہے چنانچہ بوقت انتقال حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی گھبراہٹ اور بے قراری زیادہ بڑھ گئی۔ اہل بیت کی آنکھوں میں بارش کی طرح آنسو ہیں۔ امام عالی مقام نے نہایت مایوس ہو کر اپنی سگی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب کر کے فرمایا۔ اے میری بہن دعا کرو کہ اللہ خاتمہ بالخیر فرمادے۔ میرے ماں باپ میرا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ تمہارا بہترین نگہبان ہے۔ تم بڑی ہو تمام خاندان کا خیال رکھنا اور کسی کو میرے بعد کوئی تکلیف نہ ہونے دینا۔ بہن زینب کی آہ و بکا اور تیز ہو گئی لیکن دامن صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس لیے کہ رضائے الہی پر شاکر ہونا انہی کی صفت ہے یہ منظر دیکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی جان امام حسن رضی اللہ عنہ کے گلے سے لپٹ کر روتے رہے اور عرض کیا اے میرے پیارے برادر گرامی! آپ کیوں رنجیدہ ہیں آپ کو عنقریب نانا جان حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی حاصل ہوگی اور حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت قاسم و طاہر و حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہم اجمعین کا دیدار نصیب ہوگا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے برادر عزیز میں کچھ ایسے امر میں داخل ہونے والا ہوں جس کی مثل اب تک داخل نہیں ہوا اور خلق الہی میں سے ایسی خلق کو دیکھتا ہوں جس کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ انی ادا خلقا من خلق اللہ لم ادر مثله قط اور اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا اے حسین میں تمہارے اس وقت کو دیکھ رہا ہوں جب کہ تمہارے ساتھ کوئی ماسوا خدا کے مددگار نہ ہوگا۔ یاد رکھنا اس وقت نانا جان اور ابا جان کی وصیت کے مطابق صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور تم بھی بہت جلد ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے۔

(اسد الغابہ تہذیب الکمال تذکرۃ الہام سوانح کربلا)

چنانچہ خواب اور اس کی تعبیر صحیح ثابت ہوئی اور کچھ ایام کے بعد ہی دشمنوں نے آپ کو زہر پلا دیا۔ زہر کے شدید اثر سے حضرت امام جلیل نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔

وکان مرضہ الاسہال الكبیدی وتقطع الامعاء ولما حضرته الوفاة

جاء الحسين رضي الله عنه فقال اي اخي من صاحبك قال تريد قتله قال نعم قال لئن كان صاحبي الذي اظن الله اشد نقمة وان لم يكنه ما احب ان تقتل لي برئيا ثم قال لقد سقيت السم مرارا وما سقيت مرة اشد من هذه

اور آپ کی بیماری یہ تھی کہ جگر اور انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دستوں میں نکلتی تھیں اور جب آپ کا وصال ہونے لگا تو حضرت امام حسین نے آکر عرض کیا اے میرے بھائی اور آپ کے پاس کون تھا جس نے یہ حرکت کی؟ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم اسے مارنا چاہتے ہو؟ امام حسین نے کہا ہاں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہی ہے قاتل میرا جو میرے گمان میں ہے تو میرا اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والا ہے اور اگر وہ قاتل نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ تم کسی بے گناہ کو قتل کرو۔ بعد اس کے آپ نے فرمایا مجھے کتنی ہی مرتبہ زہر پلایا گیا۔ لیکن ایسا سخت کبھی نہیں پلایا گیا۔ (تاریخ الخلفاء، سرالشہادتیں، تہذیب الکمال)

امام حسن کو زہر کس نے دیا

اس سلسلہ میں سید المفسرین صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ سوانح کر بلا میں لکھتے ہیں ”مؤرخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ اس طمع میں آکر اس نے حضرت امام کو زہر دیا تھا لیکن اس روایت کی کوئی سند صحیح دستیاب نہیں ہوئی۔

اور بغیر کسی سند کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لیے کوئی سند نہیں اور مؤرخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا معتمد حوالہ کے لکھ دیا ہے۔

یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانہ میں جیسی ہو سکتی ہے۔ مشکل ہے کہ بعد کو ویسی تحقیق ہو۔ خاص کر جب کہ

واقعہ اتنا اہم ہو مگر حیرت ہے کہ اہل بیت اطہار کے اس امام جلیل کے قتل کی خبر غیر کو تو کیا ہوتی۔ خود امام حسین رضی اللہ عنہ نام نہیں لیتے۔ یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادر معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے زہر دینے والے کا ذکر نہ کیا۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خود کسی کا نام لے لیتے۔ انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا۔

تو اب جعدہ کو قتل ہونے کے لیے معین کرنے والے کون ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یا امامین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا۔ نہ ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی شمع تہمت کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک بدترین تہم ہے۔ عجب نہیں کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کی افتراءات ہوں۔ جب کہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کثیر التزوج تھے اور آپ نے سو کے قریب نکاح کیے اور طلاقیں دیں۔ اکثر ایک دو شب کے بعد ہی طلاق دے دیتے تھے اور حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بار بار اعلان فرماتے تھے کہ امام حسن کی عادت ہے کہ یہ طلاق دے دیا کرتے ہیں کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے۔ مگر مسلمان بیبیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ کنیز ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اس کا اثر تھا کہ امام جن جن عورتوں کو طلاق دے دیتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی محبت میں شیدا یا نہ گزار دیتی تھیں اور ان کی حیات کا لمحہ لمحہ حضرت امام کی یاد اور محبت میں گزرتا تھا۔ ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیض صحبت کی قدر نہ کرے اور یزید پلید کی طرف ایک طمع فاسد سے امام جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔

(واللہ اعلم بحقیقت حالہ)

یہ کہہ دینا کہ فلاں کتاب میں لکھا ہے قنادہ نے کہا یا فلاں نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دیا تھا۔ سخت بے اصل و بے بنیاد دلیل ہے۔ اولاً ایسی روایتوں کا کوئی سروپا نہیں ان کی کوئی سند نہیں بلکہ محض ہوائی بات ہے۔ ثانیاً عقلاً بھی ان کی کچھ حیثیت نہیں۔ جب خود امام

حسین رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے یہی مطالبہ کیا آپ نے فرمایا: نعم و کرامۃ ہاں بڑی عزت و کرامت کے ساتھ۔ مروان کو پتہ چلا تو اس نے کہا کہ تم سب جھوٹ کہتے ہو۔ بخدا وہ وہاں دفن نہیں ہو سکتا۔ لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن نہ ہونے دیا اور اب حسن رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اسلحہ اٹھا لیا۔ مروان نے بھی لڑائی کی تیاری کر لی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی کہنے لگے یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہونے نہیں دیا جا رہا؟ خدا کی قسم وہ رسول پاک ﷺ کے بیٹے ہیں۔ پھر وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور قسم دلا کر کہا کہ کیا آپ کے بھائی نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ لڑائی کا ڈر ہو تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ آخر وہ راضی ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ جنت البقیع لے جایا گیا۔ بنو امیہ میں سے آپ کے جنازہ میں سعید بن العاص کے سوا کوئی شامل نہ ہوا۔ وہ اس وقت حاکم مدینہ تھے۔ انہیں خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے آگے کیا اور فرمایا یہی سنت ہے۔ آپ کو اپنی والدہ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(استیعاب جلد اول از صفحہ ۳۶۹ تا ۳۷۸)

یہ اہل تشیع کا جھوٹ ہے کہ معاذ اللہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو روضہ اطہر میں دفن ہونے کی اجازت نہیں دی تھی حالانکہ ان ہی کی اکثر کتابوں میں صاف یہ ذکر موجود ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دی تھی لیکن مروان مانع ہوا۔ چنانچہ تمام اصحاب نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق زیادہ تکرار نہ کیا اور آپ کو جنت البقیع کے مبارک قبرستان میں ان کی والدہ خاتون جنت سیدۃ النساء فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی آغوش اقدس کے ساتھ دفن کیا گیا۔

ان کے مولیٰ کے ان پہ کروڑوں درود
ان کے اصحاب و عمرت پہ لاکھوں سلام

(از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر رورو کر اعلان فرمایا کہ لوگو آج جی بھر کر رولو کہ حضور علیہ السلام کا محبوب دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔

(تہذیب المتذیب ج ۲ ص ۳۰۱)

زہراء کے لال تیرے چمن کو میرا سلام
 تیری ہر اک اداس بہن کو میرا سلام
 عباس کی جبین کی شکن کو میرا سلام
 چھلنی بدن کو سرخ کفن کو میرا سلام
 صدمہ تیرا بہت ہے شہ مشرقین کو
 پُرسہ میں دے رہا ہوں امام حسین کو

(موج ادراک)

حضرت داتا گنج بخش لکھتے ہیں

امام حسن کے حالات کو آپ کی سخاوت، حلم اور بردہاری کے اس واقعہ پر ختم کیا جاتا ہے جو مخدوم الاولیاء حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب شریف میں تحریر فرمایا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ ایک اعرابی آپ کے پاس آیا اور اس نے امام حسن رحمۃ اللہ علیہ سے سب و شتم کے ساتھ مکالمہ شروع کر دیا اور اتنا بڑھا کہ آپ کے آباؤ اجداد کبرام کی شان میں بھی بکنے لگا۔ حضرت امام نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ اسے فرمایا کہ میاں اعرابی تم مجھے بھوکے معلوم ہوتے ہو یا پیاسے یا تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہوئی ہے۔ اس نے جواب میں اور سخت کلام شروع کر دیا حتیٰ کہ بکنے لگا۔ تم ایسے تمہاری والدہ ایسی تمہارے باپ ایسے امام نے خادم کو حکم دیا کہ چاندی کا کوزہ اندر سے لائے وہ لایا آپ نے وہ کوزہ نقرئی اسے عطا فرمایا اور کہا میاں معاف کرو۔ اس وقت ہمارے پاس یہی کچھ تھا ورنہ مزید خدمت کرنے میں بھی دریغ نہ تھا۔ اعرابی نے جب یہ لفظ سنے اور جب یہ سخاوت دیکھی تو پکار اٹھا! اشہد انک ابن رسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں صرف آپ کے حلم و کظم غیظ کے تجربہ کے لیے حاضر ہوا تھا اور یہ صفت محققان مشائخ کی ہے کہ مدح و ذم خلاق ان کے نزدیک یکساں ہوتی ہے اور وہ لوگ کسی کلمہ سخت و ست سے اپنی حالت متغیر نہیں کرتے۔

(کشف المحجوب ص ۱۸۰ ترجمہ مولانا ابوالحسنات قادری بن امام المحققین علامہ سید دیدار علی شاہ صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ)

تیری مدحت میں حشر تک یا حسن علیہ السلام
 میں چہکتا ہی رہوں چمن بہ چمن
 حشر میں بھی نوازنا مجھ کو
 میرے مرشد میرے آقا امام حسن علیہ السلام
 تیری بخشش ہے کیمیائے نجات
 مجھ پہ برسیہ التفات کا دہن
 ”تو ہے آقا میرا امام حسن علیہ السلام
 میں ہوں نوکر تیرا غلام حسن علیہ السلام“



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہیدِ کربلا

حسین ابن علی کی شانِ رفعت کوئی کیا جانے
حسن جانے، علی جانے، نبی جانے، خدا جانے

نام و لقب اور پیدائش

نام حسین، کنیت ابو عبد اللہ، لقب سبط الرسول، ریحانہ الرسول، حضرت ام الفضل بنت
حارث دہخا جو حضور ﷺ کی چچی اور حضرت عباس بن عبد المطلب کی زوجہ محترمہ ہیں۔ فرماتی
ہیں۔

انی رأیت حلما منکر اللیلة قال وما هو قالت انه شدید قال وما
هو قالت رأیت کان قطعة من جسدك قطعت ووضعت فی حجری
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رأیت خیراً تلد فاطمة
انشاء اللہ غلاماً یکون فی حجرک

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۷۳ باب مناقب اہل بیت النبی)

میں نے بہت سخت عجیب خواب دیکھا، آپ نے فرمایا وہ کیا ہے جو تم نے
دیکھا۔ عرض کیا وہ بہت ہی ڈراؤنا خواب ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں تم
بیان کرو۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم اقدس کا
ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے ام الفضل!
یہ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ یہ تو بڑا مبارک خواب ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ

انشاء اللہ میری بیٹی فاطمہ کو اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمادے گا جسے تم اپنی گود میں لوگی۔

حضرت ام الفضل فرماتی ہیں جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا تھا ویسے ہی ہوا۔

فولدت فاطمة وکان فی حجری کہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم -

امام حسین پیدا ہوئے اور میری گود میں آئے۔ چنانچہ امام حسین کی ولادت پر حضور ﷺ

تشریف لائے اور فرمایا: اردنی ابنی ما سیتموہ مجھے میرا بیٹا دکھاؤ! کیا نام رکھا ہے؟

حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کیا! حرب نام رکھا ہے فرمایا! اس کا نام حسین ہے۔ اسی طرح

امام حسن کی ولادت پر بھی ہوا اور آپ کے تیسرے بھائی جن کا نام بھی حضرت علی نے حرب

ہی رکھا اور حضور ﷺ نے بدل کر محسن رکھا۔ ثم قال انی سیتھم باسماء ولد ہارون

علیہ السلام شبر و شبیر و مبشر۔ (سر الشہادتین)

پھر آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ میں نے ان کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے

ناموں پر رکھے ہیں۔ (ان کے نام اس زبان میں) شبر، شبیر اور مبشر تھے۔ (جن کا عربی میں

وہی معنی ہے جو حسن، حسین، محسن کا ہے۔)

امام عالی مقام کی نہ صرف شہادت بلکہ ولادت بھی بے مثال ہے کیونکہ دنیا بھر کے اطباء

اور ماہرین زچگی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ سات یا آٹھ ماہ کے حمل کا بچہ تو پھر بھی زندہ

رہ سکتا ہے جبکہ چھ ماہ کے حمل کی اولاد کا زندہ رہنا ناممکن کے قریب ہے کیونکہ گرمی و سردی کی

شدت وحدت جب نو مہینے والا برداشت نہیں کر سکتا اور اخبارات میں اس طرح کی کئی خبریں

آتی رہتی ہیں کہ فلاں جگہ گرمی سے اتنے بندے جھلس گئے اور فلاں جگہ سردی سے اتنے مر گئے

تو چھ مہینے کے حمل والا موسم کی صعوبتوں کا مقابلہ کس طرح کر سکتا ہے؟

مگر امام عالی مقام چھ ماہ کے حمل کی اولاد ہیں اور دنیا کو بتا دیا کہ نو ماہ والے مرتے

ہیں تو مر ہی جاتے ہیں اور دیکھو چھ ماہ والے مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں اور یقین نہیں تو

قرآن پڑھ کر دیکھ لو (ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات) یا مجھے شام و کوفہ

کے بازاروں میں کٹے ہوئے سر کے ساتھ نیزے کی نوک پر قرآن پڑھتا ہوا سن لو۔

اولاد فاطمہ نہ ہو دیں پر غار کیوں

نقصان دیں ہے اصل میں نقصان فاطمہ

باب بتول ہو کہ در خیمہ حسین

ہر ”حال“ میں لگا سر و سامان فاطمہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اپنی گود میں لیا۔

واذن فی اذنه وتفل فی فمه ودعاه وسماه حسينا يوم السبع وعق

عنه بكبش وقال احلقی راسه وتصرفی بزنة شعره فضة کما

فعلت بابنك الحسن (اسد الغابہ)

پس نبی علیہ السلام نے حضرت حسین علیہ السلام کے (دائیں) کان میں اذان (اور

بائیں کان میں تکبیر) کہی اور اپنا لعاب اقدس ان کے منہ میں ڈالا اور آپ

کے حق میں دعا فرمائی اور آپ کا نام حسین رکھا اور حکم دیا کہ ساتویں روز ان کا

عقیقہ کرو اور بالوں کو اتار کر اس کے ہم وزن چاندی خیرات کر دو۔

چنانچہ ساتویں روز یہ عمل کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کا نام بھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے منتخب فرمایا۔

امام حسین کا ساتویں دن نام رکھا گیا اور عقیقہ کیا گیا۔ بالوں کے برابر چاندی خیرات

کی گئی۔ آپ نے فرمایا: الحسن و الحسين اسمان من اهل الجنة (الصواعق ص ۸۱۱)

حسن و حسین جنتی نام ہیں اور ان سے پہلے کسی کے نہیں رکھے گئے۔

پرورش

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی تو اس وقت آپ کے بڑے بھائی

حضرت امام حسن علیہ السلام کی مدت رضاعت یعنی دودھ پلانے کا زمانہ ختم نہیں ہوا تھا۔ اس لیے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چچی ام الفضل علیہا السلام سے فرمایا آپ حضرت حسین علیہ السلام کو دودھ پلایا کرو

چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے اپنی والدہ کا نہیں بلکہ حضرت ام الفضل علیہا السلام کا دودھ پیا۔ اس لیے

حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا ٹکڑا ام الفضل بنت حارث علیہا السلام کی گود میں

آگیا۔ حضرت ام الفضل علیہا السلام نے حضرت حسین علیہ السلام سے ایسی ہی محبت فرمائی جیسی حقیقی بیٹے

سے ہوتی ہے۔ آپ نے حضرت حسین کی پرورش میں نہایت والہانہ محبت فرما کر آپ کے لیے اپنے تمام آرام قربان کر دیئے جیسا کہ ایک حقیقی ماں کرتی ہے۔

مولانا عبدالرحمن جامی لکھتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ امام حسین رضی اللہ عنہ کو دائیں ران پر اور اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بائیں ران پر بیٹھا کر پیار فرما رہے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا: حضور اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے پاس اکٹھا نہیں رکھے گا۔ آپ ان میں سے جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں اور دوسرے کو خدا کے سپرد کر دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر حسین جدا ہوگا تو فاطمہ بھی بے چین ہوگی اور میری بھی جان سوزی ہوگی اور ابراہیم کے جانے سے مجھے کو غم زیادہ ہوگا مجھے اپنا دکھ منظور ہے فاطمہ کی پریشانی نہیں دیکھی جاتی چنانچہ اس واقعہ کے تین دن بعد حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا وصال ہو گیا۔ اس کے بعد جب بھی امام حسین حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے آپ نے محبت سے چوما اور فرمایا! یہ وہ حسین ہے کہ میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو اس پر قربان کر دیا ہے۔ (شواہد النبوت ص ۳۰۵)

جز حسین ابن علی کون؟ کہانی کس کی؟
آج تک ہو نہ سکی بات پرانی کس کی؟
دجلہ وقت نے اپنائی روانی کس کی؟
لشکر ظلم کو مٹی میں ملایا کس نے؟
سو کے مقتل میں دو عالم کو جگایا کس نے؟

حسین وہ ہے کہ جس کا نانا نبیوں کا سردار ہے جس کا باپ ولیوں کا سردار ہے جس کی ماں جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور جس کا بھائی جنت کے جوانوں کا سردار ہے۔

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

نانا سید الانبیاء ہے باپ سید الاولیاء ہے ماں سیدۃ النساء ہے بھائی سید الاصفیاء ہے اور

خود سید الشہداء ہے۔

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

نانا محمد مصطفیٰ ﷺ ہے باپ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہے ماں فاطمہ الزہراء ہے بھائی حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہے خود شہید کر بلا ہے۔

۔ اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام
کون شبیر وہ جس کا نانا نبی جس کی ماں فاطمہ جس کا بابا علی۔

۔ اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

(مولانا محمد شریف نوری علیہ الرحمۃ کی ایک تقریر سے اقتباس)

۔ قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں

گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

دوشِ نبوت پر سواری

۔ حقیقت ابدی ہے مقام شبیری

بدلتے رہتے ہیں انداز کوئی و شامی (اقبال)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے حضور ﷺ کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت تھی۔

آپ نے فرمایا: حسین منی و انامن حسین احب اللہ من احب حسینا۔ حسین مجھ سے ہے میں حسین سے ہوں وہ اللہ کا محبوب ہے جو حسین سے محبت رکھے کیونکہ حسین میرا

نواسہ ہے۔ حسین سبط من الاسباط (ترمذی ص ۲۱۹ ج ۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم حامل الحسین علی عاتقہ وهو يقول اللهم انی احبہ فاحبہ۔

آپ نے امام حسین کو کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا اور یہ دعا فرما رہے تھے۔ اے اللہ! میں

حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

اس روایت سے کیا یہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا کہ جو لوگ کہتے ہیں امام حسین کر بلا میں

اقتدار کی خاطر اور کرسی کے حصول کے لیے گئے تھے وہ غلط ہیں کیونکہ جو چودہ طبق کے رسول

کے کندھوں پر بیٹھنے والا ہو اس کو کسی کرسی کی کیا ضرورت اور وہ کون سی کرسی ہے جو امام

الانبیاء کے دوشِ عزت کا مقابلہ کر سکتی ہو۔

مد عایش سلطنت بودے اگر

خود نہ کردے ہاں چنیں سماں سفر (اقبال)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں لکھا کہ عید کے دن امام حسین علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: تمام بچوں کے پاس سواریاں ہیں اور میرے پاس سواری نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام کا دل دکھانا مناسب نہ سمجھا اور کہنیوں اور گھٹنوں کے بل زمین پر تشریف فرما ہو کر امام حسین علیہ السلام کو اپنی پشت پر بٹھالیا۔ انہوں نے عرض کیا۔ دوسرے بچوں کی سواری کی تو لگام بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا دھاگہ منہ میں ڈال کر اس کے دونوں سرے امام حسین علیہ السلام کو پکڑا دیئے کہ اس سے لگام کا کام لے لو۔ پھر امام حسین علیہ السلام جس سائیڈ سے دھاگہ کھینچتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ادھر ہی مڑ جاتے۔ جس سے داتا صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی وہی ہے جو حسین کی مرضی ہے۔

اس طرح ایک مرتبہ نماز کے دوران امام حسین علیہ السلام کی کمر مبارک پر بیٹھ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت سجدے سے سر اٹھایا جب امام خود اترے۔ گویا خدا نے فرما دیا کہ محبوب آج تک تو نے میری رضا کے لیے سجدوں کو لمبا کیا ہے اور آج اپنے نواسے کی رضا کی خاطر سجدے کو لمبا کر دے۔

امام حسین علیہ السلام کی شان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ ان کے لیے سجدے کو لمبا فرما رہے ہیں اور سجدے کی شان امام سے پوچھو کہ وہ سجدے کے لیے سر کو کٹا رہے ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز معراج میں ملی ہے تو حسین کو معراج نماز میں مل گئی۔

شہسوار کربلا کی شہ سواری کو سلام

نیزے پر قرآن پڑھنے والے قاری کو سلام

یہ بھی کوئی فضیلت کی بات ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن و حسین کو کندھوں پہ اٹھا کر مدینہ کی گلیوں میں خرام ناز فرماتے تو یہ منظر دیکھ کر پورا مدینہ وجد میں آجاتا کہ حسین کتنے خوش نصیب ہیں کہ جن کے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور پاؤں حضور کے سینہ اقدس کو چھو رہے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں یہ بھی کوئی فضیلت کی بات ہے ہر مانا اپنے نواسوں کے ساتھ پیار کرتا ہے۔ ان کو کندھوں پہ بٹھاتا ہے تو نواسوں کے پاؤں مانے کی چھتی پہ لگتے ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ ہاں یہ تمہارے لیے تو کوئی کمال نہیں کہ تمہارے مانے کا سینہ کھانسی کا مرکز، بلغم کا منبع، سگریٹ حقہ پی پی کر دھویں کا گڑھ اور نزلے کا ذخیرہ اور حسنین کے لیے اس لیے کمال ہے کہ ان کے مانے کا سینہ وہ ہے جس پر تمیں پارے قرآن اترا ہے: فانه نزلہ علی قلبك اور الم نشرح لك صدرك کی شان والے سینے کا مقابلہ کس کا سینہ کر سکتا ہے۔

اودے مانے جیہا کے دا نیں نانا

اودہی ماں جیہی کے دی ماں وی نیں

اگے نیں ہوئی ہن وی نہیں کوئی

اگوں ہون دا کوئی امکان وی نیں

احادیث صحیحہ اور روایات مصدقہ پر جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی ملاحظہ فرمائیں۔

☆ عن ابی ہریرۃ قال ابصرت عینای ہاتان وسعت اذناي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو اخذ بکفی حسین وقدماه علی قدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو يقول ترق ترق قال فرقی الغلام حتی وضع قدمیه علی صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال افتح فاک تفلہ ثم قبلہ ثم قال اللهم احبه فانی احبه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری ان آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا۔ حضور ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے اور حسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں حضور ﷺ کے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے اور حضور ﷺ فرما رہے تھے اے ننھے ننھے قدموں والے چڑھ آ چڑھ آ۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ جسم اطہر پر چڑھتے گئے یہاں تک کہ اپنے قدم حضور ﷺ کے سینہ پر رکھ دیئے۔ پس آپ نے فرمایا منہ کھول پھر آپ نے اپنا لعاب دہن

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈالا اور منہ چوم لیا۔ پھر فرمایا اے اللہ تو اسے محبوب رکھ میں اسے محبوب رکھتا ہوں۔ (الاصابع لابن حجر العسقلانی)

ہر دور کے بلند خیالوں سے پوچھ لو
انسانیت کے نام پر کیا کر گئے حسین رضی اللہ عنہ؟
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین رضی اللہ عنہ

☆ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
جلس فی المسجد فجاء الحسین یمشی حتی سقط فی حجرہ
فجعل اصابعہ فی لحيۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ففتح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہ فادخل فہ فیہ ثم قال
اللہم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ (ابن عساکر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے
پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ کی آغوش اقدس میں لیٹ گئے
اور اپنی انگلیاں حضور ﷺ کی ریش اقدس میں ڈالنے لگے۔ حضور ﷺ نے اپنا
منہ مبارک کھولا اور اپنا منہ ان کے منہ میں ڈالا۔ پھر فرمایا اے میرے اللہ میں
اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ اور جو اس کے ساتھ محبت کرے تو
بھی اس کے ساتھ محبت فرما۔

لعاب دہن کی گٹی

حضور ﷺ نے امام علی مقام کو اپنے لعاب دہن کی گٹی دی۔ شاید اسی حوض کوثر کے
نظارے والی گٹی کا اثر تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہونے تک زبان پر شکوہ کا لفظ نہ لائے۔ اگر
گٹی بے مثال ہے تو حسین رضی اللہ عنہ کی قربانی بھی لا جواب ہے۔

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمتص لعاب الحسین

کما یمتص الرجل التمرۃ (الصواعق نور الابصار)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اس حال میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لعاب دہن کو اس طرح چوس رہے ہیں جیسا کہ آدمی کھجور چوستا ہے۔

اس پیار کا نتیجہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر ہے کہ جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہے وہ خدا کا پیارا ہوگا اور جو آپ کا دشمن ہوگا وہ قسمت کا مارا ہوگا۔

مدارج النبوت میں ہے کہ خراسان کے حاکم کو کسی نے خواب میں جنت کی سیر کرتے ہوئے دیکھا اور پوچھا کہ اللہ کو تیری کوئی بات پسند آئی ہے کہ تو جنت میں ٹہل رہا ہے۔ اس نے کہا: یہ بات کہ میں نے ایک مرتبہ کربلا کے شہیدوں کو یاد کیا اور کہا! کاش میں کربلا میں ہوتا اور نواسہ رسول کی کوئی خدمت کر سکتا۔ پس اللہ نے اس بات پر ہی مجھے بخش دیا۔

اور جمال الاولیاء میں اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ ایک گستاخ نے امام عالی مقام کی قبر انور پہ پیشاب کر دیا تو اسی وقت پاگل ہو گیا اور کتے کی طرح بھونکتا بھونکتا مر گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام عالی مقام کو چومتے بھی تھے اور سونگھتے بھی تھے۔ ایک شخص نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے نواسے کو سونگھ رہے ہیں تو عرض کیا حضور! ہم تو اپنے بچوں کو چومتے ہیں اور آپ سونگھتے بھی ہیں۔ فرمایا! یہ جنت کے پھول ہیں اور پھولوں کو سونگھا جاتا ہے۔ دنیا کے پھولوں سے تو پھر بھی کوئی ناگوار ہو آسکتی ہے مگر جنت کے پھول میں یہ تصور بھی کہاں لہذا کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے منہ سے کوئی ناگوار بو آتی ہوگی اس لیے حضور علیہ السلام چومنے کے بجائے سونگھتے ہوں گے۔

حسن رضی اللہ عنہ کا منہ چوم کر بتا دیا کہ یہ منہ کے ذریعے زہر دیکر شہید کیا جائے گا اور حسین رضی اللہ عنہ کا گلا سونگھ کر اشارہ فرما دیا کہ یہ گلا کٹا کر جام شہادت نوش کرے گا۔

جو میر کاروان مودت ہے وہ حسین رضی اللہ عنہ

جو رازدار کنز حقیقت ہے وہ حسین رضی اللہ عنہ

جو مرکز نگاہ مشیت ہے وہ حسین رضی اللہ عنہ

جو ناجدار ملک شریعت ہے وہ حسین رضی اللہ عنہ

وہ جس کا عزم آپ ہی اپنی مثال ہے
جس کی ”نہیں“ کو ”ہاں“ میں بدلنا محال ہے

ہم اس بچے کو بڑا خوش نصیب سمجھتے ہیں جس کی پیدائش کے وقت اس کے کان میں کوئی عالم مفتی یا پیر اذان پڑھنے کے لیے آئے مگر نواسہ رسول کی شان بھی تو دیکھو خود اذان والا اس کے کان میں اذان پڑھنے آ رہا ہے۔ ہم اذان میں محمد رسول اللہ ﷺ پڑھتے ہیں اور حضور ﷺ نے حسین رضی اللہ عنہ کے کان میں انسی رسول اللہ پڑھ کر بتا دیا کہ میرے جیسی اذان کوئی نہیں پڑھ سکتا اور حسین جیسی نماز کوئی نہ پڑھ سکے گا۔ لوگ تو مسجدوں کی صفوں پہ سجدے کرتے ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ تلواروں کے سائے میں سجدہ کرے گا اور ایسا کرے گا جس پر خدا کو ناز ہوگا، حوریں اور فرشتے جنت کی فضاؤں میں سجدے کرتے ہیں مگر سب کچھ کٹا کر اور گھرنٹا کر خون کی ندیاں بہا کر تین دن کی بھوک اور شدت کی پیاس کے باوجود کربلا کی تہمتی ہوئی ریت پر نانے کی اذان پہ نماز کے لیے خون کا مصلے بچھا لینا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا ہی کام ہے۔ اس لیے

اس کی ہمت پر علی شیر خدا کو ناز ہے
اس نواسے پر محمد مصطفیٰ ﷺ کو ناز ہے
سجدے اوروں نے کیے اس کا عجب انداز ہے
اس نے وہ سجدہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے

ایک نکتہ

فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ اے اللہ تو انسان کو خلیفہ بنا رہا ہے وہ قتل و غارت اور خون ریزی کرے گا۔ ونحن نسبح بحمدك و نقدمس لك اور ہم تیری حمد و تقدیس کرتے رہتے ہیں (خون ریزی نہیں کرتے کیونکہ خون ہے ہی نہیں لڑتے نہیں کہ غصہ ہی نہیں کمال یہ تو نہیں کہ بھوک ہی نہ لگے تو کھانا نہ کھائے اولاد ہو ہی نہ کہ اولاد کا دکھ برداشت کرے کمال تو یہ ہے کہ سب کچھ ہو اور نام خدا پہ قربان کر دے کمال تو یہ ہے کہ غصہ بھی ہو شھوت بھی ہو دروازے بھی بند ہوں ملکہ حسن زلیخا جیسی عورت کہے ہیت لك

اور یوسف کہے معاذ اللہ (فرشتوں کو فرعون و یزید کے کروت دکھائی دیئے اور انہوں نے جو کہتا تھا کہہ دیا۔ خدا نے فرمایا میں صرف یزید کو نہیں حسین علیہ السلام کو بھی پیدا کروں گا۔ صرف ابو جہل و عمرو کو نہیں محمد و ابراہیم (علیہما السلام) کو بھی پیدا کروں گا۔

کنکر کو دُر بنائے کہاں کون جوہری
ایجاد کی حسین علیہ السلام نے یہ کیا گری
بخشی ہے یوں بشر کو ملائک یہ برتری
بچوں کو ایک بل میں بنایا گیا جری
وہ جس نے شک کو حق کا قرینہ سکھا دیا
جس نے بشر کو مر کے بھی جینا سکھا دیا

دوسرا نکتہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ السلام نے حقا کہ بنائے لا الہ است حسین کہہ کر اور اقبال نے پس بنائے لا الہ گریدہ کہہ کر امام حسین علیہ السلام کو لا الہ کی بنیاد قرار دیا اس لیے کہ یزید کے دور میں لا الہ کو ہی خطرہ تھا باقی سارے کام کسی حد تک چل ہی رہے تھے۔ پس امام حسین علیہ السلام نے یزید کی شکل میں باطل اور شیطانی قوتوں سے ٹکرا کر باطل کو پاش پاش کر دیا۔ حق کا بول بالا کر دیا۔

حسین گر نہ شہید ہوتا

تو آج گھر گھر یزید ہوتا

یزیدیت کا اصول ہوتا

نماز روزہ فضول ہوتا

اور ایسا کیوں کیا؟ اس لئے کہ

اگر نہ صبر مسلسل کی انتہا کرتے

کہاں سے عزم پیہر کی ابتداء کرتے

نبی کے دیں کو تمنا تھی سرفرازی کی

حسین علیہ السلام سر نہ کٹاتے تو اور کیا کرتے

امام حسین کے اخلاق و عادات کے واقعات

ابن عساکر جلد نمبر ۴ ص ۳۳۲ پہ ہے کہ ایک بار ایک شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تو اسے شناخت کے طور پر بتایا کہ جب تم مدینہ میں پہنچ کر مسجد نبوی میں داخل ہو گے تو وہاں تمہیں لوگوں کا ایک حلقہ نظر آئے گا۔ اس حلقہ میں لوگ نہایت باادب طریقے سے بیٹھے ہوں گے تو سمجھ لینا یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کی اخلاقی خصوصیات اتنی بلند تھیں کہ لوگوں میں آپ بہت مقبول تھے اور لوگ آپ کا ادب و احترام کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کنیر نے پھولوں کا گلہ دستہ لا کر پیش کیا۔ گلہ دستہ ہاتھ میں لے کر حضرت نے سونگھا اور کنیر سے ارشاد فرمایا جاؤ تم اللہ کی راہ میں میری طرف سے آزاد ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا! آپ نے ایک گلہ دستہ پر ہی اتنی اچھی خبر و کنیر کو آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اذا حیتم بتحیة فحیوا باحسنها اور قوھا۔

جب تمہیں اچھا تحفہ پیش کیا جاوے تو تم اس جیسا یا اس سے بہتر تحفہ دیا کرو۔
پس اس لیے سب سے اچھا تحفہ یہی ہو سکتا تھا کہ میں اسے اللہ کے لیے آزاد کر دوں۔
(تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی)

اک فقر ہے شبیری اس فقر میں ہے میری
میراث مسلمانی سرمایہ شبیری (اقبال)

تواضع

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ میں نہایت عاجزی اور انکساری تھی۔ تکبر سے سخت نفرت تھی آپ کو کسی کام کے کرنے میں یا کسی طبقہ کے لوگوں میں بیٹھنے سے کبھی کسی قسم کی کوئی عار نہ تھی۔ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے چلا ہے تھے کہ راستہ میں چند غریب لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو جو دیکھا تو چورہاتے ہوئے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا حضور

آئے اور کھانا تناول فرمائیے۔ آپ اسی وقت ان غرباء کے حلقہ میں جا کر بیٹھے اور ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ فرمایا مجھے کھانے کی حاجت تو نہیں تھی لیکن تمہاری خوشی کی خاطر چند لقمے تناول کر لیے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان الله لا يحب كل مختال فخور. (ابن عساکر)
بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں فرماتا۔

ایک بار ایک ضرورت مند محتاج دیہاتی آپ کے دروازے پر حاضر ہوا اور چند گزارشات لکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں جن کے الفاظ یہ تھے:

لم يبق لي شيء يباع بحبة فكفاك مظهر حالتی الی ان قال فقد وجدت المشتري

میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رہی جس سے ایک دانہ خریدا جاسکے۔ میری حالت آپ پر ظاہر ہے بتانے کی حاجت نہیں۔ میں نے اپنی آبرو بچا رکھی تھی۔ اسے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا پسند نہیں کرتا تھا مگر اب خریدار مل گیا ہے۔

اتفاق سے جواب آنے میں کچھ دیر لگ گئی تو اعرابی دیہاتی نے چار مصرعے اور لکھ بھیجے۔

ماذا اقول اذ رجعت وقيل لي. ماذا اصبت من الجواد المفضل. ان

قلت اعطاني كذبت فان اقل بعلم الجواد بماله لم يقبل
جب میں لوٹوں گا تو مجھ سے پوچھیں گے کہ صاحب فضل نخی سے لٹھے کیا ملا ہے
تو کیا جواب دوں گا۔ اگر کہوں گا کہ مجھے دیا ہے تو جھوٹ ہوگا اور اگر کہوں کہ
نخی نے اپنا مال روک لیا ہے تو یہ بات مانی نہ جائے گی۔

سیدنا امام عالی مقام نے دس ہزار درہم کی تعمیلی اس سائل کو بھیجی اور ساتھ ہی اس کو

اشعار میں ہی یہ جواب دیا۔

ترجمہ: تم نے جلدی مچا دی ہے سو تمہیں یہ قلیل حصہ مل گیا ہے اگر تم جلدی نہ کرتے تو تمہیں اور زیادہ ملتا۔ اب لے لو اور یوں سمجھنا کہ سوال کیا ہی نہیں اور

ہم سمجھیں گے کہ گویا ہم نے کچھ دیا ہی نہیں۔ (ابن عساکر)

آقا! تو جی رہا ہے عجب اہتمام سے
سمجھے ہیں ہم خدا کو بھی تیرے کلام سے
کرنیں وہ پھوٹی ہیں سدا تیرے نام سے
کرتے ہیں تیرا ذکر سبھی احترام سے
پایا ہے وہ مقام ابد تیرے نام نے
آیا نہ پھر یزید کوئی تیرے سامنے

اندازِ محبت

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی دعوت کی۔ آپ بمعہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے گھر تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں امام عالی مقام بچوں سے کھیل رہے تھے۔ (بچپن میں کھیل چونکہ ہر شے سے عزیز ہوتا ہے نہ کھانے کی پرواہ نہ گھر جانے کی فکر) حضور ﷺ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر پیار کرنا چاہا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے دوڑ لگا دی۔ سرکار بھی پیچھے دوڑے اور آپ نے پکڑ لیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں ہم دیکھ رہے تھے کہ حضور ﷺ نے ایک ہاتھ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے نیچے رکھا اور دوسرے ہاتھ سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی ٹھوڑی پکڑ کر ان کے منہ پہ اپنا منہ رکھ کر بوسہ لیا اور پھر چھوڑ دیا۔ (مسند امام احمد)

نہ پوچھ کیسے کوئی شہِ مشرقین بنا
بشر کا نازِ نبوت کا نور عین بنا
علی کا خونِ لعابِ رسولِ شیرِ بتول
ملے ہیں جب یہ عناصر تو پھر حسین رضی اللہ عنہ بنا

صاف دلی

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قلب کو ظاہر و باطن کی پاکیزگی حاصل تھی۔ سب سے بڑی قلب کی پاکیزگی یہ ہے کہ وہ کسی مسلمان کے بارے میں کینہ نہ رکھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ اپنے بھائی محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو کر چلے آئے۔ آپ کے چلے آنے

کے بعد کچھ دوستوں نے حضرت محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اب امام حسین آپ کے پاس کبھی نہیں آئیں گے۔ حضرت محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں اگر تم لوگ کہو تو میں ابھی حسین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلا کر دکھاؤں؟ یہ کہہ کر آپ نے حضرت امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔

اے برادر معظم! ہم دونوں کے والد بزرگوار مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ اس لحاظ سے نہ مجھ کو آپ پر اور نہ آپ کو مجھ پر کوئی فضیلت حاصل ہے لیکن باں آپ کی والدہ محترمہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہزادی تھیں۔ میری ماں کے قبضہ تمام کمالات آجائیں تو بھی آپ کی والدہ کی شان و عظمت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ پس اس لحاظ سے آپ کو مجھ پر فضیلت حاصل ہے۔ اس لیے آپ میرے پاس آنے میں سبقت کریں کیونکہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمانوں میں ناچاکی ہو جائے تو جو کوئی دونوں میں صلح کرنے میں سبقت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ پہلے جنت میں داخل کرے گا۔ میری خواہش ہے کہ اپنی فضیلت کی وجہ سے جنت میں داخل ہونے میں بھی آپ ہی سبقت کریں۔ والسلام۔

حضرت امام حسین رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام محمد بن حنفیہ کا یہ خط پڑھ کر بہت ہی محظوظ ہوئے اور اسی وقت جا کر اپنے بھائی سے بغل گیر ہوئے۔ (الحسین رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۲۴)

علم و فضل

سیدنا حضرت امام حسین رحمۃ اللہ علیہ نے باب مدینہ العلم مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی آغوش میں بچپن سے لے کر جوانی تک تعلیم و تربیت پائی۔ باب مدینہ العلم نے جس کو خود تعلیم دی ہو۔ صحبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتگان سے جس نے براہ راست کسب فیض کیا ہو اس کو اگر علم و فضل کا بحر بیکراں کہا جائے تو مبالغہ کیونکر ہوگا۔ علماء سیر و تواریخ اس بات پہ متفق ہیں کہ امام عالی مقام اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور فاضل تھے۔ آپ کے معاصرین بھی آپ کے تبحر علمی کے معترف تھے اور آپ کی فقہی بصیرت کے مداح تھے جب کبھی کوئی علمی مشکل پیش آتی تھی تو حل مشکل کے لیے آپ ہی کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کو دودھ پینے والے بچے کا وظیفہ مقرر کرنے کے متعلق مسئلہ معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس مسئلے میں بھی انہوں نے

حضرت امام حسین علیہ السلام سے استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بطن مادر سے نکلنے کے بعد جب بچہ آواز دے اس وقت سے وہ وظیفہ کا مستحق ہو جاتا ہے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ علیہم السلام)
غرضیکہ آپ علم و حکمت کے بہت بڑے فاضل تھے۔

خون گلوئے اصغرِ مظلوم کی قسم
دنیا کو آج تیری ضرورت ہے یا حسین علیہ السلام
تیرے جوان اکبر و قاسم کے خون سے
سربز آج باغِ رسالت ہے یا حسین علیہ السلام
پہلے یزید ایک تھا اب لاکھوں ہیں یزید
پھر اک مزاج نو کی سیاست ہے یا حسین علیہ السلام

عبادت و ریاضت

سیدنا امام حسین علیہ السلام نے اپنی تمام زندگی رضائے الہی کے حصول اور عبادات الہی میں صرف کر دی۔ آپ کے دن مدرس دین اور راتیں قیام و سجود میں بسر ہوتیں۔ اکثر لوگوں نے دیکھا کہ آپ جب اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوتے تو خشوع و خضوع اور تضرع کا عالم یہ تھا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں بندھ جاتی۔ میدانِ کربلا کے عظیم مصائب کے وقت بھی آپ نے دن اللہ کے کلام کی تلاوت اور رات اللہ کے حضور رکوع و سجود میں گزار دی۔ آپ نے اپنی زندگی میں امام حسن علیہ السلام کی طرح خود پچیس حج پیدل ادا کیے۔

(تہذیب و احیاء ص ۱۲۳ ج ۲)

ابن عربی اور ابن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام ان اوصافِ جلیلہ کے حامل تھے۔ علم، حلم، عمل، عبودیت، صبر و استقلال، اولوالعزمی، سخاوت، شجاعت و تدبیر، عاجزی و انکساری، حق گوئی، حق پسندی اور راضی برضائے مولیٰ کا مجسمہ تھے۔ مزید فرماتے ہیں:

کان عالماً بالقرآن عاملاً زاهداً تقياً ورعاً جواداً فصيحاً بليغاً
عارفاً بالله و دليلاً على ذاته تعالى كان الحسين السبط اية من

سیدنا امام حسین علیہ السلام قرآن کے عالم باعمل، زاہد متقی، منزہ عن المعاصی متورع، صاحب جوہ و کرم، صاحب فصاحت و بلاغت، عارف باللہ اور ذات باری تعالیٰ کی حجت نمای تھے۔ حضرت حسین علیہ السلام نواسہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نشانیوں میں سے نشانی تھے۔

معلوم ہوا کہ یہ وہ شخصیت ہیں جو سراپا فضائل، جس کی ہر ادا، جس کا ہر فعل، جس کا ہر عمل، جس کا خلق اور جس کا کریکٹر، سرچشمہ فضیلت ہو اس کے فضائل مجھ جیسا کیا لاکھوں اور کروڑوں افراد بھی حیطہ تحریر میں نہیں لاسکتے مگر پھر بھی حصول برکت و سعادت دارین کی خاطر تبرکاً اور تیمناً اس بحر فضائل سے دو چار قطرات محض اس لیے لیے جارہے ہیں کہ سرشاران اہل بیت رسول اور فدایان سیدنا امام حسین علیہ السلام کے دلوں کو تسکین حاصل ہو سکے۔

رونے والا ہوں شہید کر بلا کے غم میں میں

کیا دُر مقصد نہ دیں گے ساقی کوثر مجھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور ان کے مختصر حالات

حضرت شہربانو رضی اللہ عنہا

یہ محترمہ بنت یزدجر بن شہریار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن کسریٰ نوشیرواں العادل، یزدجر شاہان فارس میں سے آخری بادشاہ سے تھیں۔ سیدنا امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب ملک فارس میں فتح حاصل ہوئی تو اس وقت یہ محترمہ اسیر ہو کر مال غنیمت میں لائی گئیں۔ سیدنا عمر ابن الخطاب فاروق اعظم خلیفۃ المسلمین امیر المومنین نے اس محترمہ حسینہ و جمیلہ بمع مزیں ہیرے و جواہرات و زیورات کی سیدنا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تزویج فرمادی۔

گویا شہنشاہ کسریٰ کی بیٹی کو شہنشاہ کونین کے بیٹے سیدنا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے بطن سے سیدنا امام حسین علیہ السلام کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ المعروف بہ امام زین العابدین متولد ہوئے۔

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا

یہ محترمہ بنت ابی مرہ بن مرہ بن عروہ بن مسعود بن معتب النخعی سے تھیں۔ ان کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آنے کا شرف حاصل ہوا ان کے بطن سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت علی اکبر متولد ہوئے۔

حضرت رباب رضی اللہ عنہا

یہ محترمہ بنت امراء القیس بن عدی الکلبیہ سے ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی ازواج میں سے زیادہ ان کے ساتھ محبت تھی اور ان کا بہت زیادہ اکرام و احترام فرماتے تھے۔

حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہا

یہ محترمہ طلحہ بن عبداللہ سے ہیں۔ ان کے والد معظم حضرت طلحہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ ان کو سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ زوجیت کا شرف ملا اور ان کے بطن سے امام حسین کے ہاں ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ صغریٰ پیدا ہوئیں۔

حضرت قضاعیہ رضی اللہ عنہا

یہ محترمہ قبیلہ بنی قضاعیہ سے ہیں۔ اسی نام قضاعیہ سے مشہور ہیں۔ ان کو سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرف زوجیت حاصل ہوا۔ ان کے بطن سے امام عالی مقام کے ایک صاحبزادے جعفر پیدا ہوئے۔

امام عالی مقام کی مذکورہ ازواج سے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

حضرت علی المعروف امام زین العابدین حضرت عبداللہ مشہور بہ علی اصغر حضرت فاطمہ صغریٰ خاتون حضرت علی اکبر حضرت جعفر حضرت سیمہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
ان کے مختصر حالات اس طرح ہیں۔

حضرت علی ابن الحسین المعروف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ محترمہ حضرت شہربانو ہیں۔ واقعہ کربلا میں سیدنا علی المعروف امام زین

العابدین بیمار تھے اور ان کی والدہ محترمہ کربلا میں موجود تھیں۔

حضرت علی اکبر ابن الحسین رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ محترمہ ام لیلیٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ واقعہ کربلا کے وقت جوان تھے اور عمر مبارک اٹھارہ سال تھی اور کربلا میں اپنے والد بزرگوار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جام شہادت نوش فرما گئے۔

حضرت عبداللہ المشہور علی اصغر رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ محترمہ حضرت رباب تھیں۔ واقعہ کربلا میں ان کی عمر چھ ماہ تھی اور یہ شیر خوارگی کے عالم میں تھے۔ سخت شدت پیاس پر پانی کے بجائے ان کے حلق اقدس پر ایک ظالم نے تیر مارا کہ شہزادہ نے تڑپ کر اپنے والد بزرگوار کی آغوش میں جان دے دی گویا کہ سرکار امام کے اس طفل شیر خوار کی شہادت بھی ہوئی۔ آپ کی والدہ حضرت رباب واقعہ کربلا کے وقت موجود تھیں۔

حضرت جعفر ابن الحسین رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ محترمہ حضرت قضا عیہ تھیں۔ سرکار امام رضی اللہ عنہ کے قیام مدینہ طیبہ میں بچپن میں ہی انتقال فرما گئے تھے بعد کئی سالوں کے واقعہ کربلا پیش آیا۔

حضرت فاطمہ صغرا خاتون رضی اللہ عنہا

ان کا والدہ محترمہ ام اسحاق رضی اللہ عنہا تھیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ شریف میں تھے یہ اس وقت جوان تھیں اور ان کا نکاح حضرت حسن مثنیٰ ابن امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو چکا تھا اور یہ بمعد اپنے بچوں کے اپنے شوہر حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ یعنی اپنے گھر میں تھیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے مدینہ طیبہ سے رحلت فرمانے پر ان کو ہمراہ نہ لے جانے کی یہی وجہ مانع ہوئی کہ یہ شادی شدہ اپنے گھر والی ہیں۔ دوسرا ان کے شوہر تجارت کی غرض سے باہر تشریف لے گئے تھے ان کی بغیر اجازت ان کا لے جانا بھی مناسب نہ تھا۔ واقعہ کربلا کے وقت سیدہ رضی اللہ عنہا خیر و عافیت کے ساتھ مدینہ طیبہ میں اپنے گھر پر تھیں۔ حضرت فاطمہ صغرا کے بطن سے حسن مثنیٰ ابن امام حسن

کے ہاں تین صاحبزادے ہوئے جن کی نسل روئے زمین میں ہے۔ عبد اللہ المحض، ابراہیم حسن المثلث۔

حضرت سکیمنہ بنت الحسین رضی اللہ عنہا

ان کی والدہ محترمہ حضرت رباب تھیں واقعہ کربلا کے وقت اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ کربلا میں موجود تھیں لیکن ان کی عمر مبارک اس وقت سات سال تھی۔ یہ وہ صاحبزادی سکیمنہ ہیں جن کے ساتھ سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کو شدید محبت تھی اور ان کی والدہ کے ساتھ بھی محبت تھی۔ واقعہ کربلا کے خونی منظر میں یہ شہزادی اور ان کی والدہ موجود تھیں۔

جہاں تک محققین کی تحقیق کے مطابق آپ کی ازواج و اولاد و امجاد کا تعلق پایہ ثبوت تک پہنچا ہے اس کے مطابق ذکر کر دیا گیا۔ گو بعض نے کچھ اختلاف بھی پیدا کیے ہیں لیکن اس کی صداقت کا معیار علماء محققین کے نزدیک جو درست ہے وہی قابل قبول ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ کے بعد آپ کی نسل روئے زمین میں آپ کے صاحبزادے سیدنا علی المعروف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پھیلی ہے اور شہزادی حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا سے بھی آپ کی نسل روئے دنیا میں آج تک موجود ہے۔

یاد رہے کہ یزید پلید کی بہت اولاد ہوئی تھی بعض نے لکھا ہے کہ اس کے چودہ لڑکے تھے اور چودہ میں سے آج تک نسل یزید کا کہیں کوئی نام و نشان بھی موجود نہیں۔ کتب عربی و فارسی و تواریخ معتبرہ کی ورق گردانی کے باوجود کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ ثابت ہوا کہ پروردگار عالم نے اس کی نسل تک بھی ختم کر کے رکھ دی اور سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کے صرف ایک ہی صاحبزادے سے کل روئے زمین میں نسل مبارک موجود ہے۔

(الجواہر تاریخ کربلا حیات خفی)

یہ جگر خراش منظر کہ امام اپنی محرمات مقدسہ کے جھرمٹ میں ہیں کہ سیدہ حضرت سکیمنہ رضی اللہ عنہا کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہیں۔ یہ سات سالہ شہزادی جن کے ساتھ حضرت امام کی بے پناہ محبت ہے اور سیدہ سکیمنہ رضی اللہ عنہا دیکھ رہی ہیں کہ میرے ابا جان مجھ سے جدا ہو رہے ہیں۔

جس طرح مجھ کو شہید کربلا سے پیار ہے

حق تعالیٰ کو قیہوں کی دعا سے پیار ہے

سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا امام کی لاڈلی بیٹی اس حال میں معصومانہ انداز میں کہتی ہیں۔

ابا جان کیا آپ موت کی تیاری کر رہے ہیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا: یا سکینہ

کیف لا یستلم للموت من لانا صرہ ولا معین۔ اے پیاری سکینہ جس کا کوئی

یار و مددگار نہ ہو وہ موت کے لیے تیار نہ ہو تو اور کیا کرے۔ سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی اچھا تو پھر

ابا جان۔ ردنا الی حرم جدنا۔ ہم کو حرم کی طرف بھیج دو۔ سیدنا امام عالی مقام نے فرمایا!

بصورت ضرب المثل ھیہات لو ترک القطالنام۔ اے پیاری بیٹی کاش اگر قطا (پرنده)

کو آزاد کر دیا جاتا تو آرام کی نیند سو جاتا۔ باپ اور سات سالہ بیٹی کی ان باتوں پر حرمت

مقدسہ رو پڑیں اور فیکئیء المحسین۔ امام عالی مقام بھی رو پڑے۔ آپ نے صبر کی تلقین

فرمائی اور سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کو بہت پیار اور دلا سے دیئے۔

شیر وہ قرآن مصائب ہے کہ اس میں

”الحمد“ سکینہ ہے تو ”والناس“ ہے اصغر

ایک غلط واقعہ

بعض مجموعوں میں حضرت سکینہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ شام کے راستہ میں

بحالت اسیری دمشق میں وفات پا گئی تھیں۔ یہ بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ کتب معتبرہ

میں قطعاً اس کا ذکر تک نہیں۔ بھرنا معلوم کہ ان لوگوں نے ایسا من گھڑت واقعہ سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا

کے لیے کیسے مان لیا ہے جبکہ واقعہ کربلا کے بعد کافی عرصہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا حیات رہیں اور

ان کے جوان ہونے پر ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوا اور یہ بھی سراسر بے

بنیاد بات ہے کہ سات سالہ بچی کا نکاح عین واقعہ کربلا کے وقت کربلا میں ہوا اور مہندی

لگائی گئی وغیرہ وغیرہ۔ بھلا ایسے شدید موقع پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایسا کام کرنے کی

فرصت تھی جس کا تعلق خوشیوں کے ساتھ تھا اور پھر ان کی عمر تو صرف بالاتفاق ابھی سات

سال تھی۔

آج کے دور میں بھی جبکہ سائنس نے اس قدر ترقی کر لی ہے کہ چاند پر جا پہنچے ہیں مگر مہندی آج بھی پانی کے بغیر نہیں لگائی جاسکتی تو کیا جو پانی امام عالی مقام نے مہندی میں ڈالا وہ علی اصغر کے حلق میں نہ ڈالنے کی وجہ سے کل بروز قیامت امام حسین ؑ کو باز پرس تو نہ ہوگی؟

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ



امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حالات

نام علی بن حسین رضی اللہ عنہ، کنیتیں: ابو محمد، ابو الحسن، ابو بکر، لقب سجاد زین العابدین (بیمار کربلا)

ولادت: مدینہ طیبہ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۳۸ھ والدہ شہر بانو بنت یزدجر۔ آپ ابھی تین سال کے نہ ہوئے تھے کہ آپ کے دادا جان سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو گئی۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ ہوا۔ واقعہ کربلا کے وقت آپ کی عمر ۲۳ سال تھی۔ یہ بھی ان کا امتحان تھا کہ عین واقعہ کربلا کے موقع پر بیمار ہوئے اور واقعہ کربلا کے بعد کے تمام صدمے ان کو برداشت کرنا پڑے۔ جب یزید نے لوگوں سے دمشق میں اسیران کربلا معلیٰ کے متعلق مشورے لیے کہ بتاؤ اب ان کا کیا کیا جائے۔ آیا ان سب کو قتل کر دیا جائے یا قید میں رکھیں یا رہا کر دیا جائے۔ اس کے حواریوں نے اس کو طرح طرح کے مشورے دیئے اکثر نے رائے یہ دی کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ سیدنا امام زین العابدین نے فرمایا۔ اے یزید! لقد شاور علیک ہولاء بخلاف ما شاور بہ جلساء فرعون علیہ حین شاورہم فی موسیٰ و ہارون فانہم قالو الہ ارجہ و اخاہ ولا تقتل۔ تیرے درباریوں نے تجھے وہ مشورہ دیا ہے کہ جو فرعون کے درباریوں نے بھی نہیں دیا تھا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق دریافت کیا تھا کہ مجھے ان سے کیا کرنا چاہیے تو اس کے درباریوں نے اس سے کہا کہ ان کو قید کر ڈالو لیکن یہ تو اس سے بھی بدتر ثابت ہوئے جو اسیران آل رسول کے قتل کرنے کا تجھ کو مشورہ دے رہے ہیں۔ (الہیات)

آپ ﷺ کا تقویٰ

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اس درجہ کے متقی اور پرہیزگار تھے کہ کان اذا توضأ یصفر لونه فقیل ما هذا الحال قال اتدرون بین یدی من ارید اقف۔ جب وضو فرماتے تو (خوف خدا سے) رنگ زرد ہو جاتا۔ عرض کیا گیا آپ کی یہ حالت کیوں ہو جاتی ہے؟ فرمایا تم جانتے نہیں ہو میں کس ذات کے آگے کھڑا ہو رہا ہوں۔ انہ کان یصلی فی الیوم واللیلة الف رکعة الی ان مات۔ مرتے دم تک آپ (فرض نماز کے علاوہ) ایک ہزار رکعت (نوافل) ادا فرماتے رہے۔

ابن شہاب فرماتے ہیں: لم ارہا شیا افضل من علی بن حسین۔ میں نے آپ سے بڑھ کر کسی ہاشمی شہزادے کو (عظمت و شان کے لحاظ سے) نہ دیکھا۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں ”میں نے آپ سے بڑا پرہیزگار کوئی نہیں دیکھا“۔

نماز کے دوران آپ اس قدر منہمک ہوتے کہ ایک مرتبہ اپنے گھر میں آپ نماز ادا فرما رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی جبکہ آپ سجدے میں تھے۔ لوگوں نے آگ بجھانا شروع کر دی اور آپ کو آوازیں دیتے رہے یا ابن رسول اللہ، یا ابن رسول اللہ مگر آپ سجدے ہی میں رہے جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ گھر جلا ہوا ہے اور دھواں اٹھ رہا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ دھواں کیسا ہے؟ لوگوں نے ساری صورتحال بیان کی تو آپ نے فرمایا! میں تو آخرت کی آگ بجھانے میں مصروف تھا۔ (الہیات النحی)

علم و فضل

آپ کے علم و فضل کا عالم یہ تھا کہ اصحاب سیر لکھتے ہیں

کان رضی اللہ عنہ غایۃ فی العلم و غایۃ فی العبادة و کان لہ فی الیوم و اللیلة اوراد الاتطیق القیام بها جماعۃ من الناس آپ علم و عبادت کی بلندیوں پر فائز تھے اور دن رات میں اتنے وظائف پڑھتے کہ پوری جماعت بھی نہ پڑھ سکتی۔ (الہیات)

آپ ﷺ کی بردباری

آپ کے اخلاقی عالیہ کے بارے میں نورالابصار میں ہے کہ آپ ایک مرتبہ مسجد سے باہر تشریف لائے تو ایک شخص سے آپ کی ملاقات ہو گئی جس نے آپ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ آپ کے غلام اس گستاخ کی طرف لپکے تو آپ نے ان کو روک لیا اور فرمایا۔ اے شخص ہمارے حالات کا تو بہت حصہ تجھ سے مخفی ہے اگر تجھ کو کوئی حاجت ہے تو بیان کرتا کہ ہم تیری معاونت کر سکیں۔ پھر آپ نے اس کو اپنا ایک جبہ مبارک اور پانچ ہزار درہم دیئے اور اس کو یہ دیکھ کر حیا آئی تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی اولاد رسول ﷺ ہیں۔

امام زہری کی نظر میں

امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ عبدالملک بن مروان کے حکم سے ان کے پاؤں باندھے گئے ہاتھوں میں زنجیریں اور گردن میں طوق ڈالے گئے اور ان پر پاسبانوں کو مقرر کیا گیا۔ میں انہیں سلام و دُاع کرنے کے لیے گیا آپ اس وقت ایک خیمہ میں تھے۔ میں انہیں اس حال میں دیکھ کر رو دیا اور کہا کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کی جگہ مجھے پابند سلاسل کر دیا جاتا اور آپ سلامت رہتے۔ آپ نے فرمایا: اے زہری! تو سمجھتا ہے کہ میں ان طوق و سلاسل سے تکلیف میں ہوں اگر میں یہ چاہوں تو یہ فوراً اتر جائیں مگر ایسی مثالیں دینی چاہئیں تاکہ تم عذاب خداوندی کو یاد رکھو اور محشر میں تم پر آسانیاں واقع ہوں۔ اس کے بعد آپ نے زنجیر کو ہاتھوں سے اتار پھینکا اور پاؤں کو پھندے سے آزاد کر لیا۔ پھر فرمایا: اے زہری! میں ان کے ساتھ اس حال میں دو منزلوں سے زیادہ نہ جاؤں گا جب چار دن گزرے تو آپ کے نگہبان مدینہ منورہ واپس گئے۔ پھر آپ کو مدینہ بلائے رہے لیکن آپ کو نہ پاسکے۔ ان میں بعض کا بیان ہے کہ ہم ایک جگہ مقیم تھے اور آپ کی سخت نگرانی کر رہے تھے۔ صبح ہوئی تو محمل میں ہمیں کچھ نظر نہ آیا۔

امام زہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا اس نے مجھ سے حضرت زین العابدین کا حال دریافت کیا مجھے جو علم تھا اس کے مطابق کہہ

دیا۔ وہ کہنے لگا جس وقت میرے گماشتوں نے انہیں گم کر دیا تو وہ میرے پاس چلے آئے اور کہنے لگے: میرے اور تمہارے درمیان کون سی چیز واقع ہوئی ہے؟ میں نے کہا: ذرا ٹھہریے۔ تو آپ نے فرمایا: میں بالکل نہیں ٹھہروں گا۔ پھر آپ باہر چلے گئے اور میں خدا کی قسم ان کے دبدبہ و جلال سے ڈر گیا۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جب بھی حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو یاد کرتے تو رو دیتے اور کہتے: وہ واقعی زین العابدین رضی اللہ عنہ ہیں جو ایران کے بادشاہ یزدجر کی بیٹی سے ہیں۔ یزدجر نو شیروان عادل کی اولاد میں سے تھے۔

زین العابدین لقب کی وجہ تسمیہ

آپ زین العابدین کے نام سے یوں مشہور ہوئے کہ ایک رات آپ نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں ظاہر ہوا تا کہ اس ہیبت ناک شکل سے آپ کو عبادت سے باز رکھ کر لہو و لعب میں مشغول کر دے۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی یہاں تک کہ سانپ نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا اپنے منہ میں ڈال لیا لیکن آپ نے پھر کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے آپ کے انگوٹھے کو نہایت سختی سے کاٹا جس سے آپ کو بہت درد محسوس ہوا۔ اس پر بھی آپ نے نماز قطع نہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف کر دیا کہ وہ شیطان ہے۔ آپ نے اسے برا بھلا کہا اور مارا پھر کہا: اے ذلیل و کمینے دور ہو جا۔ جونہی سانپ دور ہوا آپ کھڑے ہو گئے تا کہ درد ختم ہو جائے۔ دریں اثنا آپ نے ایک آواز سنی لیکن قائل نظر نہ آیا۔ کہنے والا کہتا تھا آپ زین العابدین ہیں۔ آپ زین العابدین ہیں آپ زین العابدین ہیں۔

شواہد النبوت میں ہے کہ خضر علیہ السلام بھی آپ سے ملاقات کرتے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کرامات

☆ آپ چڑیوں کی تسبیح کی آواز پہچان جاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ لوگ چڑیوں کو ذبح کر رہے تھے اور چڑیاں چیخ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا! یہ چڑیاں اللہ کی تقدیس بیان کر رہی ہیں اور انہوں نے آج کی روزی طلب نہیں کی۔ ایک رات ایک آدمی کہہ رہا تھا این الزاہدون فی الدنيا والراغبون فی الاخرة۔ دنیا کے زاہد اور آخرت کے راغب کہاں

ہیں؟ تو اس کو جنت البقیع کی طرف سے غائبانہ آواز آئی ”علی بن حسین ہیں“ (شہد مس ۳۱۲)

☆ ایک دن آپ اپنے غلاموں بچوں اور دیگر لوگوں کے ساتھ صحرا میں آگئے اور چاشت کے کھانے کے لیے دسترخوان بچھا دیا۔ وہیں ایک ہرن آکر ٹھہر گیا۔ آپ نے اس کی طرف منہ کر کے کہا: میں علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہوں اور میری ماں فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہے تم چلے آؤ اور ہمارے ساتھ چاشت کھاؤ۔ ہرن آیا اور آپ کے ساتھ جو کچھ چاہا کھایا۔ پھر ایک طرف چلا گیا۔ غلاموں میں سے ایک نے کہا: اسے ذرا پھر بلائیے۔ آپ نے فرمایا ہم اسے پناہ دیں گے تم اس کی پناہ نہ ٹھکراتا۔

حضرت زین العابدین بولے: میں علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہوں میری والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ وہ ہرن پھر آگیا اور دسترخوان کے نزدیک ٹھہر گیا اور ان کے ساتھ کچھ کھانا شروع کر دیا۔ ان لوگوں میں سے ایک نے ہرن کی پشت پر ہاتھ رکھا تو وہ بھاگ گیا۔

حضرت زین العابدین نے فرمایا: تم نے میری پناہ کو ٹھکرا دیا ہے اب میں تم سے کوئی بات نہ کروں گا۔

☆ ایک دن آپ کی اونٹنی راہ میں سستی و کاہلی کرنے لگی۔ آپ نے اسے بٹھا دیا اور اسے تازیانہ یا عصا دکھا کر کہا: تیز تیز چلو ورنہ اس تازیانے اور ڈنڈے سے تمہیں سزا دوں گا۔ اونٹنی نے تیز چلنا شروع کر دیا اور اس کے بعد چلنے میں سستی سے کام نہ لیا۔

(شواہد النبوت)

☆ ایک دن آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحرا میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ ایک ہرنی آگئی اور آپ کے متصل کھڑی ہو گئی اور اپنا پاؤں زور سے زمین پر مار کر چیخنے لگی۔ حاضرین نے پوچھا اے ابن رسول ﷺ! یہ ہرنی کیا کہتی ہے؟

آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے کہ فلاں قریشی کل میرا بچہ اٹھا لیا ہے میں لے کل سے دودھ نہیں پلایا۔

یہ سن کر بعض حاضرین کے دل میں شک گزرا۔ آپ نے اس قریشی کو بلا بھیجا وہ یہ تو آپ نے فرمایا۔ یہ ہرنی شکایت کرتی ہے کہ تم اس کا بچہ اٹھا لائے ہو جسے اس نے نبی

دودھ نہیں پلایا تھا۔ اب وہ مجھ سے درخواست کر رہی ہے کہ میں تجھے اس کا بچہ واپس کرنے کے لیے کہوں تاکہ وہ اسے دودھ پلا لے۔ دودھ پلانے کے بعد واپس کر دے گی۔ اس قریشی نے بچہ لا کر حاضر کر دیا۔ ہرنی نے دودھ پلایا تو حضرت زین العابدین نے قریشی سے کہا کہ وہ بچے کو چھوڑ دے اس نے بچہ کو چھوڑ دیا اور حضرت سجاد نے اس کی ماں سمیت آزاد کر دیا۔ وہ چوکڑیاں بھرتی شور مچاتی چلی گئی۔ حاضرین مجلس نے پوچھا یا ابن رسول اللہ! یہ کیا کہتی ہے؟ آپ نے فرمایا: بالفاظ ”جزاك الله خيراً“ دعا دیتی ہے۔

☆ جس رات آپ کی وفات ہوئی آپ نے اپنے بیٹے حضرت امام محمد باقر سے فرمایا: بیٹا میرے لیے وضو کے لیے پانی لاؤ۔ وہ پانی لائے تو آپ نے مزید پانی منگایا کیونکہ پہلے پانی میں کوئی چیز مردہ تھی۔ رات اندھیری تھی۔ حضرت امام باقر دیا لائے اور احتیاط سے دیکھا تو اس میں چوہا مرا ہوا تھا۔ آپ کے لیے اور پانی لایا گیا جس سے آپ نے وضو کیا اور کہا: بیٹا! آج رات میرا وقت رحیل ہے اس کے بعد اپنے بیٹے سے کچھ وصیتیں کیں۔

آپ کی ایک ناقہ تھی جو مکہ معظمہ جاتی تو آپ اس کے پالان کے آگے تازیانہ لٹکا دیتے۔ بدین وجہ تمام راستہ اسے مارنے کی ضرورت پیش نہ آتی یہاں تک کہ آتی دفعہ بھی اسے مارنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ جب حضرت زین العابدین نے انتقال کیا تو وہ اونٹنی آپ کی قبر کے سرہانے آ کر اپنی چھاتی زمین پر رکھ کر آہ و زاری کرتی تھی۔ حضرت امام باقر نے آ کر دیکھا تو فرمایا: اٹھ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ وہ نہ اٹھی تو انہوں نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اس کے بعد وہ تین دن زندہ رہی اور پھر مر گئی۔

حجر اسود کا فیصلہ

حضرت امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ حضرت زین العابدین کے پاس آئے اور کہا میں تمہارا چچا ہوں اور تم سے عمر میں بھی بڑا ہوں اس لیے امامت کا زیادہ حق دار میں ہوں۔ آپ حضور ﷺ کے سلاح مجھے دے دیں۔ حضرت زین العابدین نے کہا: اے چچا! خدا سے ڈرو اور جس چیز کے تم سزاوار نہیں ہو اس کا دعویٰ نہ کرو۔ دوسری دفعہ محمد بن حنفیہ نے مبالغہ سے کام لیا تو آپ نے فرمایا: اے چچا! آؤ حاکم کے پاس

جلسے جو ہمارے مابین فیصلہ صادر کرے۔ محمد بن حنفیہ نے کہا: وہ کون سا حاکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ حجر اسود ہے۔ دونوں وہاں پہنچے تو حضرت زین العابدین نے کہا اے چچا! بات کرو انہوں نے بات کی تو کوئی جواب نہ ملا۔ بعد ازاں آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے صفاتی ناموں سے پکارا جس سے حجر اسود باتیں کرنے لگا پھر آپ نے حجر اسود کی طرف اپنا چہرہ کر کے کہا: تجھے پروردگار عالم کی قسم ہے جس نے اپنے بندوں کے وعدے تجھ پر رکھے ہوئے ہیں۔ ہمیں اطلاع دو کہ حسینؑ کے بعد امامت کا کسے حق ہے؟ حجر اسود کانپ اٹھا قریب تھا کہ اپنی جگہ سے گر پڑے لیکن پھر فصیح و بلیغ زبان میں کہا: اے محمد بن حنفیہؑ! یہ چیز مسلمہ ہے کہ حسینؑ کے بعد امامت و ولایت کا حق علی بن حسینؑ کو ہے۔

☆ ایک دفعہ طواف کرتے ہوئے ایک عورت اور ایک مرد حجر اسود سے چٹ گئے۔ ہر چند کوشش کی گئی لیکن وہ چٹنے ہی رہے۔ لوگوں نے رائے دی کہ ان کے ہاتھ کو کاٹ دیا جائے۔ اسی اثنا میں حضرت زین العابدین وہاں آٹکے اور انہیں دیکھ کر آگے آگئے۔ آپ نے اپنا دست مبارک ان کے ہاتھوں پر پھیرا تو ان کے ہاتھ چھوٹ گئے اور وہاں سے چلے گئے۔

عبدالملک اور امام زین العابدین

عبدالملک بن مروان نے حجاج کو تحریری طور پر ہدایت کی کہ وہ بنی عبدالمطلب کے قتل سے باز آجائے کیونکہ آل ابی سفیان اس بارے میں مباغذ کرتی ہے کہ ان (بنو امیہ) کی سلطنت جلد ختم ہو جائے گی۔ عبدالملک نے یہ خط صیغہ راز میں رکھ کر ارسال کیا جس سے حضرت زین العابدین مطلع ہو گئے۔ آپ نے عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ کیا تم نے فلاں دن اور فلاں وقت حجاج بن یوسف کو کوئی ایسا ویسا خط تحریر کیا ہے۔ مجھے حضور علیہ السلام نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ خط اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا ہے جس کے باعث تیرے ملک کو اسی نے ثبات و دوام بخشا ہے۔ آپ نے وہی عبارت لکھ کر خط ایک غلام کو دیا اور اسے اپنی اونٹنی پر سوار کر کے عبدالملک کی طرف بھیج دیا۔ عبدالملک نے خط کی تاریخ کو اپنے خط کے مطابق پایا تو اسے آپ کے حق پر ہونے کا اعتبار آ گیا۔ بہت خوش ہوا اور اسی اونٹنی پر اتنے درہم و دینار

لاذکر آپ کو بھیج دیئے جن کی وہ متحمل ہو سکتی تھیں۔

امام زین العابدین اور خزیمہ

منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ حج کے دنوں میں میں حضرت زین العابدین کو ملنے گیا تو آپ نے مجھ سے خزیمہ بن کامل الاسدی کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کی کہ وہ کوفہ میں موجود ہے۔ آپ نے اس کے لیے بدیں الفاظ بددعا کی۔

اللهم اوقدہ حرًا بحدید اللہم اوقدہ حرًا النار۔

اے اللہ! سے لوہے کی حرارت سے جلادے۔ اے اللہ! سے آگ کی حرارت

سے جلادے۔

جب میں کوفہ میں واپس آیا تو معلوم ہوا کہ مختار بن ابی عبید خروج کر چکا تھا۔ میں نے اس سے رشتہ دوستی مضبوط کیا اور اس سے ملنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر گیا۔ اس کے ہاں گیا تو وہ بھی گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ میں اس کی معیت میں ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں اس نے ایک شخص کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ اچانک خزیمہ کو حاضر کیا گیا۔ مختار نے کہا: الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تم پر حاوی کیا ہے۔ اس نے جلاد کو بلایا تاکہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے۔ اس کے بعد اس نے آگ لانے کے لیے کہا جس میں خزیمہ کو پھینک دیا گیا اور وہ جل گیا۔ میں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تو کہا سبحان اللہ۔

مختار نے مجھ سے سبحان اللہ کہنے کی وجہ پوچھی تو میں نے حضرت زین العابدین کی بددعا کا قصہ سنا دیا اس نے مجھے قسم دے کر اس کی تصدیق چاہی۔ میں نے کہا: ہاں میں نے ان سے خود سنا ہے۔ مختار گھوڑے سے نیچے اترادو رکعت نماز نفل ادا کیے اور بعد ازاں دیر تک سجدے میں پڑا رہا۔ سر سجدے سے اٹھا کر وہاں سے چل دیا۔ میں بھی اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں میرا گھر تھا میں نے ازراہ اخلاق اسے گھر پر ٹھہرنے کے لیے کہا تاکہ کھانا حاضر کروں۔ مختار بولا اے منہال! جب تم نے مجھے خود بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام زین العابدین کی دعا کو شرف قبولیت بخشا ہے تو اب مجھے اس خوشی سے کھانے کی حاجت نہیں رہی بلکہ میں شکرانے کا روزہ رکھوں گا۔

حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کا وصال مبارک ۲۵ محرم الحرام ۵۹۵ھ میں ہوا جب کہ آپ کی عمر شریف ۵۷ سال تھی۔ انتقال آپ کا بوجہ زہر ہوا۔ جو ولید بن عبد الملک نے دیا۔ اور آپ بھی مرتبہ شہادت کو پہنچے اور مدینہ الرسول جنت البقیع میں اپنے چچا سیدنا امام حسن علیہ السلام کی قبر شریف کے قریب مدفون ہوئے۔

اولاد و امجاد

سیدنا امام زین العابدین کی اولاد و امجاد میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اکثر معتبر دلائل میں آپ کی کل اولاد کی تعداد آٹھ بیان کی گئی ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت محمد باقر، زید، عبد اللہ، عبید اللہ، حسن، حسین، علی، عمر

واضح رہے کہ بعض کے نزدیک نوٹ کے اور ایک لڑکی سکیمنہ نام کی بھی بیان کی گئی ہے اور بعض کے نزدیک لڑکی کوئی نہ تھی۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ (تاریخ ائمہ)

ائمہ اہل بیت میں سے آپ چوتھے نمبر پر ہیں جبکہ بارہ آئمہ اہل بیت کے اسمائے گرامی بمعہ القابات، کنیت، والدین کا نام، کس کی کتنی اور کیا کیا اولاد تھیں، تاریخ ولادت و شہادت و وصال، جائے ولادت و دفن اور مدت حیات کی تفصیل مندرجہ ذیل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(نواسہ سید الابرار فی مناقب ال النبی الخار)

حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب شریف میں حضرت امام زین العابدین کے جو فضائل و حالات لکھے ہیں جو اپنی جگہ یقیناً سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ علامہ ابو الحسنات قادری برادر اکبر مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات قادری قبلہ سید صاحب کے ترجمے سے یہاں یہ لکھے جا رہے ہیں۔



حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

(کشف المحجوب کے حوالے سے)

انہی میں سے وارث نبوت چراغ امت سید مظلوم امام محروم زین عباد شمع اوتاد ابوالحسن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں جو اکرم و اعبدا اپنے زمانہ کے لوگوں میں گزرے۔ آپ بیان حقائق اور انکشاف دقائق میں لوگوں کے اندر مشہور تھے۔ آپ سے لوگوں نے پوچھا: دنیا و آخرت میں نیک بخت کون شخص ہو سکتا ہے؟ فرمایا:

من اذا رضى لم يحمله رضاءه على الباطل واذا اسخط لم يخرجهُ

سخطه من الحق

وہ شخص دارین میں نیک بخت ہو سکتا ہے جو جب خوش ہو تو باطل پر نہ ہو اور

جب غضبناک ہو تو اس کا غصہ اسے حق سے باہر نہ کر دے۔

اور یہ صفت اسی میں ہو سکتی ہے جو اپنے اوصاف کمال میں استقامت حاصل کر چکا ہو۔ اس لیے کہ رضا بالباطل باطل ہے اور غضبناکی میں حق و صداقت کا ہاتھ سے چلا جانا اور جسمگینی کی حالت میں انصاف کا خون کر دینا بھی باطل ہے اور مومن کامل باطل کو اختیار کرنے والا کسی حالت میں نہیں بن سکتا۔

ایک روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لخت جگر حضرت امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ کو کر بلا میں شہید کیا گیا تو تمام کے شہید ہو جانے کے بعد سوائے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مخدرات عصمت کی نگرانی کو کوئی نہ تھا اور آپ اس وقت بیمار تھے۔ حضرت شہزادہ گلگوں قبا امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ آپ کو علی اصغر کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ جب حریم عفت

پناہ کے قافلہ کو اونٹوں پر سر برہنہ بے پردہ دمشق لایا گیا اور یزید بن معاویہ علیہ
ہایستحق اخزاہ دون ابیہ کے روبرو پیش کیا گیا تو کسی نے حضرت زین العابدین سے
عرض کی۔

کیف اصبحتہ یا علی ویا اہل بیت الرحمة
”اے علی اور اے اہل بیت رحمت آپ لوگوں نے آج کیسی صبح فرمائی؟“
آپ نے فرمایا:

اصبحنا من قومنا بمنزلة قوم موسى من آل فرعون يذبحون
ابناء هم ويستحيون نساء هم فلا ندري صباحنا بين مسائنا وهذا
حقيقة بلاننا

”ہماری صبح ہماری قوم کے ظلم و جور سے ایسی ہوئی جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم
کی صبح ظلم فرعون سے ہوئی کہ قوم موسیٰ علیہ السلام کے بچوں کو ذبح کرتے اور
عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم اس وقت اپنی صبح کو شام کے مابین
نہیں جانتے۔ ہمارے امتحان و ابتلاء کی یہ حقیقت ہے اور ہم اپنے رب
ذوالجلال کا شکر ہر حال میں ادا کر رہے ہیں اور اس کے امتحان پر صبر کر رہے
ہیں۔“

ایک حکایت میں ہے کہ ہشام بن عبد الملک بن مروان ایک سال حج کے لیے آیا اور
طواف بیت اللہ سے فارغ ہو کر اسلام حجر اسود کو چلا مگر انبوه خلق کی وجہ میں اسے راستہ نہ ملا۔
خدام ادب نے اس کے لیے کرسی لگا دی۔ وہ بیٹھا اور خطبہ کرنے لگا۔ اسی اثنا میں حضرت
زین العابدین رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو آپ کے روئے انور سے چاند کی طرح روشنی
پھیل رہی تھی اور رخسارہ مبارکہ سے نور تاباں تھا اور لباس معطر عطر بیزی سے راستہ مہک گیا۔
اول آپ نے طواف بیت فرمایا پھر جبکہ آپ حجر اسود کے پاس پہنچے تو لوگوں نے آپ کو
تشریف لاتے دیکھ کر علی الفور تعظیماً راستہ صاف کر دیا اور آپ باسرائی حجر اسود کے بوسہ کو
تشریف لے گئے۔ ہشام آپ کی یہ ہیبت اور عظمت دیکھ رہا تھا۔ ایک شامی نے ہشام سے
پوچھا: اے امیر المومنین یہ عزت اور عظمت والا لون ہے کہ تجھے حجر اسود تک لوگوں نے راستہ

نہ دیا حالانکہ امیر المومنین تو ہے اور یہ جوان حسین و جمیل کون ہے کہ وہ جب آیا تمام لوگ حجر اسود سے ایک طرف ہٹ گئے اور صرف اس کے لیے حجر اسود خالی کر دیا۔

ہشام اگرچہ جانتا تھا مگر محض اس خیال سے کہ شامی لوگ انہیں پہچان کر ان کے ساتھ عقیدہ نہ کر لیں اور اس کی امارات و ریاست میں کہیں فرق آجائے۔ کہنے لگا میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ اتفاقاً فرزدق شاعر وہاں کھڑا تھا۔ کہنے لگا ہشام تو نہ جانتا ہوگا مگر میں انہیں خوب جانتا ہوں۔ شامیوں نے کہا: ابوالفراس بتا یہ کون ہے تاکہ ہم معلوم کر سکیں کہ اس شان و شکوہ والا جوان آخر کون ہے۔ فرزدق نے کہا: لو سنو میں ان کے صفات جمیلہ تمہیں سناتا ہوں۔ پھر برجستہ فرزدق نے یہ اشعار آپ کی مدح میں سنائے۔

قصیدہ فرزدق ابوالفراس

جو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی مدح میں ہشام کے آگے سنایا تھا:

هذا الذي تعرف البطحاء وطائفة

والبيت يعرفه والحل والحرم

(یہ وہ ہستی ہے جس کے قدموں کی عزت سرزمین بٹھا جانتی ہے اور ان کے منصب جلیلہ کو کعبہ جانتا ہے اور حل و حرم واقف ہے)

هذا بن خير عباد الله كلهم

هذا التقى النقى الطاهر العلم

(یہ لخت جگر ہے اسی ہستی پاک کا جو اللہ کے بندوں میں سب سے افضل ہے۔

یہ خود پرہیزگار پاکباز اور پاک باطن دنیا میں مشہور ہے)

هذا بن فاطمة ان كنت جاهله

وبجده انباء الله قد ختم

(اچھی طرح پہچان لے یہ نور نظر سیدہ زہراء فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہے اگر تو ان سے بے خبر ہے اور یہ وہ ہے جس کے جد امجد کی بعثت پر اللہ کے تمام نبیوں کی تشریف آوری ختم ہے)

ينسمى الى ذروة العز الى قصر
عن نيلها عرب الاسلام والعجم
(انہوں نے وہ بلند مقام حاصل فرمایا جس کے مساوی عزت حاصل کرنے
سے قاصر ہیں عرب و عجم کے تمام مسلمان)

اذا رءتہ قریش قال قائلها
الى مكارم هذا ينتهى الكرم
(جب قبائل قریش ان کی رفعت شان دیکھتے ہیں تو پر کھنے والا کہہ دیتا ہے ان
کے منصب جلیل تک تمام اعزاز و مناصب کا منجہا ہے)

من جدہ وان فضل الانبياء له
وفضل امته وانت له الامم
یہ وہ ہیں جن کے جدا مجد کے منصب کے آگے تمام انبیاء نیچے ہیں اور یہ وہ ہے
کہ ان کے امتیوں کی فضیلت سے تمام امتوں کی فضیلت کم ہوگئی۔

ينشق نور الدجى عن نور طلعتہ
كالشمس ينجاب عن اشراقها الظلم
ان کے وجہ منیر کے ظہور سے ہدایت کے انوار ایسے پھیل گئے۔ جیسے سورج کی
روشنی سے ظلمتیں کا فور ہو جاتی ہیں۔

بکاد يمسکہ عرفان راحته
رکن الحطيم اذا ما جاء يستلم
شاید ان کے دست اقدس کی ہتھیلی کی خوشبو کو پہچان جمع کر لی ہے۔ رکن حطیم
نے جبکہ وہ حجر چومنے آئے تو اس نے آپ کی دست بوسی کی ہے۔

بغضی حياء و بغضی من مہابة
فما یکلم الا حين یتیم
حیاء ایمانی کی وجہ سے ان کی آنکھیں بند ہیں اور لوگوں کی آنکھیں ان کی

مہابت شان سے بند ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کلام ہی نہیں فرماتے مگر جب کلام فرماتے ہیں تو تبسم ریز لہجہ میں۔

فی کفہ خزران و ریحہا عبق

فی کف اروع فی عما نینہ شمم

ان کے دست نوری میں خزران کی چھری ہے اور اس کی مہک اڑ رہی ہے اور وہ ایسے کے ہاتھ میں ہے جو بہت اونچی ناک والا سردار ہے۔

مشتقۃ عن رسول اللہ ینعتہ

طابت عناصرہ والخیم والشم

یہ اللہ کے رسول کی ذات سے مشتق ہے اور اس کی تعریف جہان کر رہا ہے۔ اس کا عنصری وجود ہی پاک ہے اور اس کی خصلتیں اور عادتیں بھی پاک ہیں۔

فلیس قولک من هذا لضاثرہ

العرب تعرف من انکرت والعجم

تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے ان کو نقصان نہیں دے سکتا۔ اس لیے کہ انہیں عرب جانتا ہے اور جس سے تو نے تجاہل عارفانہ کیا اسے عجم پہچانتا ہے۔

کلتا یدیدہ غیاث عم نفعہما

یستوفیان ولا یعر واهما العدم

ان کے دونوں ہاتھ ایسے برستے ہوئے بادل ہیں جن سے عام نفع ہے اور ان پر اس صفت کا عدم نہیں آتا۔

عم البریۃ بالاحسان فانقشعت

عنه الغیابة والاملاق والظلم

محسن عالم ہیں اپنے احسانات کے ساتھ اور ان کی شان جو ان کی وجہ میں ہے پراگندہ ہو چکی ہیں گمراہی محتاجی اور ظلم کی اندھیریاں۔

لا یستطیع جواد بعد غایتہم

ولا یرانیہم قوم وان کرم

دنیا کا کوئی تخی ان کی منہاں سخاوت کو پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا اور کوئی قوم کا بڑا
ان کی برابری نہیں کر سکتا اگرچہ وہ اپنی قوم میں معزز ہو۔

هم الغیوث اذا ما ازمة ازمته

والاسد اشد الشری والیاس محتدم

تخت سالی میں یہ موسلا دھار بارش ہیں جبکہ وہ قحط سخت ہو چکا ہو اور شیر ہیں سخت
گرم ایام اور انتہائی مایوسی میں۔

سهل الخلیقة لا یخشى بوادرة

بزینتہ اثنان حسن الخلق والشم

نہایت نرم دل ہیں حتیٰ کہ ان کے غصہ سے بھی خوفزدہ نہیں ہوتا بہ سبب اس کے
کہ یہ دو صفتوں حسن خلق اور حسن خصلت سے مزین ہیں۔

من معشر جہم دین و بغضہم

کفر و قربہم منجاء و معصم

یہ اس گھرانہ سے ہیں جس کی محبت عین دین ہے اور ان سے بغض کرنا کفر اور
ان کا قرب مقام نجات اور قلعہ محافظت۔

ان عد اهل التقى كانوا ائمتهم

او قبل من خیر اهل الارض قبلهم

اگر زمانہ کے متقی گئے جائیں تو سب ان کے تابع ہوں گے اگر پوچھا جائے کہ
روئے زمین میں سب سے افضل کون ہے تو کہا جائے گا یہی ہیں۔

لا نقص العصر بسطامن اکفہم

میان ذلك ان اثارو او ان عدموا

ان کا ہاتھ کبھی عطا کرنے سے نہیں رکھتا خواہ تنگی ہو۔ برابر ہے ان کے لیے خواہ
دولت ہو یا نہ ہو۔

اللہ فضلہ قدما و شرفہ

جری بذلك فی اللوح والقلم

اللہ نے انہیں فضیلت بخشی ہمیشہ سے اور شرف تام عطا فرمایا اور ان کے اعزاز و اکرام کا حکم لوح و قلم میں جاری ہو چکا۔

مقدم بعد ذکر اللہ ذکر ہم

فی کل یوم ومختوم به الکلم

اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر ہی ہے۔ ہر دن اور اس کے علاوہ ہر کلام پر مہر لگ گئی ہے۔

من یعرف اللہ یعرف اولیہ ذا

والذین من بیت هذا انا لہ الامم

جو اس ہستی الہی کو جانتا ہے ان کی فضیلت کو بھی جانتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دین ان کے گھر سے امت نے حاصل کیا۔

ای القبائل لیست فی رقابہم

لا ولیة هذا اولہ نعم

عرب کا کون سا قبیلہ ہے جس کی گردن میں نہ ہو ان کی بزرگی کا قلابہ یا اس کے لیے ان کے گھر سے نعمتیں نہ پہنچی ہوں۔

اور اس کے مثل اور چند بیت فرزدق نے کہے اور اہل بیت اطہار کی تعریف اتنی زیادہ کی کہ ہشام غضبناک ہو گیا اور حکم دے دیا کہ اسے غسفان میں قید کیا جائے۔ (غسفان مکہ و مدینہ کے پاس ایک مقام ہے جہاں ایک کنواں ہے اس میں قیدی بند کیے جاتے تھے) اس واقعہ کی خبر لوگوں نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کر دی۔ آپ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کو بطور عطیہ بھیجے اور فرمایا اسے کہنا ابو فراس ہمیں معاف کرے کہ ہم لوگ اس وقت امتحان و ابتلاء میں ہیں۔ اس ہدیہ سے زاید اس وقت ہمارے پاس کچھ نہ تھا جو کچھ زائد عطا فرماتے۔

فرزدق نے وہ درہم نفرتی واپس کیے اور کہلوایا کہ حضور قسم بخدا از رویم کے لالچ میں بادشاہ و امراء کے دربار میں بہت کچھ کہہ چکا ہوں مگر وہ محض دروغ بیفروغ ہی تھا لیکن یہ قصیدہ جو میں نے کہا ہے یہ محض اپنے گناہوں کے کفارہ کے لیے اور اللہ و رسول کی محبت کے

لیے لکھا ہے۔

جب یہ پیغام حضور زین العابدین علیہ السلام کو ملا آپ نے حکم دیا کہ درہم واپس لے جاؤ اور اسے کہو کہ ابو فراس ہمیں دوست رکھتا ہے تو ایسا نہ کر اس لیے کہ ہم جو چیز کسی کو عطا فرمادیں وہ واپس نہیں لیا کرتے تو تعمیل حکم کے لیے فرزدق نے وہ عطیہ قبول کر لیا۔ اور درحقیقت امام زین العابدین علیہ السلام کے فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں جو فرزدق نے کہے۔ ان کا جمع کرنا امکان میں نہیں۔

(کشف المحجوب شریف از مخدوم الاولیاء حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)



حضرت سیدہ زینب (سلام اللہ علیہا)

حسین رضی اللہ عنہ کی لاش بے کفن سے یہ کہہ کے زینب جدا ہوئی ہے
جو تیرے قتل میں بچ گیا ہے وہ کام میری ردا کرے گی

حضرت زینب بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا و سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت صحیح روایت
کے مطابق پانچ جمادی الاولیٰ ۵ھ میں ہوئی۔ (الجواہر ص ۵۱)

حضور ﷺ آپ کی پیدائش کے وقت سفر پر تھے کہ حضرت فاطمہ الزہراء نے حضرت
علی المرتضیٰ سے کہا! اس بچی کا نام تجویز کیجیے حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا! حضور سفر سے واپس
تشریف لائیں گے تو خود ہی نام رکھیں گے چنانچہ حضور تشریف لائے اور زینب نام رکھا اور
بچی کو سینے سے لگا کر پیار فرمایا۔

حضور ﷺ حضرت زینب سے بے حد پیار فرماتے کئی بار ایسا ہوا کہ نماز کی حالت میں
حضرت زینب حضور ﷺ کی پشت انور پر بیٹھ جاتیں اور آپ سجدہ لمبا فرما دیتے لیکن سیدہ رضی اللہ عنہا
کی دل شکنی نہ فرماتے۔

ایک مرتبہ ایک سونے کا ہار کسی نے حضور ﷺ کو تحفے میں دیا تو آپ نے فرمایا یہ ہار
میں اس کو پہناؤں گا جو مجھے سب سے پیارا ہے چنانچہ آپ نے وہ ہار سیدہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں
ڈال دیا۔

۱۰ھ میں جب حضور ﷺ نے آخری حج فرمایا تو حضرت زینب چار پانچ سال کی عمر
میں حضور ﷺ کے ساتھ تھیں۔

جب حضور ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت فاطمہ الزہراء کو فرمایا

کہ بچوں کو بلاؤ چنانچہ حسن و حسین اور زینب و ام کلثوم ؑ کو بلایا گیا۔ بچے حضور ﷺ کی حالت دیکھ گھبرا گئے اور رونے لگے۔ اس وقت حضور ﷺ نے حضرت سیدہ زینب ؑ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینہ اقدس پر رکھا اور پھر اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ سر پر ہاتھ پھیر کر پیشانی پر بوسہ دیا اور سب سے زیادہ آپ ہی سے عیار کیا۔

سیدہ جعجہ کی تعلیم و تربیت کا اندازہ کیا گیا جاسکتا ہے جن کے مانا جان حضور ﷺ اور جن کے ابا علی المرتضیٰ ؑ اور ماں سیدہ فاطمہ جعجہ اور بھائی حسن و حسین جعجہ ہوں۔ ایسے ماحول میں پرورش پانے والی شہزادی کی صفات کتنی بلند ہوں گی۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ فراست اور دانشمندی قرآن و تفسیر ادب و علم کلام پر حاوی تھیں۔ زہد و تقویٰ سادگی و پاکیزگی عبادت و ریاضت استقامت اور استقلال صداقت اور جرأت اور تواضع و مہمان نوازی اور ایثار و قربانی ان تمام صفات کا سیدہ جعجہ میں جمع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ خاندان نبوت کے افراد انہی صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ (الجواب ص ۱۵۰)

آپ ہم شکل سیدہ خدیجہ الکبریٰ جعجہ تھیں۔ شرم و حیا، میں مثل فاطمہ الزہراء تھیں فصاحت و بلاغت اور انداز تکلم میں مثال شیر خدا تھیں۔ بردباری و حلم میں گویا حسن مجتبیٰ تھیں اور شجاعت و بہادری میں مثل شہید کربلا اور سید الشہداء تھیں۔ چہرے پر رعب حیدری اور جلالت مصطفویٰ کا پہرہ تھا۔ اس وجہ سے شہداء کربلا کی کامیاب شہادتوں کا آپ ہی کے سرسہرا تھا۔

آپ کا نکاح آپ کے چچا زاد حضرت عبداللہ بن جعفر طیار سے مسجد میں نہایت سادگی کے ساتھ ہوا۔ دوسرے دن ولیمہ ہوا۔

امور خانہ داری میں اس قدر مہارت تامہ حاصل تھی کہ آپ کے خاوند فرماتے ہیں کہ میں نے زینب کو بہترین بیوی اور کھانا پکانے میں حضرت فاطمہ الزہراء کی طرح نہایت سلیقہ شعار پایا۔

شرم و حیا کا یہ عالم کہ یحییٰ بن مازنی کہتے ہیں کہ میں مدینہ شریف میں کافی عرصہ آپ کے پڑوس میں رہا لیکن اس طویل مدت میں کبھی بھی نہ سیدہ جعجہ کو دیکھا اور نہ ان کی کبھی آواز سنی۔ (ہارایت لها شخصا ولا سمعت لها صوتا)

بچپن میں ہی قرآن مجید اس انہماک سے پڑھتیں کہ کبھی استغراق کے عالم میں سرانور سے چادر گر جاتی اور آپ کو پتہ نہ چلتا۔ حضرت فاطمہ الزہراء فرماتیں بیٹی اگرچہ گھر میں کوئی مرد نہیں ہے پھر بھی قرآن مجید کے احترام کے لیے سر کو ضرور ڈھانپ کر رکھو۔ (الجواہر ص ۱۰۱)

پوری زندگی اپنے شوہر کو کسی موقع پر بھی رنجیدہ نہ ہونے دیا۔ شوہر اعلیٰ درجے کے تاجر ہونے کی وجہ سے مالدار تھے۔ حضرت سیدہ جیٹھا کو دولت کی کمی نہ تھی لیکن جو کچھ ہوتا غرباء میں بانٹ دیتیں۔ یہی حال شوہر نامدار کا تھا۔ ایک مرتبہ امام عالی مقام نے فرمایا: ذرا غور کر کے مستحقین پر خرچ کیا کرو تو عرض کیا گیا خدا نے ہمیں اس لیے عطا فرمایا ہے کہ اس کے بندوں پر خرچ کرتے رہیں۔ ساری زندگی سیدہ جیٹھا نے اپنے خاوند کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کیا اور واقعہ کربلا کے وقت بھی ان سے جدا ہونے کا موقع ملا تو وہ بھی ان کی اجازت سے۔

اپنے والد ماجد کے عہد خلافت میں سیدہ زینب جیٹھا اور ان کے خاوند جنگ جمل ۳۶ھ صفین ۳۷ھ اور نہروان ۳۸ھ حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ تھے اور بڑی اہم ذمہ داریاں نبھا رہے تھے۔ اس طرح حضرت علی المرتضیٰ جیٹھا کی شہادت کے بعد حضرت سیدہ جیٹھا کوفہ میں حسنین کریمین کے ساتھ رہیں اور اپنے بھائیوں کی خوشیوں اور غموں میں بھرپور حصہ لیتی رہیں۔

آپ تہجد گزار اور شب زندہ دار خاتون تھیں اور امام عالی مقام اکثر آپ کو تہجد کے وقت اپنے لیے دعا کے لیے کہتے تھے۔

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ حادثہ کربلا کے خونی منظر اور اسیری و سفر کی صعوبتوں کے باوجود بھی میری پھوپھی زینب نے نماز تہجد کبھی نہ چھوڑی۔ (الجواہر ص ۱۵۳)

سیدنا علی شیر خدا کے دور اقدس میں آپ کوفہ کی عورتوں کو اپنے والد کے گھر میں درس قرآن سے نوازتی تھیں۔

آپ کے صبر و شکر اور توکل و استقامت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب واقعہ کربلا کے بعد مخدرات عصمت و طہارت کو قیدی بنا کر میدان کربلا سے بے گور و کفن لاشوں کے پاس سے گزارا جا رہا تھا اس وقت کوئی بھی ہوتا تو گھل جاتا مگر آپ نے پورے صبر و اعتماد

کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی: الہی تقبل منا هذا القربان۔ اے اللہ! اپنے دین کی خاطر ہماری قربانیاں قبول فرما۔

عجب کام کیا تو نے مرجا زینب
معین مقصد سلطان کربلا زینب
حسین منزل حق ہیں تو حق نما زینب
وہ ابتدائے شہادت تو انتہا زینب
مسافرت نے عجب بے بسی یہ دکھائی
نثار کر دیئے بچے نہ بچ سکا بھائی
جو کچھ ہے میرے پاس وہ قربان ہے بھائی
دو بیٹے ہیں اور ایک مری جان ہے بھائی

آپ کو اگرچہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت تھی مگر امام کی شہادت کے بعد صبر کا جو عملی نمونہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے پیش کیا اس کی مثال جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔
فرمایا!

امانت سے خبردار ہو زینب
ہم جاتے ہیں تم قافلہ سالار ہو زینب
یہ دین کی آواز تھی ایمان کی ضرورت
یہ آہ تھی پیغام شہیداں کی ضرورت
شیر کو تھی اس دل سوزاں کی ضرورت
تفسیر ہے جس طرح قرآن کی ضرورت

اگرچہ آپ کی تاریخ وصال میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے لیکن کثرت رائے اس طرف ہے کہ آپ پندرہ رجب ۶۲ ہجری کو اپنے خاوند کے ساتھ حالت سفر میں دمشق کے قریب فوت ہوئیں اور وہیں آپ کا مزار پر انوار مرجع عوام و خواص ہے۔ اس جگہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جس کو زینبیہ کہا جاتا ہے۔ (دمشق سے چار پانچ میل کے فاصلے پر) اور یہی زیادہ صحیح بات ہے اگرچہ بعض نے مدینہ شریف بعض نے قاہرہ اور بعض نے خاص دمشق شہر

کا قول بھی کیا ہے۔ (الجواب ص ۱۵۳)

شیخ ابوبکر الموصلی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بارہ سال متواتر سیدہ زینب الکبریٰؓ کی بارگاہ اقدس میں حاضری دی۔ میرا طریقہ یہ تھا کہ جب میں حاضر ہوتا تو روضہ اطہر کے اندر نہیں جاتا تھا۔ بیرونی حصہ پر قدم مبارک کے سیدھ میں کھڑا ہو جاتا اور سلام پڑھتا اور واپس آ جاتا۔ یعنی ادب و احترام کے پیش نظر اندر جانے کی جرأت نہ کرتا۔ فرماتے ہیں ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ سیدہ زینبؓ مزار اقدس سے باہر نکلیں اور فرمایا:

زادک اللہ ادباً ان جدی و اصحابہ کانویزورون ام ایمن خاضتہ

بعد موتھا (کتاب زیارات ص ۲۶)

اے بیٹے! اللہ تیرے ادب کو اور زیادہ کرے بے شک میرے نانا جان اور آپ کے اصحاب ام ایمنؓ جنہوں نے آپ ﷺ کو پالا تھا اس کی وفات کے بعد زیارت کیا کرتے تھے۔

واضح رہنا چاہیے کہ سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ (آپ کے شوہر) کا مزار دمشق کے جامع صغیر نامی قبرستان میں ہے۔

کون زینب

مہکا گئی جو اپنے چمن کی کلی کلی
جس نے حسینیت کو سجایا کلی کلی

کائناتوں بھرے سفر میں جہاں تک چلی چلی
لیکن سکھا گئی جہاں کو علی علی
اسلام بچ گیا یہ اس کا کمال تھا
ورنہ خدا کے دیں کا تعارف محال تھا

ہر چند اس کے باغ کی ہر شاخ جھڑ گئی
لیکن مثال برق ہواؤں سے لڑ گئی
بھائی کے ساتھ ساتھ اصولوں پہ اڑ گئی
زینب ضمیر سنگ میں آئینے جڑ گئی
بھائی سے یوں بہن نے تڑپ کر علم لیا
آخر یزیدیت کو فتح کر کے دیا

طاعت میں بے مثال شجاعت میں بے بدل
قدموں میں بھی ثبات ارادوں میں بھی اٹل
سیرت میں بردبار بصیرت میں بے خلل
معیار باوقار تو گفتار بر محل
انساں کو زندگی کا قرینہ سکھا گئی
زینب حسنینت کو بھی جینا سکھا گئی

زندیاں میں حریت کے دریچوں کو واہ کیا
ہر فرض گردگار اجڑ کر ادا کیا
اسلام کو حسین سا بھائی عطا کیا
پھر بھی یہ پوچھتے ہو کہ زینب نے کیا کیا؟

دین کی خزاں کو تھی جو ضرورت بہار کی
 زینب نے ہنس کے چادر زہراء ثار کی

پردے میں رہ کے ظلم کے پردے الٹ گئی
 پہنی رن تو ظلم کی زنجیر کٹ گئی
 نظریں انھیں تو جبر کی بدلی بھی چھٹ گئی
 لب سی لیے تو ضبط میں دنیا سٹ گئی
 بولی تو پتھروں کو پگھلنا سکھا گئی
 انساں کو لغزشوں میں سنبھلنا سکھا گئی

مریم مزاج ' عرش مکاں ' آسمان قدم
 عصمت مآب ' خلد زمیں ' کہکشاں حرم
 زہراء شعور ' حاجرہ خو ' مصطفیٰ حشم
 خالق صفت ' کلیم زباں ' مرتضیٰ کرم
 بہر ستم یہ صبر کی شمشیر بن گئی
 زینب دیار شام میں شبیر بن گئی

روح وفا مزاج حیا ' پیکر حجاب
 وہ جس کے سائے سے بھی گریزاں تھا آفتاب
 لیکن گہن میں دیکھ کے زہراء کا ماہتاب
 آیا کچھ اس طرح سے طبیعت میں انقلاب
 بعد از حسین صبر کی عکاس بن گئی
 بنت علی جلال میں عباس بن گئی

گرتے ہوئے علم کو سنبھالا کچھ اس طرح
 بھائی کے خوں سے دیں کو اجالا کچھ اس طرح
 تاج شہی فضا میں اچھالا کچھ اس طرح
 نطق پدر میں لہجے کو ڈھالا کچھ اس طرح
 ہر بات ذوالفقار کی جھنکار بن گئی
 پردہ نشیں تھیں حیدر کرار بن گئی

کھلنے لگی وہ بات جواب تک تھی راز میں
 آیا جو زلزلہ سا ضمیر حجاز میں
 یہ احتجاج بارگہ بے نیاز میں
 یارب سر حسین کئے اور نماز میں
 یہ کہہ کے جب حسین کو دیکھا تو رک گئی
 زنب خموش ہو کے سیکنہ پر جھک گئی



حصہ دوم

ایک ضروری بات

واقعہ کربلا آئندہ صفحات میں آپ (خلاصہ) پڑھیں گے یہ میں نے زمانہ طالب علمی میں اہل سنت کے مختلف جید علماء کرام سے خود بنفس نفیس سنا اور کچھ علماء جو میری ہوش سے پہلے انتقال فرما چکے تھے۔ ان کی تقاریر جو اس موضوع پر تھیں وہ کیسٹوں کے ذریعے صفحہ قرطاس پر لائی گئیں اور سب سے زیادہ اس واقعہ کا مواد سید السادات پیر سید محمد یعقوب شاہ صاحب آف پھالیہ رحمۃ اللہ علیہ کی دو تقریروں سے اکٹھا کیا گیا۔ جو انہوں نے منڈی مرید کے میں ایک سال کے وقفے سے فرمائیں۔ اس کے بعد شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی واقعہ کربلا کے موضوع پر اب بھی تین کیسٹوں پر مشتمل تقاریر (خطبات جمعہ) دستیاب ہیں، سے کچھ استفادہ کیا گیا۔ اسی لیے واقعہ کربلا جو خلاصہ لکھا گیا ہے اس میں حوالہ جات کا اہتمام پوری طرح نہیں ہو سکا اور میرے خیال کے مطابق قارئین کرام اس واقعہ کی تلخیص پڑھ کر خود ہی میری مجبوری کو سمجھ جائیں گے کہ علماء کرام کے بیانات کتب کی عبارات کا ماحصل اور نچوڑ ہوتے ہیں۔ لہذا اگر ہر بات پر حوالہ نہ بھی مل سکے تو کوئی اتنی بڑی قباحت لازم نہیں آتی (کیونکہ مقررانہ انداز میں مقررین کے لیے ہے) اور ویسے بھی میری یہ کتاب خاص طور پر واقعہ کربلا کا چیئر غلامان شہدائے کربلا کے لیے ہے جو بہر حال ان کی ہر عظمت پر سر تسلیم خم کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں تاہم باقی موضوعات میں حوالوں کا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ باقی رہا اشعار کی کثرت کا معاملہ تو وہ میرا اپنا ذاتی ذوق ہے جس کی میں نے تسکین کی ہے۔ وہ جس کے بھی ہیں مجھے اس سے غرض نہیں ہے بمطابق حدیث ان من الشعر حکمة۔ الکلمۃ الحکمة ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فهو احق بہا (اب آئیے جہان کربلا کی طرف)۔

جہانِ کربلا

سب جہانوں سے الگ ہے اک جہانِ کربلا

پرچمِ حق و صداقت درمیانِ کربلا

کربلا ہے خون سے لکھی گئی اک داستاں

ہے وفاؤں کا سمندر ہر جوانِ کربلا

ذات بھی قرباں ہوئی سب کچھ لٹا کر چل دیئے

ثبت ورقِ دہر پر کر کے پیامِ کربلا

سر جھکانے کو فقط اک بارگاہِ اک آستاں

جبر کے سینے میں خنجرِ عاشقانِ کربلا

گلشنِ طیبہ کی کلیاں وہ نبی کے لاڈے

شانِ حیدر کے امین بنتے ہیں شانِ کربلا

سفرِ صحرا دھوپ گرمی اور شدتِ پیاس کی

کس قدر ثابت قدم ہیں غازیانِ کربلا

نہی جانوں تک کو یہ سب مرحلے درپیش ہیں

کیا انوکھا امتحاں ہے امتحاںِ کربلا

گرد میں صدیوں کی دب جائینگے سارے واقعات

روشنی دیتا رہے گا کاروانِ کربلا

(سیماب ادیبی)



واقعہ کربلا کی تلخیص

۲۲ رجب المرجب ۵۹ھ کو صحابی رسول ﷺ 'محب اہل بیت اطہار' کاتب وحی 'خال المسلمین' سیدنا حضرت امیر معاویہ بن حضرت ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا دمشق میں وصال باکمال ہوا اور یزید پلید تخت نشیں ہو گیا۔ تخت حکومت پر براجمان ہوتے ہی اس کو فکر لاحق ہوئی کہ سب سے پہلے مجھے ان لوگوں کی خبر لینی چاہیے جو مجھے امیر تسلیم کرنے پر رضا مند نہیں ہیں تاکہ ان کو اپنا مطیع و تابع بنا سکوں۔ دنیائے اسلام میں اس وقت چند شخصیات (جن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام سرفہرست ہے) مرجع خلافت تھیں۔ چنانچہ یزید نے اس وقت کے مدینے کے گورنر (ولید بن عقبہ) کو خط لکھا کہ حسین ابن علی، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہم) سے فوراً میری بیعت لو، بالخصوص یزید کو حضرت امام حسین اور حضرت ابن زبیر کی طرف سے یہ خطرہ تھا کہ ان میں سے کوئی اپنی حکومت کا اعلان کر کے بیعت نہ لینا شروع کر دے، گورنر مدینہ ولید بن عقبہ نے اپنے نائب مروان سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو اس بد بخت نے کہا! ہاں ہاں بالکل ٹھیک ہے اگر یہ حضرات یزید کی بیعت پر رضا مند نہ ہوں تو کوئی لحاظ نہ کیا جائے اور ان کو قتل کر دیا جائے (ہرچہ بادے باد جو ہو گا دیکھا جائے گا) چنانچہ ولید بن عقبہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر سنانے کے ساتھ ہی یزید کی تخت نشینی اور اس کی حکومت کو تسلیم کرنے کے لیے بیعت کی بات کی۔ حضرت امام حسین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال پر افسوس کا اظہار فرمایا اور یزید کی بیعت کے بارے میں فرمایا یہ

کام خفیہ طور پر نہیں ہو سکتا اہل مدینہ کو بلاوہ جو فیصلہ کریں مجھے اعتراض نہ ہوگا لیکن میں نے یزید کے بارے میں یہ ضرور سنا ہے کہ اس کا طریقہ زندگی خلفائے راشدین کے طریقے سے ہٹ کر ہے وہ شراب بھی پیتا ہے نمازیں بھی ضائع کرتا ہے، حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا۔ محرمات سے نکاح کو جائز کہتا ہے اور جائز و ناجائز میں فرق نہیں کرتا۔

ولید چونکہ صلح پسند اور شریف النسب تھا اس لیے اس کو امام حسین کی بات پسند آئی جبکہ ابن کثیر کے مطابق مروان نے ولید کو کہا! تو نے موقع ضائع کر دیا ہے اب حسین تیرے ہاتھوں سے نکل جائیں گے، تو نے ان کو موقع ہی کیوں دیا ہے اگر بیعت کر لیتے تو فیمہ اور نہ تلواریں سے فیصلہ کر دیا جاتا۔ ولید نے کہا! افسوس ہے تجھ پر اے بد بخت! تو مجھ سے لخت جگر بتول کا خون کرانا چاہتا ہے؟ بخدا! جس نے حسین کا خون بہایا وہ کبھی نجات نہ پائے گا۔

۔ اے امام عاشقاں پور تبول (رحمۃ اللہ علیہ)

سرو آزاد زبستان رسول (ﷺ)

روایت میں ہے کہ گورنر ہاؤس میں جاتے ہوئے امام حسین کے ساتھ تیس مسلح جانباز تھے جن کو آپ نے دروازے پر کھڑا کر دیا اور فرمایا! اگر خطرہ محسوس کرو، تو کوئی کارروائی کرنا ورنہ ہرگز کوئی اقدام نہ کرنا۔

جب مروان نے قتل حسین کی بات کی تو امام حسین نے اس کو جواباً فرمایا! یہ کس کا کلیجہ ہے کہ ایسا ارادہ دل میں لائے، میری جانب نظر اٹھائے۔ جو میرے قتل کا عزم کرے گا، میرے مرنے سے پہلے وہ خود مرے گا۔ اسی کے خون سے زمین کو سرخ کر دیا جائے گا۔ اور اس کے گلستان حیات کو صرصر ممت سے پائمال کر دیا جائے گا۔ اے مروان تیری یہ جرات کہ مدینے شہر میں میرے قتل کی بات کرے، تو تو کیا؟ کوئی تنفس بھی یہاں مدینہ میں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور میں سوائے کربلا کے کسی اور جگہ شہید نہیں ہوں گا کہ میرے نانا نے میری پیدائش سے بھی پہلے یہ خبریں دنیا کو سنا دی ہیں۔

۔ تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

جو دن کو کہہ دیا شب ہے تو رات ہو کے رہی

جب یہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں تو دروازے پر کھڑے تیس مسلح جوانوں نے چاہا کہ

اندر گھس کر مروان کا کام تمام کر دیں لیکن امام حسین جلدی سے باہر تشریف لائے اور ان جاں نثاروں کو لے کر واپس آ گئے۔

بعد میں ولید نے مروان کو کہا! دستک یا مروان! اے مروان تیرا براہو تو مجھ سے کیا مطالبہ کر رہا ہے واللہ! اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو امام حسین کا خون ناحق اپنے سر پر نہ لوں گا کیونکہ مجھے ایک دن اپنے خدا کے پاس جانا ہے اور اپنے نبی کو منہ دکھانا ہے۔

۔ روز جزا کشندہ فرزند مصطفیٰ

بے شبہ لائق درکات جہنم است

بس کور دل کسے کہ کند قصد سروری

کز نور چشم سید اولاد آدم است

گورنر مدینہ نے یہ سارا حال لکھ کر یزید کو بھیجا تو اس پلید نے بھی وہی کہا جو مروان بد بخت نے کہا تھا اور اس کے بدلے بہت سارا لالچ بھی دیا گیا مگر ولید نے سب کچھ ٹھکرا دیا اور کہا! دوزخ کے اس راستے پر قدم بھی نہ دھروں گا نہ کسی لالچ میں آؤں گا اور نہ ہی یزید کے ظلم و ستم سے مجھے کوئی باک ہے۔

۔ رسول پاک پر بھیج اے خدا درود و سلام

علی و فاطمہ، حسن و حسین پر بھی مدام

روضہ انور پر آخری سلام

۔ درپیش ہے اب گنبد خضراء کی جدائی

اے سرور عالم تیری رحمت کی دھائی

اس کے بعد بھی کئی خطوط ولید کو یزید کی طرف سے آئے اور ولید وہ خطوط امام عالی مقام کو دکھاتا رہا چنانچہ جب امام کو یقین ہو گیا کہ اب یہ لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیں گے تب آپ نے رات و رات کوچ کا ارادہ فرمایا! گھر والوں کو تیاری کا حکم دیا اور خود جلوہ گاہ قدسیاں سید عالمیاں، دستگیر بے کساں اور اپنے پیارے نانا جان کے روضہ منورہ پر حاضر ہو گئے۔ روتی ہوئی آواز میں عرض کیا!

یہ سوزش آہ نے کیسی لگادی آگ اے نانا
 جلا جاتا ہے من اپنا، ٹھکا جاتا ہے تن اپنا
 نہ کوئی یار نے غمخوار نے مونس نے ہدم
 سنائیں کس کو ہم درد و غم و رنج و محن اپنا
 اے نانا جان! میری زندگی کے سہارے اور اپنے راج دلارے بھائی حسن کو بھی آپ
 نے اپنے پاس بلا کر سلا لیا، اب میری بے کسی پر کون کڑھے اپنا درد دل آپ کے سوا کس سے
 کہوں۔

اسی دن کے لیے پالا تھا مجھ کو آپ نے نانا
 اسی کے واسطے تھا ماں کا مجھ کو دودھ پلوانا
 اسی کے واسطے جبریل گہوارہ جھلاتے تھے
 ہمیشہ میوے جنت کے وہ لالا کر کھلاتے تھے
 اے نانا جان! اس وقت دنیا سو رہی ہے اور آپ کا بیٹا حسین مدینہ چھوڑنے کی تیاری
 کر رہا ہے۔

سلام اے جدا امجد اے مرامنہ چومنے والے
 مجھے دوش نبوت پر بٹھا کر گھومنے والے
 ذرا نظریں اٹھا کر دیکھو! کس کا نور عین آیا
 میرے نانا تیرے در پر تیرا پیارا حسین آیا
 اے نانا جان! میں وہی حسین ہوں، جسے آپ کندھوں پر اٹھایا کرتے، گود میں بٹھایا
 کرتے، کبھی چوما کرتے کبھی سونگھا کرتے اور جس کے لیے فرمایا کرتے کہ میرا حسین جنت کا
 پھول ہے۔

جس مدینہ کو چھوڑتے ہوئے جانوروں پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے، خدا ہی جانتا ہے
 اس مدینہ والے کے نواسے کی حالت کیا ہوگی جو مدینے میں پلا بڑھا، جوان ہوا اب بڑھاپا
 آگیا اور مدینے والے کے کندھوں پر سوار ہو کر مدینے کی گلیوں میں سیر کرتا رہا۔ اس حسین

ہتھ جوڑ امام نے عرض کیتی تیرا پیارا حسین ذیشان چلیا
 تیری مہر نبوت کے بہن والا چڑھ کے نیزے تے پڑھن قرآن چلیا
 دیکھ زینب سیکھ تے شہر بانو نالے اکبر عباس جوان چلیا
 اسان فیر مسافراں آوتاں بھیں تیرے دین توں ہون قربان چلیا
 حسینؑ کے مدینے کو چھوڑنے کا غم کون جان سکتا ہے؟ یا نانا جان سکتا ہے یا نواسہ
 جان سکتا ہے جس نے مدینہ چھوڑتے ہوئے اپنے نانا جان کے مدینے کو ان الفاظ میں
 دعا دی۔

۔ نانا تیرے کرم کے خزینے کی خیر ہو
 میں جا رہا ہوں تیرے مدینے کی خیر ہو
 عرض کیا! کیوں جا رہا ہوں؟ اگرچہ مدینہ چھوڑنے کے الفاظ سن کر ہی کلیجہ منہ کو آتا
 ہے مگر پھر بھی جا رہا ہوں تو صرف اس لیے کہ۔

۔ مجھے جانا پڑے گا عظمت اسلام کی خاطر
 نبی کے دین کی خاطر، خدا کے نام کی خاطر
 نہیں جاتا تو پھر حیدر کے گھر کی آن جاتی ہے
 تمہارا دین میری غیرت ایمان جاتی ہے
 میں جاتا ہوں کہ دنیا میں وفا کا نام رہ جائے
 مرا کچھ نہ رہے لیکن خدا کا نام رہ جائے
 یہ عرض معروض ہو ہی رہی تھی کہ غیندی آگئی اور ملائکہ کی فوج ظفر موج کے جھرمٹ
 میں۔ کملی والا آگیا تھاں تھاں سویرا ہو گیا۔ نانا نے اپنے نواسے کو گلے لگایا، پیار کیا دلا سہ دیا،
 پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا! بیٹا۔

اہل بیت مصطفیٰ کا نام صبر و شکر ہے
 جانشین مرتضیٰؑ کا کام صبر و شکر ہے

خواب ہی خواب میں نواسہ عرض کناں ہوا

قلق ہے درد ہے افسوس ہے حسرت ہے نالہ ہے مرا سب عالم بالا سے عالم ہی نرالا ہے
 خبر لو میری اے نانا کہ مجھ پر زیت بھاری ہے
 امام الانبیاء نے اپنے نواسے اور اپنی آنکھوں کے تارے کو صبر کی تلقین فرمائی اور کوہ جبر
 دل پر دھرنے کی تعلیم دی اور فرمایا!

۔ سر کھانا راہ حق میں عاشقوں کا کام ہے
 در حقیقت عشق صادق بس اسی کا نام ہے
 ۔ نہ بھائی نہ ابا تیرا صابر شاکر رہنا
 جو جو ظلم یزیدی کر سن نال صبر دے سہنا
 مزید فرمایا! بیٹا حسین! تیرے اوپر مصائب کے پہاڑ ٹوٹیں گے غم کی آندھیاں چلیں
 گی تیری اولاد تیری آنکھوں کے سامنے ذبح کی جائے گی لیکن خبردار! جنتی جوانوں کے سردار
 ہو اپنے نانا کا فرمان عالی شان نہ بھولنا لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ فاسق و
 فاجر کے ہاتھ پر بیعت نہیں ہو سکتی۔

۔ جڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
 لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول
 کیونکہ

۔ حالات کے قدموں میں مرد قلندر نہیں گرتا
 ستارہ ٹوٹ بھی جائے تو زمین پر نہیں گرتا
 دریا تو سمندر میں گرا کرتے ہیں اکثر
 سمندر کبھی دریا میں لیکن نہیں گرتا

امام عالی مقام نے اپنے نانا جان کی ہمت و جرات، خیریت و آزادی سے معمور نصیحت
 سنی اور آپ کے قدموں کی طرف نظر جھکا کر اشارہ کیا اور کہا۔
 ۔ سر تک بھی اگر تماٹ کے پھینکیں گے ہمارا
 ہم آپ کے قدموں کی قسم اف نہ کریں گے

قبر فاطمۃ الزہراء پر آخری حاضری

میری قسمت میں اگر غم اتنے تھے
دل بھی یارب کئی دیئے ہوتے
امام عالی مقام اپنی امی جان کی قبر انور پہ حاضر ہو کر قبر انور سے لپٹ گئے اور رو کر
عرض کرنے لگے۔

اے میری ماں لیجئے میرا سلام
روضے پر حاضر تمہارا ہے غلام
تم تو سدھاریں سوئے باغ جنان
چھوڑ کر مجھ کو تنہا جان
اے مادر مہربان! موت کا ڈر نہیں مرنا تو حق کی راہ ہے مجھے تو آپ کی بارگاہ کی جدائی
کا غم کھائے جا رہا ہے آپ کی بارگاہ میں یہ دعا لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ راہ حق میں
اپنے جگر کے ٹکڑوں کی قربانیاں ہمت سے دوں۔

دل زہراء پہ کیسا داغ ہوا
آج گھر میرا بے چراغ ہوا
اب مدینہ اجاڑ ہوتا ہے
ہر بشر زار زار روتا ہے
قبر انور سے آواز آئی بیٹا! میں وعدہ کرتی ہوں کہ جب تو میدان کارزار میں گرے گا تو
میری گود تجھے سنبھالنے کے لیے کھلی ہوگی۔

ایک پنجابی شاعر نے حضرت فاطمۃ الزہراء کی قبر انور پر امام حسین اور بی بی زینب کی
حاضری کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

بڑھ کے فاتحہ ماں دی قبر اُتے اُتے شاہ حسین پکار دا اے
میرا بولیا چالیا معاف کرنا ایہہ سلام ہن آخری وار دا اے
تیری گود اند لکھاں سکھ پائے ہن دکھاں دا بھار پیا مار دا اے

میرے خون دی دین نوں لوڑ پئے گئی تائیوں کربلا تخت اسوار دا اے
 جھپا مار کے ماں دی قبر اتے بی بی پاک زینب کرلان لگی
 آخر کار اوہ وقت دی آن پہنچا لکھیاں جو تقدیر نوشتیاں نہیں
 دھیاں جدوں رسول دیاں باہر آئیاں لیاں اکھیاں میٹ فرشتیاں نہیں
 پنچھی مار اڈاریاں غائب ہو گئے حوراں تڑفیاں عرش عظیم کمبیا
 بندے بشر کی! پتھر وی رون لگ پئے روضہ پاک جاں دُرِ یتیم کمبیا
 امام عالی مقام اپنی امی جان کی قبر انور سے فارغ ہوئے تو اپنے بھائی حسن مجتبیٰ کی قبر
 پر گئے اور سلام محبت عرض کرتے ہوئے یوں گویاں ہوئے! اے بھائی! آپ نے جب سے
 منہ موڑا ہے ہر طرف سے رنج و مصائب نے مجھے گھیر لیا ہے سارا جسم سنگ غم سے چور چور
 ہے اور خوشی سے کوسوں دور ہے، آپ کے ہوتے ہوئے آپ کو دکھ سکھ سنالیتا تھا اور اب؟

۔ کیا تکلیف ہے کہ بے آب و خورش جیتا ہوں

زخمِ دل کھاتا ہوں خونِ جگر پیتا ہوں

حسن مجتبیٰ نے بھی اپنے چھوٹے بھائی کی راہنمائی کرتے ہوئے یوں ڈھارس بندھائی
 کہ میرا صبر و شکر تیرے سامنے ہے کہ سات بار زہر ہلا مل پی لیا، جگر ایک سو ستر ٹکڑے ہو کر
 باہر آ گیا مگر صبر و شکر کرتے ہوئے تیرے اصرار کے باوجود بھی اپنے قاتل کا نام تک نہ بتایا۔
 تو اگرچہ مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے مگر تجھ پر آنے والے مصائب بہت بڑے ہوں گے، تو اے
 میرے پیارے حسین!

۔ سو طرح کی تم پر آئے گی بلا اے نور عین

ہر زمام صبر کو مت چھوڑنا ہرگز حسین

شاہ دیں نے سن کے ان باتوں کو پھر اک آہ کی

اور کہا حاضر ہوں جو مرضی میرے اللہ کی

مدینے سے شہید کر بلا مکے کو جاتے ہیں!

سر الشہادۃین کے مطابق ۳ شعبان اور دیگر روایات کے مطابق ۷ رجب کو جس رات

نانا امت کی بگڑی بنانے عرش پر جلوہ گر ہوا اسی رات نواسہ امت کے ظلم و ستم کا نشانہ بننے کے لیے مدینہ چھوڑ کر سوئے کربلا روانہ ہو رہا ہے۔ وہ کیسی خوشی کی رات تھی اور یہ کیسی غم و اندوہ سے بھرپور رات ہے۔ اپنا اپنا فرض ہے دونوں ادا کرتے رہے

۔ اقرباء سے و داغ ہونے لگے

گلے مل مل کے خوب رونے لگے

بزرگنبد سنہری جالیوں کے مکین کے دین کے تحفظ کی خاطر ایسی قربانی امام حسین ہی دے سکتے ہیں، ایک کھرام تھا کہ مدینے والے مدینہ چھوڑ کے جا رہے ہیں، بزرگوں نے حسین کا دامن تھام لیا، جوانوں نے علی اکبر کے قدم پکڑ لیے، عورتوں نے زینب پاک کے قدموں پر چادر رکھ دیں، بچے علی اصغر کے قدم چوم کر عرض گزار ہوئے، نہیں نہیں بلکہ مدینے کی خاک کا ذرہ ذرہ زبان حال سے کہہ رہا تھا۔

۔ اے تماشا گاہ عالم روئے تو

تو کجا بہر تماشا می روی

اے حسین! زمانہ تجھے دیکھنے کے لیے مدینے آتا ہے تو کس کو دیکھنے کے لیے

مدینہ چھوڑ کر جا رہا ہے اور امام حسین جواب دیتے!

۔ منم محو خیال اونمی دا نم کجا رتم

شدم غرق جمال اونمی دانم کجا رتم

(میں اسی ذات احد کے جلوے کے نظارے کے لیے کربلا کی ریت پر سجدہ

کرنے جا رہا ہوں اور اسی کے جمال میں غرق ہونے کے لیے جا رہا ہوں)

حسین مدینہ سے نکلے تو یوں محسوس ہوا کہ پھول سے خوشبو نکل کے جا رہی ہے یا جسم

سے جان رخصت ہو رہی ہے۔ اے حسین! مدینے کے کوچہ و بازار تیرے قدموں کو کبھی نہ

بھولیں گے۔

۔ گلی گلی مدینے دی چیخ اٹھی جدوں کربلا دا شہسوار ثریا

ایہہ تے جگرا حسین دا جاندا اے کیوں جھڈ کے بیٹی بیمار ثریا

ٹردا کوئی نہیں گھراں چوں انج جویں، اج فاطمہ زہرا والابل ثریا
 روند اہو یا حسین ذی شان صائم جند رے اماں دے گھرنوں مار ثریا
 امام حسین نے پٹی پیاری اور بیمار بیٹی حضرت صفریٰ کو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
 کے حوالے کیا اور قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے مدینہ شریف کو الوداع کیا
 قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا هو مولنا۔ وعلی اللہ فلیتوکل
 المؤمنون (التوبہ: ۵۰)

فرمادیجئے کہ ہمیں ہرگز (کوئی مصیبت) نہیں پہنچ سکے گی مگر وہی جو ہمارے
 اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے اور اللہ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے اہل ایمان کو۔
 بعض روایات میں مندرجہ ذیل آیہ قرآنی کو تلاوت کرتے ہوئے مدینہ چھوڑنے کا اور
 مکہ شریف کو روانہ ہونے کا ذکر موجود ہے

ولما توجه تلقاء ممدین قال عسی ربی ان یھدینی سوا السبیل۔
 (قصص: ۲۲)

اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام اللہ کی توفیق سے) مدین کی طرف گئے تو (اپنے رب
 سے یوں) دعا کی! امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ پر چلائے گا۔ (یقیناً اللہ تعالیٰ نے
 اپنے پیارے نبی کے پیارے نواسے کے لیے سیدھی راہ کے تمام اسباب فراہم کر دیے کیونکہ
 یہ راہ راہ شہادت تھی جس پر آپ گامزن تھے توفیق الہی ہر قدم پر ان کی راہ نمائی کر رہی تھی
 اور خدا کے نبی روضہ انور میں ہر لمحہ ان کے لیے دعا گو تھے اللھم اعط الحسین صبرا
 واجرا۔ اے اللہ! میرے حسین کو صبر بھی عطا فرما اور اجر بھی۔

امام حسین نے مدینہ کے درودیوار پر اور روضہ سرکار ابد قرار پر آخری نظر دوڑائی اور فرمایا!

اے شگوفو! السلام، اے خفتہ کلیو! السلام

اے مدینے کی نظر افروز کلیو! السلام

مکی مدنی آقا کا نواسہ مکے میں داخل ہوتا ہے

مدینہ سے مکہ آتے ہوئے امام حسین کو بہت سارے لوگ ملے جو بھی ملتا، پوچھتا! اے پیارے حسین! یہ کیا بے قراری ہے کیوں روضہ النور، رشک غلد بریں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ فرماتے

۔ رشتہ درگردنم افکنده دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ دوست
میرے محبوب حقیقی نے میرے گلے میں (تقدیر کی) رسی ڈالی ہوئی ہے، اب جہاں
اس کا دل چاہے مجھے لے جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ مطیع راستے میں ملا اور اس نے آپ سے عرض کیا!

۔ کردہ عزم سفر حفظ خدا یار تو باد
فضل حق از ہمہ آفات نگہدار تو باد

کہ اللہ تعالیٰ اس سفر میں آپ کا مددگار ہو۔ اللہ کا فضل آپ کی حفاظت فرمائے۔

عبداللہ مطیع نے مشورہ دیا کہ میری مائیں تو حرم کعبہ میں بیٹھ جائیں۔ مکہ والے آپ پر
سوجان سے نثار ہوں گے، کوفے جانے کا ارادہ نہ ہی فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ آپ نے اس کو
دعادی اور فارغ کر دیا۔

آپ کی سواری مکہ شریف کے قریب پہنچی تو تمام اہل مکہ نے باہر نکل کر استقبال کیا اور
یہ ترانہ پڑھا۔

۔ جن سے روشن ہے مدینہ وہ قمر آتے ہیں

جن کا معدن ہے نجف میں وہ گہر آتے ہیں

حضرت سرور عالم کے سپر آتے ہیں

سیدہ فاطمہؑ کے لخت جگر آتے ہیں

جن کا گہر عرش پر ہے وہ مرے گہر آتے ہیں

واہ قسمت! کہ چراغ حرمین آتے ہیں

اے مسلمانو! مبارک ہو حسین آتے ہیں

اور جب بمطابق ایک روایت کے ۴ شعبان المعظم ۶۰ھ کو آپ کی سواری اس مقدس شہر مکہ میں داخل ہوئی جہاں آپ کے نانا جان نے اپنی حیات ظاہری کے ترپن سال گزارے تھے تو شہر مکہ رشک طور بن کر آپ کا استقبال کرنے لگا اور زبان حال سے پکار اٹھا

مرحبا اے اہل مکہ مرحبا

مرحبا صد مرحبا صد مرحبا

آج نور مصطفیٰ کی دید ہے

آج ہی اہل حرم کی عید ہے

آمد شبیر کی کیا دھوم ہے

دھوم ہے کیا دھوم ہے کیا دھوم ہے

آمد آمد ہے میرے سردار کی

آمد آمد ہے شہ ابرار کی

آمد آمد مالک جنت کی ہے

آمد آمد نور پیغمبر کی ہے

آمد آمد ہے حسین پاک کی

آمد ہے پسر شہ لولاک کی

مکہ کا گورنر سعد بن عاص تھا اس نے آپ کی عظمت و شان، مرتبہ و مقام کے پیش نظر کوئی تکلیف نہ دی چنانچہ، شعبان، رمضان، شوال اور ذیقعد کے چار مہنے آپ نے امن و سکون سے گزارے حرم کعبہ میں پانچوں وقت باجماعت نمازیں پڑھائیں۔ ادھر کو فیوں کو پتہ چل گیا کہ امام حسین مدینہ سے مکہ آگئے ہیں چنانچہ انہوں نے خطوط لکھنے شروع کر دیے۔ دوسو سے لے کر بارہ، ساٹھ اور ستر ہزار خطوط کا ذکر روایات، کتب تواریخ بلکہ کتب شیعہ میں بھی ذکر ہے۔ اہل مکہ اور کئی جید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہی مشورہ دیا کہ کو فیوں کی بے وفائی مشہور ہے اور پھر آپ کے والد اور بھائی کو بھی شہید کر چکے ہیں، لہذا آپ وہاں جانے کا ارادہ ترک فرمادیں۔ مگر آپ اپنے ارادے پر کوہ استقامت بن کر ڈٹے رہے (اُس دور کے خارجیوں کا اور آج کے دور کے اسرار یوں اور دھابیوں کا اس کو ضد کہنا یہ ان کی اپنی ضد

اور عناد ہے المرء یقوس علی نفسه۔ جو نبی کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں امام حسین ان کی نگاہوں میں کیا شی ہیں تاہم ہماری بات تو محبانِ امام حسین سے چل رہی ہے) کہ امام کے پاس جانبِ کوفہ ضرور جانے کا شرعی عذر بھی تھا اور وہ یہ تھا۔

امام حسین نے مکہ کیوں چھوڑا؟

- ۱۔ اس وجہ سے کہ آپ جانتے تھے کہ یزید فاسق و فاجر ہے اور کوفہ والے بار بار خط بھی لکھ رہے تھے پھر بھی آپ کے نہ جانے کا مطلب یہ لیا جاتا کہ آپ ان کو ایک فاسق و فاجر اور ظالم کے سپرد کر رہے ہیں، بروز قیامت اگر وہ اللہ کی بارگاہ میں یہ شکایت کریں کہ ہم حق کے امام کو بلاتے رہے مگر یہ تیرے گھر کی پناہ لے کر بیٹھے رہے اور ہمیں ایک خونخوار کے آگے پھینک دیا لہذا ہم نے مجبور ہو کر اس کی بیعت کی،۔ امام حسین اس بات سے بھی پریشان تھے کہ کوفیوں کے اس عذر کا وہ خدا کے ہاں کیا جواب دیں گے۔
- ۲۔ امام عالی مقام نے مکہ میں ٹھہرنے کا مشورہ دینے والوں کے سامنے دوسری وجہ خود بیان فرمائی۔ سمعت ابی وقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان کبشا یتحل بہ مکة فلا اکون انا ذلک الکبش (سراشبادتین) میں نے اپنے باپ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خود سنا کہ انہوں نے فرمایا! میں نے حضور علیہ السلام سے خود سنا کہ ایک دنبے کے ذریعے مکہ مکرمہ کی حرمت پامال کی جائے گی۔ پس میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ دنبہ میں ہی نہ بن جاؤں۔ امام حسین کے علائی بھائی (باپ کی طرف سے سکے بھائی) آپ کا یہ فرمان سن کر اتنا روئے کہ منہ دھونے کی مقدار پورا ایک طشت آنسوؤں سے بھر گیا۔ تمام اہل مکہ رنجیدہ ہو گئے اور ہر شخص مبتلائے الم ہوا۔

(عنصر اشبادتین)

۔ کربل کی ہے یاد آئی، اب رونے رلانے دو

سوئے ہوئے پہلو میں، سب درد جگانے دو

۔ صفریٰ سے کہا شاہ نے مت روک مجھے بیٹی

دیں لٹتا ہے تانے کا، سردے کے بچانے دو

اکبر کی شہادت پر، زینب سے کہا! شاہ نے
 ارمانوں کا یہ لاشہ، اب مجھ کو اٹھانے دو
 بن جانا تمہیں دلہن، رک جاؤ! ذرا حورو
 قاسم کو شہادت کے، سہرے تو سجانے دو
 شبیر ہوں زہرا کا، ہے دودھ پیا میں نے
 اس دودھ کی کربل میں، اب لاج نبھانے دو
 قرآن میرا دل ہے، قرآن کی میں جاں ہوں
 قرآن کو نیزے پر، قرآن سنانے دو
 پیاسا ہوں تو پھر کیا ہے، تازہ ہے لہو میرا
 ہر تیر کو آنے دو! اور پیاس بجھانے دو
 شبیر کا غم صائم، گر دل میں ہی رکھنا ہے
 ہم درد کے ماروں کو، پھر آنسو بہانے دو

امام عالی مقام نے عقلی و نقلی دلیل دے کر بڑے بڑے اہل علم کو ورطہ حیرت میں ڈال
 دیا اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ باب مدینہ العلم کے بیٹے، امام الانبیاء اور مدینہ العلم کے نواسے
 اور فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لخت جگر جو تھے۔

علی ولی کے پسینے سے پھول بنتے ہیں
 انہی کے نقش قدم سے اصول بنتے ہیں
 علی کے لعل کی منزلت مت پوچھ
 اسی حسین کی سواری رسول بنتے ہیں

فراستِ حسینی

تاہم امام عالی مقام نے اتنا ضرور کیا کہ جب بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ مشورہ دیا
 کہ اگر آپ نے ضرور ہی جانا ہے تو اپنے جانے سے پہلے کسی کو حالات کی آگاہی کے لیے
 بھیج دیں، اگر حالات سازگار ہوئے تو تشریف لے جانا ورنہ یہیں پر جلوہ گر رہنا۔

چنانچہ آپ نے اپنے چچا زاد حضرت مسلم بن عقیل کو اس کام کے لیے منتخب کیا اور پھر انہوں نے ابتداء کو فیوں کا جوش و جذبہ دیکھ کر آپ کو خط لکھا اور آپ روانہ ہوئے اور معرکہ کربلا پیش آیا۔ اس میں آپ کی فراست مومنانہ قابل غور ہے کہ اگر آپ بجائے امام مسلم کے کسی صحابی رسول کو بھیجتے یا کسی صحابی کے بیٹے کو بھیجتے اور وہی کچھ ہوتا جو بعد میں سانحہ کربلا کی صورت میں ہو گیا تو دشمنانِ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کو آج بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام سن کر تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے، وہ تو ہمارا (اہل سنت کا) جینا محال کر دیتے کہ دیکھا! یہ ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے خط لکھ کر رسول پاک کا سارا خاندان فوج کروادیا۔

امام عالی مقام نے حضرت امام مسلم کو بھیجنے کا فیصلہ فرما کہ محبانِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور غلامانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم (اہل سنت و جماعت) کے سر فخر سے بلند فرما دیے اور اپنے نبی کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دامن کو دشمنانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی لعن طعن کی ناپاک ٹھنیوں سے بچالیا۔

اصحابِ محمد کے ہم چاہنے والے ہیں

ہم اصل حسینی ہیں اور حسین ہمارے ہیں

فرمایا! ہمارے ساتھ جو ہوتا ہے ہو جائے مگر میرے نانا جان کے جانثاروں کی سیرت کی پاک چادر پہ کوئی دھبہ نہ لگا سکے۔

ہر خموشی کو تکلم کر دیا

موت کو تو نے تبسم کر دیا

تجھ سے کیا رشتہ ہے تاج و تخت کا

تو اجالا ہے جبینِ وقت کا

اور شاید یہی وجہ تھی کہ باوجود اس کے کہ مدینے کی موت شہادت کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ مدینے میں مرنے والے مسلمان کے لیے حضور علیہ السلام نے شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

من استطاع منکم ان يموت بالمدينه فليمت بها فاني اشفع لمن يموت بها (رواہ احمد والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

وقال هذا حدیث حسن صحیح غریب اسنادا۔ (مشکوٰۃ ۲۳۰)

جو مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ مدینہ میں ہی مرے کیونکہ میں مدینہ میں مرنے والے کی شفاعت کروں گا۔

لیکن اس فضیلت کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ جیسے باب مدینہ العلم اپنا مسکن کوفہ میں بناتے ہیں اور وہیں پر شہید ہوتے ہیں

ہم تو یہی کہیں گے کہ اپنے محبوب کے محبوب صحابہ کرام علیہ السلام کی عزت و حرمت کے تحفظ کی خاطر اس نکتے پر بھی غور کرنا ذرا۔ کیونکہ صحابہ کی محبت ایمان کی سلامتی کا باعث ہے۔

اے عالم وانا بدیں علم غروری

نزدیک بمطلوب نہ ای بلکہ تو دوری

تا خانہ دل را نہ کنی مخزن توحید

حق را نہ نشای بدیں کنز و قدوری

اگر واقعہ کربلا کا مطالعہ اور عظمت امام عالی مقام کا نظارہ محبت صحابہ کے سمندر میں ڈوب کر کیا جائے گا تو یہ روشنی بھی جا بجا دلوں کی دنیا کو منور کرتی رہے گی۔

روشنی دیتا رہے گا تا ابد خون حسین

شام ہی جس کی نہ ہوگی وہ سحر ہے کربلا

وہ بظاہر سانحہ تھا چند ساعت کا مگر

غور سے دیکھو تو صدیوں کا سفر ہے کربلا

حضرت مسلم بن عقیل کوفہ کو روانہ ہوتے ہیں

حضرت امام عالی مقام نے امام مسلم کو کوفیوں کی طرف حمایت کا خط لکھ کر دیا کہ یہ میرے چچا زاد بھائی ہیں جو حالات کا جائزہ لے کر مجھے خط لکھیں گے تب میں آؤں گا، چنانچہ امام مسلم نے اپنی بیٹی (جس کا نام بھی سیکھنا تھا) امام حسین کے حوالے کی اور اپنے دو بیٹوں (محمد اور ابراہیم جو کم سن ہونے کی وجہ سے اپنے والد سے بہت پیار کرتے تھے اور ان کے بغیر ایک لمحہ نہیں رہ سکتے تھے) کو اپنے ساتھ لیا اور کوفہ پہنچ گئے، مختار بن عبید ثقفی کے

گھر سکونت اختیار کی پورے کوفے میں آپ کے آنے کی خبر پھیل گئی لوگ جوق در جوق آئے اور پہلے ہی دن چالیس ہزار افراد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کے ساتھ لڑنے مرنے کا عہد کیا، کوفے کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر صحابی رسول ہونے کی وجہ سے محبت اہل بیت بھی تھے انہوں نے ذرا مزاحمت نہ کی، یزید کے ایجنٹوں کو یہ گوارا نہ ہوا کہ یزید کی حکومت ہو اور لوگ کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کریں چنانچہ ان میں سے ایک (عمارہ بن یزید بن عقبہ) نے گورنر کو کہا! مسلم کو بیعت لینے سے روکو اور اگر نہ رکیں تو ان کو قتل کر دو۔ حضرت نعمان نے فرمایا! میں بے غیرت نہیں ہوں کہ گورنری بچانے کے لیے خاندان نبوت کا خون بہاؤں۔ گورنری جاتی ہے تو لاکھ بار جائے لیکن محبت آل رسول دل سے کبھی نہ جائے۔

تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں

بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

جب یزیدیوں نے دیکھا کہ بیعت مسلم کا سلسلہ پھیلتا جا رہا ہے اور گورنر بھی روک نہیں رہا تو انہوں نے یزید کو خط لکھا! اور سارے حالات بیان کر دیے۔ یزید نے والی بصرہ عبید اللہ بن زیاد بدنہاد کی طرف حکم جاری کیا، کہ بصرے میں اپنے بھائی کو اپنا قائم مقام بنا کر فورا کوفے کی گورنری سنبھال لے اور نعمان بن بشیر کو معزول کر کے حالات کو اپنے موافق کر چاہے اس کے لیے کتنی ہی قتل و غارت کرنی پڑے، یہ مکار حجازی لباس زیب تن کر کے مغرب و عشا کے درمیان مکہ کی طرف سے آنے والے راستے سے کوفے میں داخل ہوا کیونکہ لوگ امام حسین کی انتظار میں تھے، تاکہ لوگ سمجھیں کہ حسین آگئے ہیں چنانچہ اس بدنہاد کی مکاری رنگ لائی اور اس کے چہرے پر پردہ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے اس کو امام حسین سمجھ کر قدمت خیر مقدم یا بن رسول اللہ (آپ کا آنا مبارک ہوا) فرزند رسول کے نعرے لگانا شروع کر دیے۔ جب یہ امام مسلم کے ٹھکانے کی طرف جانے کی بجائے گورنر ہاؤس کو گیا تو لوگوں کے سامنے حقیقت گھل گئی اور کف افسوس ملنے لگے، اس نے جاتے ہی حضرت نعمان بن بشیر کو معزول کر دیا اور خود گورنری سنبھال لی، اگلی ہی صبح جامع مسجد کوفہ میں اس نے جلسہ بلایا اور لوگوں کو بہت ڈرایا دہمکایا، اس وقت امام مسلم ہانی بن عروہ کے گھر تھے اور ہانی بھی جلسے میں شریک تھے، جلسہ ختم ہوا تو ہانی واپس گھر کو آتے سوچ رہے

تھے کہ اب کیا کیا جائے۔

ابن زیاد نے امام مسلم کی تلاش کے لیے جاسوس بھیج دیے جن میں سے ایک معقل نامی شخص کچھ رقم اور کپڑے لے کر امام مسلم کا حمایتی بن کر ہانی کے گھر بھی پہنچ گیا اور پھر واپس جا کر ساری اطلاع دے دی۔

روایت میں ہے کہ ابن زیاد نے ہانی کو بلا کر ڈرایا اور کہا مسلم کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ تہ تیغ کر دیئے جاؤ گے مگر ہانی استقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے آخر کار ننانوے سال کے ہانی (جو بقول بعض صحابی رسول ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا عرصہ حضرت علی المرتضیٰ کی صحبت سے بھی فیض پاتے رہے) ننگا کر دیا اور شکنجے میں کس کر ایک ہزار کوڑوں کی سزا دی۔ ہانی بے ہوش ہو گئے جب ہوش آئی تو فرمایا! اگر مسلم میری بغل میں بھی ہوتے تب بھی تیرے حوالے نہ کروں۔

چنانچہ ہانی کو قید کر دیا اور تمام رؤسائے کوفہ کو نظر بند کر دیا گیا۔ اور ان نظر بندوں کو گورنر ہاؤس کی چھت پر چڑھا کر اپنے اپنے عزیزوں کو امام مسلم کی حمایت سے دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا گیا، جس سے بہت سارے لوگ امام مسلم کی بیعت سے پھر گئے اور جب امام مسلم کو معلوم ہوا کہ میرا میزبان قید اور کوڑوں کی سزا بھگت رہا ہے تو آپ تلواریں کر باہر نکلے اور لوگوں کے سامنے آ کر ایسا خطاب فرمایا کہ ایک بار پھر چالیس ہزار تلواریں آپ کے ساتھ آپ کی حمایت میں چمکنے لگیں، اگر آپ حملہ کر دیتے تو کوفہ یزیدیوں سے پاک ہو جاتا مگر آپ صلح پسند ہونے کے ساتھ ساتھ پہل بھی نہ کرنا چاہتے تھے صرف گورنر ہاؤس کا محاصرہ کرنے پر اکتفا فرمایا! اور پھر مذکورہ واقعہ پیش آیا کہ مغرب کی نماز کے وقت صرف پانچ سو افراد آپ کے پیچھے بادل خواستہ کھڑے تھے (ہاتھ کھلے چھوڑ کر نماز ادا کر رہے تھے تاکہ ابن زیادہ اگر پوچھے کہ تم نے مسلم کو مغرب کی نماز کا امام کیوں مانا ہے تو ہم کہہ سکیں کہ ہم تو ہاتھ کھول کر ویسے ہی کھڑے ہوئے تھے جبکہ نماز تو ہاتھ باندھ کر پڑھی جاتی ہے اور اگر امام مسلم پوچھیں تو ہم ان کو بھی کہہ سکیں کہ آپ کے پیچھے ہی تو کھڑے ہوئے تھے بس وہ دن گیا اور یہ دن آیا آج تک ہاتھ باندھنے نصیب ہی نہیں ہوئے۔ نہ جماعت نصیب نہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا نصیب۔ حالانکہ ہاتھ کھلے رکھنا بندے کی عادت ہے اسی لیے ہاتھ

کھول کے پیدا ہوتا ہے اور مرتے وقت بھی کھلے ہوتے ہیں زندگی میں جب ہاتھ کھلے ہوں تو اللہ فرماتا ہے فرشتو! لکھ لو میرا بندہ عادت کر رہا ہے اور بندھے ہوں تو حکم ہوتا ہے اب لکھو! کہ میری عبادت کر رہا ہے) اب پھر امام اکیلے رہ گئے وہ پانچ سو بھی ساتھ چھوڑ گئے۔ ہانی شہید کر دیے گئے۔ امام حسین کو کوفہ آنے کا خط لکھ دیا گیا، دونوں بچے آپ کے ساتھ تھے کوئی پرسان حال نہ تھا۔

جن کو تھی پھولوں سے نفرت ٹھو کریں کھانے لگے

کوفہ کے بازار میں امام مسلم بچوں کے ساتھ جا رہے تھے تمام دروازے آپ کے لیے بند تھے ایک دروازہ کھلا اور ایک بوڑھی عورت جس کا نام تاریخ والے ”طوعہ“ بتاتے ہیں، نمودار ہوئی اور امام سے پوچھا آپ کون ہیں اور آدھی رات کو ان پھول جیسے بچوں کو لے کر پریشان ہو کر کیوں گھوم رہے ہیں فرمایا! عرب کا مسافر ہوں، حسین کا بھائی ہوں، کوفیوں کا بلایا ہوا مہمان ہوں، مائی نے دروازہ کھول کر اندر بلایا، جو کچھ ہو سکا خدمت تو اضع کی۔ مائی کا نافرمان بیٹا رات دیر سے گھر آیا اور امام مسلم کو اپنے گھر دیکھ کر لالچ میں اندھا ہو گیا اور فوجا جا کر ابن زیادہ کو بتا دیا کہ مسلم بمعہ بچوں کے ہمارے گھر میں ہیں۔ اس نے محمد بن اشعث کی قیادت میں ایک دستہ بھیجا، جس نے طوعہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا، امام مسلم تلوار لے کر باہر تشریف لائے سوائے لڑنے کے چارہ نہ رہا، ہاشمی شہزادے نے ایسا حملہ کیا کہ ابن اشعث کو پانچ سو فوجی اور منگوانا پڑے۔ جب پھر بھی غالب نہ آ سکا تو مجبور ہو کر صلح کی بات کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا! میرے ساتھ جب چالیس ہزار تھے، میں تو اس وقت بھی لڑائی سے پرہیز کرتا رہا اب بھی اگر تم صلح چاہتے ہو تو آؤ بسم اللہ۔

شہادت امام مسلم بن عقیل

ایک روایت میں ہے کہ کوفیوں کی طرف سے اس منافقانہ صلح کے نتیجے میں جب امام مسلم بمعہ بچوں کے ابن زیادہ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے دروازے کے پیچھے جلا د کھڑا کیا ہوا تھا جس نے تلوار مار کر پہلے امام مسلم کو اور پھر بچوں کو شہید کر دیا جبکہ دوسری روایت میں قدرے تفصیل ہے اور وہ یہ کہ محمد بن اشعث کے دستے نے یکبارگی حملہ کیا جس

سے آپ شدید زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے اور فوج آپ کو اٹھا کر ابن زیاد کے پاس لے گئی، جب آپ کو ہوش آیا تو ابن زیاد نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے خوب بکواس کی اور پھر کبھی لالچ اور کبھی دھمکیاں دے کر آپ کو یزید کی بیعت کرنے پر مجبور کرتا رہا آپ نے فرمایا! کٹ تو سکتا ہوں مگر یزید کی بیعت کر نہیں سکتا اور حسین کی بیعت تو نہیں سکتا۔

۔ ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں

عشق کی آگ ہے دل میں ابھی بجھی تو نہیں

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی

کٹی ہے برسر میدان مگر جھکی تو نہیں

چنانچہ آپ کو قلعہ کی چھت پر لے جایا گیا اور علاقائی دستور کے مطابق پوچھا گیا کہ کوئی آخری خواہش یا وصیت ہو تو کہہ دو۔ فرمایا! اگر کر سکو تو میرا گھوڑا اور دیگر سامان بیچ کر فلاں فلاں کوئی کا قرض میں نے دینا ہے وہ ادا کر دینا۔ کوفہ میں میرے دو بچے کس پرسی کے عالم میں ہیں ابھی تھوڑی دیر کے بعد یتیم ہو جائیں گے ان کو بحفاظت مکہ میں میرے بھائی حسین کے پاس پہنچا دینا اور اپنے بھائی حسین کو کوفہ آنے کا خط لکھ چکا ہوں، ان کو کوفہ آنے سے منع کر دینا اور ایک تمنا یہ ہے کہ شہادت سے پہلے دو رکعت نماز کی اگر اجازت دے دو؟ کیونکہ

۔ وہ بولے کہ یہ شیوہ ہے مشہور ہمارا

سر دینا عبادت میں ہے دستور ہمارا

آپ نے جلدی جلدی دو گانہ ادا کیا کہ کہیں یہ نہ کہیں موت سے ڈر کر نماز لمبی کر دی ہے، جلادوں نے سر کے بالوں سے پکڑ کر قلعے کی دیوار سے نیچے لٹکایا، تلواریں کا وار کیا سر ان کے ہاتھوں میں رہا اور دھڑ زمین پر آگرا (اَنَا لِلّٰهِ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

ابن زیاد یہ ظلم کروا کے ابھی سنہرے تخت پر بیٹھا جھوم ہی رہا تھا کہ ایک بوڑھی عورت کالی چادر کا نقاب کیے ہوئے گرجتی آواز میں ابن زیادہ کے اس ظلم پر لعنت کرتے ہوئے آرہی تھی یہ وہی طوع تھی کہ جس نے امام مسلم اور ان کے بچوں کو اپنے گھر میں پناہ دی تھی اور اس کے بدنصیب بیٹے نے دنیا کے لالچ میں آکر ابن زیاد کو بتا دیا اور اس لیے آئی تھی کہ سارا مجمع گواہ ہو جائے کہ مسلم کے قتل سے میرا دامن پاک ہے۔ مائی نے کچھ ایسے انداز سے ابن

زیادہ پر چڑھائی کی کہ ابن زیاد بدنہاد کے ہاتھوں مائی کو بھی جام شہادت نوش کرنا ہی پڑا۔

بنا کر دند خوش رے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

امام مسلم کے بچوں کی شہادت

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی (اقبال)

امام مسلم کی شہادت کے بعد آپ کے بچوں کی بازیابی پر انعام اور ان کو پناہ دینے پر سخت سزا کا اعلان کر دیا گیا، اس وقت دونوں بچے قاضی شریح کے گھر میں سمے بیٹھے تھے اور اپنے پیارے باپ کی جدائی میں خون کے آنسو رو رہے تھے حالانکہ ابھی ان کو یہ نہ بتایا گیا تھا کہ تمہارے باپ کو شہید کر دیا گیا ہے، قاضی شریح امام مسلم کی شہادت کی خبر سن کر زار و قطار رو رہے تھے اور بچوں کے ساتھ پیار بانداز قیمتی کر رہے تھے جس سے بچے سمجھ گئے کہ ہم یتیم ہو گئے ہیں، بچے ہچکیاں لینے لگے تو قاضی نے سینے سے لگا کر عرض کیا! آواز نہ نکالو کہیں تمہاری اطلاع بھی ان ظالموں کو نہ ہو جائے۔ میں تمہارے ابا جان کی وصیت کے مطابق تمہیں رات کو مکہ شریف جانے والے قافلے کے ساتھ روانہ کر دوں گا۔ اور تم بحفاظت امام حسین کے پاس پہنچ جاؤ گے ان شاء اللہ۔

چنانچہ قاضی شریح نے رات کے وقت دونوں بچوں کو پچاس پچاس اشرفیاں دیں اور ساتھ کھانا باندھ دیا، اپنے بیٹے اسد کو کہا کہ شہر کے فلاں دروازے سے آج رات ایک قافلہ مکہ جانے والا ہے دشمنوں کی نظروں سے بچ کر ان بچوں کو قافلے کے کسی خدا ترس انسان کے حوالے کر کے آ۔ اسد بچوں کو لے کر چپکے چپکے جب دروازے پر پہنچا تو قافلہ چند منٹ پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ وہ اکیلے رہ گئے اور قافلہ جاتا رہا

تھوڑی دور گرد و غبار اڑتا ہوا دکھائی دیا۔ اسد نے کہا! وہ قافلہ جا رہا ہے دوڑ کے شامل ہو جاؤ۔ کیا دوڑتے ریشم سے زیادہ نرم پاؤں رات کا اندھیرا! دوڑتے دوڑتے صبح ہو گئی قافلہ نہ ملا بلکہ وہی کوفہ کے درو دیوار تھے اور وہی بچے تھے۔ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ اب کیا

کریں کہ اچانک بجلی کی طرح ایک آواز کڑکی! کون ہو تم؟ اہل بیت کے چشم و چراغ تھے
جھوٹ کا پتہ ہی نہ تھا۔ فوز ابولے!

۔ وہ بولے ہم ہیں نکڑے حضرت مسلم کے سینے کے

غریب و بے کس و تنہا مسافر ہیں مدینے کے

یہ ظالم ابن زیاد کا سپاہی تھا جو انعام کے لالچ میں دونوں شہزادوں کو سیدھا ابن زیاد
کے دربار میں لے گیا۔ ابن زیاد نے بچوں کو جیل بھیج دیا، جہاں کا داروغہ مشکور نامی محبت اہل
بیت تھا، اس نے بچوں کو کھانا کھلایا، تھوڑا آرام کا موقع دیا اور رات ہوئی تو اپنی انگوٹھی دے
کر بچوں کو کہا! یہ راستہ سیدھا قادیان جاتا ہے وہاں میرا بھائی کو تو ال شہر ہے، اس کو جا کر یہ
انگوٹھی دکھانا وہ تمہیں حفاظت کے ساتھ مکے پہنچا دے گا، بچے تو نکل گئے لیکن ابن زیاد کو بھی
خبر ہو گئی اس نے مشکور کو بلا کر کوڑوں کی سزا دی جس سے وہ شہید ہو گیا۔ (اہل محبت بیان
کرتے ہیں کہ سزا کے دوران کسی نے دربار میں سے سفارش کی کہ مشکور بڑے خاندان کا ہے
کہیں بغاوت نہ ہو جائے بس کراتنی ہی سزا کافی ہے تو مشکور نے اس سفارشی کو ڈانٹ کر کہا!
خبردار! سفارش کر کے مجھ پر ظلم نہ کر کیونکہ اہل بیت کی محبت میں مجھے ہر کوڑے پر رسول پاک
کی زیارت ہو رہی ہے) بچوں کو پکڑنے پر پھر بھاری انعام رکھ دیا گیا ادھر بچے ساری رات
دوڑتے رہے صبح نمودار ہونے لگی تو ایک کنویں کے کنارے کھوکھلا درخت تھا اس میں چھپ
گئے کہ کہیں پھر نہ پکڑے جائیں اور۔ کہیں ایسا نہ ہو سارا سفر بے کار ہو جائے۔
اے اپنے بچوں سے محبت کرنے والے مسلمانو! ذرا امام مسلم کے بچوں کی بے کسی و
بے بسی بھی ملاحظہ کرو۔

۔ اے بے ضمیر دور کے اندھے مورخو!

ماضی کے ظلم و جور کی تقلید مت کرو

اپنے قلم کی نوک کا انجام سوچ لو

آواز قلم گونج رہی ہے سنو سنو

نام حسین نقش ہے جبل الوریہ پر

لعنت ہی کر رہا ہے زمانہ پریدہ پر

ایک عورت اسی کوئیں سے پانی بھرنے آئی اس کو درخت کی طرف سے نور کے دو
جلوے نظر آئے۔ پوچھا! کون ہو؟ بچوں نے پھر سچ سچ کہہ دیا اس عورت نے جو کسی کی کنیز تھی
یہ سنا تو۔

اٹھ کے سینے سے لگایا ان کو
اپنی آنکھوں میں بٹھایا ان کو
کنیز نے کہا! چلو میرے ساتھ میری مالکہ اہل بیت سے محبت کرنے والی ہے تمہیں کوئی
تکلیف نہ ہوگی۔ بچے ساتھ چل پڑے، نہلا دہلا، کھلا پلا کر بچوں کو سلا دیا گیا۔

اے میرے عرش کے تارو سوؤ
میرے اللہ کے پیارو سوؤ
اے مرے دلبر جانی سوؤ
میرے مسلم کی نشانی سوؤ
کنیز کی مالکہ کا خاوند حارث لالچ زر میں آدمی رات تک بچوں کو تلاش کرتا گھر آیا
تو بیوی کو جگا کر کھانا مانگا، کھا کر ابھی سویا ہی تھا کہ اندر سے بچوں کے رونے کی آواز آئی وہ
آواز کیا تھی؟

وڈے بھائی محمد دی اکھ کھلی
ابراہیم نوں پکڑ جگا وندا اے
جاگ جاگ ویرن آیا سفر جنت
نالے رو وندا تے گرلا وندا اے

کہ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو جگایا اور بتایا کہ مجھے خواب آیا ہے میں نے حضور
علیہ السلام کے دربار میں اپنے ابا حضور کی زیارت کی ہے اور حضور علیہ السلام ہمارے ابا جان
سے پوچھ رہے ہیں اے مسلم! اکیلے ہی آگئے ہو بچوں کو کیوں نہیں لائے؟ تو ابا جان جواب
میں عرض کر رہے تھے حضور! بس ابھی آنے ہی والے ہیں۔

حارث یہ باتیں سن کر بیدار ہو گیا اور بجلی کی طرح کڑک کر بولا! کون ہو تم؟ بیوی نے

کی یتیم بچی سکینہ کو اس کے بھائی تو نہ مل سکے اور حارث ظالم کو سزا اس طرح ملی کہ ابن زیاد نے کہا! اگر یزید نے کہہ دیا کہ بچے زندہ میرے پاس لاؤ تو میں کہاں سے دوں گا۔ چنانچہ جس طرح حارث کے بچوں کے بازو باندھے تھے اس طرح ابن زیاد کے حکم سے مقاتل نامی ایک شخص نے حارث کے بازو باندھے پہلے دونوں ہاتھ کاٹے پھر دونوں پاؤں پھر دونوں کان کاٹے اس کے بعد دونوں آنکھیں نکالیں پھر اس کا پیٹ چاک کیا اور کٹے ہوئے اعضاء کو ایک دوزخی صندوق میں ڈال کر اسی دریا یا نہر میں بہا دیا تھوڑی دیر بعد دریا موجزن ہوا اور اس کی ناپاک لاش کنارے پر پھینک دی اور تین بار ایسا ہوا آخر مجبوراً ایک تنگ و تاریک غار میں پھینک دیا گیا غار نے بھی نکال باہر کیا اور تین بار ایسا ہی ہوا آخر تنگ آ کر اس کی لاش کو جلادیا گیا اور اس کی ناپاک راکھ کو پانی میں بہا دیا گیا

۔ دنیا کے لیے جو دین کو کھو دے

وہ دونوں جہاں کو ڈبو دے

روایت میں ہے کہ مرنے سے پہلے جب مقاتل اسی طرح حارث کو گلیوں میں گھسیٹ کر لے جا رہا تھا جس طرح اس نے امام مسلم کے بچوں کو گھسیٹا تھا تو حارث متیں کر رہا تھا کہ دس ہزار اشرفیاں لے لے اور مجھے اس قدر ذلیل نہ کر اور چھوڑ دے مقاتل نے کہا تو آج ساری دنیا کی دولت بھی دے گا تو تجھے نہ چھوڑوں گا اور تجھے تیری ہی تلوار سے جہنم رسید کر کے اللہ سے اجر عظیم پاؤں گا ایک روایت میں ہے کہ امام مسلم کے دونوں بچوں کے سر بھی اسی نہر میں بہا دیے گئے جس میں ان کے دھڑ بہہ گئے تھے جب سروں کو نہر میں بہایا گیا تو دونوں بچوں کے دھڑ خدا کی قدرت سے ظاہر ہوتے اور ہر سر ہر دھڑ کے ساتھ مل گیا۔

ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ مقاتل نے دونوں بچوں کے جسم نہر سے نکال کر فرات کے کنارے پر قبریں کھدوائیں تو ان کو وہاں دفن کر دیا (واللہ اعلم) عناصر الشہداء تین۔

۔ کروڑوں درود کروڑوں سلام

بر آل محمد علیہ السلام

نواسہ رسول کی سوئے کربلا روانگی

۔ رسول اللہ سے کہہ دو منالے جائیں خود آکر

حسین ابن علی روٹھے ہوئے کوفے کو جاتے ہیں

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کو مکہ سے چلے راستے میں بشیر بن غالب اسدی، فرزدق، شاعر اور دیگر کئی افراد سے ملاقات ہوئی جو کوفہ کی طرف سے ہی آرہے تھے آپ نے ان سے کوفہ کے حالات معلوم کیے تو سب نے ایک ہی جواب دیا کہ کوفہ والوں کی نکواریں تو یزید کے ساتھ ہیں اور دل آپ کے ساتھ آپ ہر ایک کے سامنے یہی آیت پڑھتے لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ اور چلتے جاتے جو عقیدت مند ملتا آپ کی خیریت کی دعا کرتا ہوا کہتا۔

۔ مقتل کو جانے والے حامی تیرا خدا ہو۔

اور آپ فرماتے

۔ جاں اس کی دی ہوئی ہے لینے میں کیا گلہ ہو۔

فرزدق شاعر سے ملاقات

راستے میں آپ کی ملاقات فرزدق سے ہوئی اس سے آپ نے امام مسلم کا حال پوچھا تو اس نے اپنی شاعرانہ طبیعت کے مطابق کچھ اس طرح کا جواب دیا! کہ سچ بتاؤں تو جان جاتی ہے اور پاؤں تلے سے زمین نکلتی ہے اور حق کے امام کے سامنے جھوٹ بولوں تو ایمان جاتا ہے یا جس طرح پنجابی میں کہتے ہیں۔

”سچ بولاں تے فرش کبے جھوٹ آکھاں تے عرش کبے“؟

میں نے آپ کے بھائی مسلم کی لاش کوفے کے فلاں چوک میں لٹکی ہوئی اپنی ان گناہ گار آنکھوں سے دیکھی ہے فرمایا! شکر ہے تو نے لٹکی ہوئی دیکھی ہے باطل کے آگے جھکی ہوئی تو نہیں دیکھی۔ فرمایا! یہ بھی تو بتا ان کے بچوں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا! ان کے بھی ٹکڑے کر کے نہر فرات میں بہا دیے گئے ہیں۔

امام عالی مقام یہ دکھ بھری خبر سن کر خیمے میں تشریف لے گئے اور امام مسلم کی بیٹی کو گود

میں بٹھا کر ایسے پیار کرنے لگے جس طرح یتیموں سے پیار کیا جاتا ہے بچی سارا معاملہ سمجھ گئی۔ پوچھا! کیا میں یتیم ہو گئی ہوں فرمایا! بیٹی اگر تو صرف یتیم ہوئی ہوتی تو اور بات تھی تیرے بھائی بھی ذبح ہو گئے ہیں۔ بچی زار و قطار رونے لگی تو امام پاک نے اس کو دلا سے دیتے ہوئے فرمایا! نہ رو بیٹی اگر تیرے باپ اور بھائیوں میں سے کوئی واپس نہیں آیا تو صغریٰ و سکینہ کا بھی کوئی نہ آئے گا۔

دھرائے گا زمانہ روایت حسین کی
 ہر دور میں رہے گی ضرورت حسین کی
 دل ملکیت ہے جاں ہے امانت حسین کی
 ارزاں ملی ہے کتنی محبت حسین کی
 دور یزید ہو کہ وہ دور جدید ہو
 ہر دور کے لیے ہے امامت حسین کی
 انسانیت ہے کرب و بلا میں پھنسی ہوئی
 ہے آج بھی جہاں کو ضرورت حسین کی
 چھینٹوں سے خوں کے گلشن دیں پر بہار ہے
 کیا گل کھلا گئی ہے شہادت حسین کی
 دنیا حسین دوسرا پیدا نہ کر سکی
 لوح جہاں پہ ثبت ہے عظمت حسین کی
 دین میں کو کر گئی تابندہ حشر تک
 میدان کربلا میں شہادت حسین کی
 نجمی ہو خاکر وہی کرب و بلا نصیب
 پلکیں ہوں میری اور ہو تربت حسین کی

وضاحت نمبر ۱

تواریخ میں آتا ہے کہ امام حسین کی شہادت پر یزید نے بھی مگر مجھ کے آنسو بہائے

جس سے اس کے حمایتی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس کو افسوس ہوا لہذا وہ امام حسین کو شہید نہیں کرنا چاہتا تھا حالانکہ یہ سب اس کی مکاری تھی جس طرح یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا رونا قرآن پاک سے ثابت ہے وجاءوا اباهم عشاءً يبكون (یوسف) اور یہ رونا ان کے سچا ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اور اسی طرح شیعوں کا رونا پیٹنا اور ماتم کرنا ان کے سچا ہونے کی دلیل بھی نہیں ہو سکتی۔ اگر یزید واقعی اس پر راضی نہ تھا تو امام مسلم کی جب شہادت ہوئی تھی اسی وقت وہ حکم جاری کر دیتا کہ خبردار! مسلم کو تم نے میری مرضی کے خلاف شہید کر دیا ہے اب حسین کو شہید نہ کر دینا، مگر اس نے کوئی ایسا حکم جاری نہ کیا تھا بلکہ تفسیر مظہری، نبر اس، روح المعانی اور دیگر کئی کتابوں میں آتا ہے کہ جب امام حسین کا سر اس کے سامنے لایا گیا تو اس نے بڑے متکبرانہ انداز میں آپ کے سر انور پر چھری رکھ کر کہا! عاین شیوخی کہاں ہیں میرے بڑے وہ آ کر دیکھیں کہ میں نے ال محمد سے بدر کا بدلہ لے لیا ہے (استغفر اللہ العظیم)

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

وضاحت نمبر ۲

کہا جاتا ہے کہ جب خلافتوں حکومتوں اور حلوہ کھانے کی بات تھی تو صحابہ آگے آگے تھے اور جب شہید ہونے کی ضرورت پڑی تو ال رسول شہید ہوتی رہی۔ اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ ولا تقولوا لمن يقتل فی سبیل اللہ اموات اور ولا تحسبن الذین قتلوا۔ کی آیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے بارے میں قرآن سے بڑھ کر ان کی شہادتوں کی کیا شہادت (گواہی) ہو سکتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام حسین نے مدینہ سے لے کر مکہ تک اور مکہ سے لے کر کربلا تک ایک بار بھی لڑنے کی بات نہیں کی کیونکہ لڑنے والا ساتھ بیویاں، بہنیں، بچیاں اور دودھ پیتے بچے نہیں لے جاتا شاید معترضین کو پتہ ہی نہیں کہ جہاد اور قتال کیا ہوتا ہے ورنہ ایسی بات

نہ کرتے مگر بغض صحابہ کی وجہ سے اس طرح کی کم عقلی کی باتیں ذہن میں آ جاتی ہیں پھر وہی باتیں قد بدت البغضاء من افواہہم کا روپ دھار کر منہ سے نکلتی ہیں اور دلوں میں چھپے ہوئے بغض پہ دلالت کرتی ہیں وہاں تک کہ صدور ہمد اکبر۔ جب صحابہ نے دیکھا کہ امام حسین ساتھ قرآن بھی لے کر جا رہے ہیں تو ان کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ برائے قتال نہیں جا رہے بلکہ برائے اشاعت اسلام جا رہے ہیں کیونکہ اگر مجاہد یہ سارا کچھ ساتھ لے کر جائے گا تو ان کی بے حرمتی کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔ اگر قرآن پاک کو گھوڑے روندیں گے تو وبال لے جانے والے پر ہوگا۔

جبکہ امام حسین کے ساتھ آپ کی چار بیویاں آپ کی دو کنیریں حضرت فضہ اور شیریں۔ آپ کی بہن زینب اور بیٹی سکینہ ساتھ تھیں۔

پھر اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ میدان کربلا میں امام حسین کی طرف سے شہید ہونے والے بہتر تھے جبکہ اہل بیت کے کل افراد چھوٹے بڑے جو شہید ہوئے علی اصغر سے لے کر امام حسین تک وہ اکیس ہیں۔ تین بیٹے عقیل کے دو زینب کے چار حسن کے (جن میں عمر بن حسن اور ابو بکر بن حسن بھی ہیں جن کی شہادت تو کیا کبھی نام ہی نہیں لیتے تاکہ اپنے عقیدے کا پول نہ کھل جائے کہ ہمارے امام اور امام زادیاں بھی اپنے بیٹوں کے نام خلفائے ثلاثہ کے ناموں پر رکھتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ ہمارے گھروں میں یہ نام ضرور ہونے چاہیں) چھ بیٹے حضرت علی کے (جن میں عثمان بن علی بھی ہیں) پانچ امام حسین کے اور بس اس سے ایک بھی اوپر کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ اب بتاؤ اکاون کون تھے۔ یہ صحابہ اور ان کی اولاد ہی تو تھے جو احتیاطاً ساتھ چل پڑے تھے۔ ویسے بھی کوئی عزت دار بندہ اپنی بیوی یا بیٹی یا گھر کی کسی بھی خاتون کے ساتھ جا رہا ہو تو اس کے ساتھ چلنا یا صرف سلام کرنا بھی عزت دار لوگ خلاف حیا یا معیوب سمجھتے ہیں اگرچہ جتنی بھی واقفیت ہو۔ اور جبکہ امام عالی مقام کا پورا خاندان ساتھ تھا تو یہ ایک نجی اور ذاتی معاملہ بن گیا کہ ان کے ساتھ چلنا مناسب نہ جانا گیا ورنہ آپ ایک بار ہی اعلان کر دیتے کہ میں یزید سے لڑنے جا رہا ہوں تو ہزاروں نہیں لاکھوں کا لشکر تیار ہو جاتا۔ صرف خاندان رسول کا احترام مانع ہوا کیونکہ۔

سب سے اعلیٰ اور بلند ہے خاندان اہل بیت
 جھوٹا ہے ہر زمانہ اندر نشان اہل بیت
 ملک بھی بے اذن ان کے گھر میں جاسکتا نہیں
 دیکھ لیں اہل بصیرت عز و شان اہل بیت

نمی دانم کجارتی

مکہ سے لے کر کوفہ تک کئی لوگوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آگے نہ جائیں حالات
 خطرناک ہیں مگر آپ نے استقامت کے ساتھ سفر جاری رکھا اور سب کو وعدہ کر فارغ
 کرتے رہے بالخصوص امام مسلم اور بچوں کی شہادت کی خبر سن کر تو آپ نے بھی فرمایا کہ
 اے مسلم! تیرے بعد زندگی بے مزہ ہے اور امام مسلم کے بھائیوں نے تو اعلان کر دیا کہ ہم
 بدلہ لیے بغیر واپس نہ جائیں گے یا پھر شہید ہو جائیں گے۔ (راہ شہادتین)

بابا بلھے شاہ قصوری علیہ الرحمۃ نے اس معرکہ کا حل اپنے انداز میں یوں پیش کیا۔
 عشق دی ریت ہے یارو سب توں جدا نہ ایہ راہ ویکھدا نہ گراہ ویکھدا
 عشق لنی محل کلی نے بکو جیسے نہ ایہ شاہ ویکھدا نہ گدا ویکھدا
 عشق قائل بلندی تے پستی دانئیں لکھ جھڈا ویرانے تے بستی دانئیں
 جتنے چاہوے جھکا لید ا عاشق داسر نہ ایہ کعبہ تے ناں کر بلا ویکھدا

مقام حاجر

یہ ایک جگہ کا نام ہے جو کوفہ جاتے ہوئے راستے میں آتی ہے یہاں پر پہنچ کر امام عالی
 مقام نے اپنے ایک ساتھی قیس بن مسہر کو اگلے حالات سے آگاہی کے لیے بھیجا مگر قیس سخت
 پہرے کی وجہ سے پکڑا گیا اور ابن زیاد کے پاس کوئے پہنچا دیا گیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ
 اگر تو قلعے کی چھت پر چڑھ کر میری اور یزید کی شان بیان کرے اور حسین کی مذمت کرے تو
 تیری جان بچا سکتی ہے۔ چنانچہ قیس قلعہ کی چھت پر چڑھ گیا ابن زیاد سمجھا کہ اب جو کہا ہے
 جان بچانے کی خاطر کر گزرے گا مگر اس کی امیدوں پر اس وقت پانی پھر گیا جب قیس نے
 باگم دہل علی الاعلان اور ذکے کی چوٹ پر باوازد بلند کہا! لوگو! غور سے سنو

ابن زیاد مجسمہ نجاست و غلاظت ہے اور میرا حسین پیکر تقویٰ و طہارت ہے۔ یہ منہج فسق و فجور ہے اور میرا حسین قیامت تک بھٹکے ہوؤں کے لیے خیارہ نور ہے۔ یہ باطل کا پیشوا ہے وہ حق کا راہنما ہے یہ جھوٹ کا پتلا ہے اور حسین سچ کا علمبرار بھی ہے اور حق کا امام بھی ہے۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

یزید اور ابن زیاد کے ساتھ حسین کا تقابل کرنا بھی گستاخی سمجھتا ہوں بھلا ظلمت کا نور سے کیا مقابلہ؟ سچ کا جھوٹ سے کا جوڑ اور ایک شرابی کی حرم کے نمازی میدان جہاد کے غازی اور امام الانبیاء کے نواسے اور صحابی سے کیا نسبت۔ شراب و زنا میں کھیلنے والے یزید کو چودہ طبق کے رسول کے کندھوں پر کھیلنے والے حسین سے کیا تعلق و نسبت ہو سکتی ہے۔ یزید و ابن زیاد سراپا ظلم و عصیان ہے جبکہ میرا حسین سراپا صبر اور مصطفیٰ کی شان ہے کیونکہ حضور نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہوں اور میں حسین سے ہوں یزید جبر و استبداد کی انتہا کا نام ہے اور حسین صبر تحمل اور حوصلہ و برداشت کی معراج کا نام ہے۔ ہاں او کو فیوسنو اور مزید سنو کان کھول کے سنو! میرا حسین (جو مقام عاجز پر تشریف فرما ہے) کیا ہے اور تمہارا یہ ابن زیاد بدنہاد کیا ہے؟

وہ عاشق ہے یہ فاسق ہے	وہ عالم ہے یہ جاہل ہے
وہ سونا ہے یہ پیتل ہے	وہ نور حق ہے یہ باطل ہے
وہ محرم ہے یہ مجرم ہے	وہ صورت ہے یہ صورت ہے
وہ مسکن ہے یہ مدفن ہے	وہ رحمت ہے یہ زحمت ہے
وہ نور ہے یہ انگارہ	وہ ذی عزت ہے یہ آوارہ
وہ زندہ ہے یہ مردہ ہے	وہ باہمت ہے یہ ناکارہ

چنانچہ یہ کھری کھری چچی اور نکھری ہوئی باتیں سن کر قیس کو قلعہ سے اترتے ہی شہید کر دیا گیا اور اس خوش نصیب نے محبت حسین میں جام شہادت نوش کر لیا۔

چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو
سوزن تقدیر ساری عمر گو سیتی رہے

خرے ملاقات

کر بلا معنی پہنچنے سے پہلے خربن یزید ریاحی ایک ہزار فوجیوں کا دستہ لے کر آیا امام سے کہا! مجھے آپ کی گرفتاری کے لیے بھیجا گیا ہے آپ نے فرمایا کوئی میرا جرم بھی بتایا ہوگا؟ اس نے کہا! ہم فوجی لوگوں کو صرف تعمیل سے غرض ہوتی ہے جرم کیا ہے؟ اس کا ہمیں کوئی علم نہیں ہوتا۔ آپ نے اس کو کوٹنے والوں کے سینکڑوں خطوط دکھائے اور فرمایا۔ میں آیا نہیں بلایا گیا ہوں۔ اس نے معذرت کی کہ مجھے ان باتوں کا علم نہ تھا اب آپ ایسا کریں کہ کہیں دوسری طرف نکل جائیں میں رپورٹ کر دوں گا کہ قافلہ ایک بار دکھائی دیا پھر نظروں سے اوجھل ہو گیا اگرچہ ڈیوٹی تو یہ ہے کہ مسلم کی شہادت کی خبر سن کر کہیں حسین واپس نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا! میں بھاگنے والے کا بیٹا نہیں ہوں حیدر کرار کا بیٹا ہوں اور اتنا بزدل نہیں ہوں کہ موت کا نام سن کر بھاگ جاؤں۔

۔ شاہوں کے سے قصر بنائے تو کیا قارون کے سے گنج ہاتھ آئے تو کیا جب دل میں ہے یقین کہ آخر مرنا ہے گو خضریٰ لاکھ عمر پائے تو کیا آپ نے فرمایا! اچھا باقی باتیں بعد میں ہوں گی نماز کا وقت ہے جا تو بھی جا کر نماز پڑھ اور ہمیں بھی پڑھنے دے اس نے عرض کی اگرچہ یزید کی فوج کا افسر سی مگر اتنا تو جانتا ہوں کہ حق کا امام ہوتے ہوئے میری علیحدہ نماز نہ ہوگی۔

۔ من واقدا باتو در ہر نمازے ہمیں است تا زندہ ام نیت من
محراب آبرویت از رو نیا رم کجا در پزیرد خدا طاعت من
آپ نے فرمایا! عجیب لوگ ہو تمہاری کوار بھی ہمارے خلاف نکلتی ہیں اور نمازیں بھی ہمارے پیچھے ہوتی ہیں۔ بس اس ایک نماز نے ہی خُر کی کایا پلٹ دی دنیا بدل دی اور اس نام کے خُر کو واقعی خُر (آزاد) بنا کر دوزخ سے آزادی کا پروانہ عطا کر دیا۔

۔ لو مبارک ہو قد مبوسنی حضرت اے خُر
کس کو ہوتی ہے نصیب ایسی سعادت اے خُر
سر کے بل جاؤ حسین ابن علی کے آگے
دیتا ہے حق تمہیں جنت کی بشارت اے خُر

عرض کیا! اگرچہ آپ کا ساتھ دینا بظاہر مصیبت کو دعوت دینا ہے اور آپ کا دامن پکڑنا موت کو سینے سے لگانا ہے آپ کی طرف دھوپ بھوک پیاس ہے ادھر کھانے دولت حکومت ہے مگر میرے ضمیر نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر قبول فرمائیں تو آپ کے قدموں میں تڑپ کر جان دے دوں کیونکہ قبر میں یزید کے نانا کے بارے میں سوال نہیں ہوگا بلکہ آپ کے نانا کے بارے میں پوچھا جائے گا (ما کنت تقول فی هذا الرجل) اسی نانا نے آپ کے بارے میں آنے سے پہلے فرمایا ہوا ہے کہ حسین منی وانا من حسین ۔

میری معذرت قبول ہو؟ فرمایا میں قاتل کو شربت پلانے والے کا بیٹا ہوں۔ پھر مارنے والوں کو دعا دینے والے کا نواسہ ہوں۔ جاتے صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ قیامت تک جو میرے روضے پر حاضری کے لیے آئے گا وہ میرے پاس آنے سے پہلے تیری قبر پر فاتحہ پڑھ کے آئے گا لیکن ایک بار پھر سوچ لے کہ پینے والوں کو چھوڑ کر پیاسوں کے پاس آ رہا ہے۔ کھانے والوں کو چھوڑ کر بھوکوں کے پاس آ رہا ہے، سایہ والوں کو چھوڑ کر دھوپ والوں کے پاس آ رہا ہے، اسلحہ سے لیس فوج کو چھوڑ کر ہم نہتوں کے پاس آ رہا ہے۔

عرض کیا یہ سب ٹھیک ہے مگر یہ بھی جانتا ہوں کہ ظلمت والوں کو چھوڑ کر نور والوں کے پاس آ رہا ہوں، یزید والوں کو چھوڑ کر مصطفیٰ والوں کے پاس آ رہا ہوں دوزخ والوں کو چھوڑ کر جنت والوں کے پاس آ رہا ہوں، باطل والوں کو چھوڑ کر حق والوں کے پاس آ رہا ہوں اور شیطان والوں کو چھوڑ کر رحمان والوں کے پاس آ رہا ہوں۔

۔ یہ نعرہ خُر کا تھا جس وقت فوج شام سے نکلا کہ دیکھو! یوں نکلتے ہیں جہنم سے خدا والے ہزاروں میں بہتر تن تھے تسلیم و رضا والے حقیقت میں خدا ان کا تھا اور وہ تھے خدا والے کسی نے جب وطن پوچھا تو یوں حضرت نے فرمایا مدینے والے کہلاتے تھے اب ہیں کربلا والے حسین ابن علی کی کیا مدد کر سکتا تھا کوئی یہ خود مشکل کشا تھے اور تھے مشکل کشا والے

دوائے درد عسایاں بیچ تن کے در سے ملتی ہے

زلمنے میں بھی مشہور ہیں دارالافتا والے

کربل میں آگئے ہیں کربل بسانے والے

۔ سید نے کربلا میں ڈیرے لگا دیئے ہیں

دین محمدی کے گھٹن کھلا دیئے ہیں

دو محرم الحرام ۱۱ھ نہر فرات سے تقریباً تین میل دور جنگل میں پہنچے جگہ کا نام پوچھا! تو

بتایا گیا ارض ماریہ فرمایا! کوئی اور نام بھی ہے؟ کہا گیا: لرض کرب و بلاء۔ یہ مصیبتوں

اور آزمائشوں کی سرزمین ہے۔

۔ نہ اُس میں گھاس اُگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں

لیکن پتہ نہیں کیا وجہ ہے

۔ مگر اس سرزمین سے آسمان بھی جھک کے ملتے ہیں

فرمایا! تمہیں سارا پتہ چل جائے گا اپنا سامان اتارنے کا حکم دیا، خیمے لگانے کا حکم دیا

اور اپنے رب بے نیاز کی بارگاہ میں عرض کیا!

ہم دل یار و اندرانہ لے یار دے کول آئے

ہمن یار دی مرضی اے گل لائے یا ٹھکرائے

اور زمین کربلا نے ان لفظوں سے ان مقدس مہمانوں کا زبان حال سے استقبال کیا۔

شکر الحمد کوئی آیا ہے مہمان اپنا

امام حسین نے زمین کے اس شکرے کے جواب میں ارشاد فرمایا!

خون دل لخت جگر خوب ہے ساماں اپنا

آپ کی بہن زینب نے عرض کیا! اس بے آب و گیاہ جنگل میں پڑاؤ کرنے کی وجہ

پوچھ سکتی ہوں؟ فرمایا!

۔ یہی مقام ہے جہاں ہم ستائے جائیں گے

حسین ابن علی یہاں ذبح بنائے جائیں گے

فرمایا جنگ نہرواں سے واپسی پر میں اپنے ابا حضور کے ساتھ تھا اور مجھے یاد آرہا ہے کہ اسی جگہ ہم نے پڑاؤ کیا تھا اور چند راتیں گزاری تھیں اور میرے ابا نے مجھے تنہائی میں فرمایا تھا کہ اے حسین آج کے علاوہ زندگی میں ایک بار پھر تجھے اس جگہ پر چند راتیں گزارنا ہوں گی مگر بیٹا! سنبھل کر کیونکہ تیری راتیں بہت مشکل ہوں گی۔

تو اے زینب! یہ جنگل اب جنگل نہیں رہے گا بلکہ تیرا بھائی اس میں ایسا سجدہ کرے گا کہ قیامت تک سجدے ہوتے رہیں گے اور میرا اکبر ایسی آذان پڑھے گا کہ قیامت تک اللہ اکبر کی صدائے دلنواز گونجتی رہے گی اور جس جنگل میں آج آنا کوئی نہیں ہے قیامت تک اس میں میلے لگے رہیں گے۔

چنانچہ دو محرم سے لے کر دس محرم تک وہاں اتنی تلاوتیں ہوئیں کہ پانی بند ہو گیا مگر تلاوتیں نہ بند ہوئیں۔

حاکم کا حکم تھا کہ پانی بشر ہیں گھوڑے ہیں اونٹ ہیں اہل ہنر ہیں سب پرند چرند درند ہیں منع نہ کیجیو اور فاطمہ کے لعل کو پانی نہ دیجو حوض کوثر کے مالکوں پر پانی کیوں بند کیا؟ (تفصیل اس کی واقعہ کربلا کے بعد لکھی جائے گی) تاکہ پیاس کی شدت سے بچے روئیں گے تڑپیں گے اور حسین بچوں کی محبت میں مجبور ہو کر ہمارا (باطل) مطالبہ مان لے گا مگر وہ جانتے نہ تھے کہ۔

محمد مصطفیٰ کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں جو بن پانی کے تر رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے در زمین کربلا از بس کہ قحط آب بود آب در چشم لہیماں گوہرنا یاب بود

یوم شہادت ساتھیوں سے خطاب

حضرت بی بی شہر بانو ایران کی شہزادی امام حسین کی حرم محترم زین العابدین کی والدہ محترمہ ناز و نعم میں پلنے والی ملکہ عزت و عفت کو امام حسین نے فرمایا! تو اگر چاہے تو تجھے حفاظت کے ساتھ مکہ مدینہ یا ایران جہاں تیرا دل چاہے پہنچا دیتا ہوں یہاں اب سوائے

مصیبتوں کے کیا ہے حیرت کو یاد رکھا جائے گا اور قیامت کے دن جنت میں پھر اکٹھے ہوں گے کہاں کسری ایران کے مملکت اور کہاں کریم کی تہی ہوئی ریت کے ذرات مجھے بار بار تیرا خیال آتا ہے۔ اب بتا کیا خیال ہے؟ حضرت شہر بانو نے عرض کیا اب آخری وقت مجھے اپنے قدموں سے جدا نہ کیجئے مجھے ہر جگہ اور ہر ستم کو اور ہے مگر آپ کی جدائی کو اور نہیں ہے اور جہاں تک کسری کے مملکت کی بات ہے تو۔

نہیں ہے کوئی مجھ کو ماز کسری کے گھرانے پر
مجھے تو فخر ہے آقا! تمہارے آستانے پر
زہے قسمت محمد مصطفیٰ کے گھر کی لونڈی ہوں
مجھے بزدل نہ سمجھو قاطر کے گھر کی لونڈی ہوں
ہفت اسمان یہ گود خود ویران کر دوں گی
نئی کے دین کی خاطر بچے قربان کر دوں گی

بھی شہر بانو کا یہ حوصلہ اخراج جواب سن کر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادتوں سے پہلے بار بار اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بخوشی اجازت دی کہ میری وجہ سے تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو مصیبت میں نہ ڈالو اگر جانا چاہو تو جاسکتے ہو۔ کسی ایک ساتھی نے بھی آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر چلے جانے پر رخصت کی طاہرہ کی جگہ سب نے یہی عرض کیا۔

حسین جان گرامی فدائے امت کرد
دوست امت اگر جاں کند فدائے حسین
گروہ دست وحد ہزار جانم
ہر پائے ہر رکت شہداء

سیدنا عبد اللہ نے عرض کیا واللہ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ ستر بار بار جاؤں گا اور ہر بار میری خاک بھی اڑا دی جائے گی تو پھر بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔
دوسرے ساتھی (سیدنا عیسیٰ) نے عرض کیا اللہ اُمر سے پاؤں بٹھیر نہ بھیجے
تو پھر وہ سے یزیدوں کا ساتھ نہ کروں گا اور آپ پر ہند ہو جائیگا۔

نہ کچھ پینے کی حاجت ہے نہ کھانے کی تمنا ہے
تیرے سر کی قسم اب سر کٹانے کی تمنا ہے
یہی کہنا ہے آقا اور تو کچھ کہہ نہیں سکتے
کہ تجھ کو چھوڑ کر ہم اس جہاں میں رہ نہیں سکتے

زہیر بن قیس نے عرض کیا! اگر مجھے ہزار بار بھی آرے سے چیر دیا جائے تو بھی آپ کا
ساتھ نہ چھوڑوں گا اگر آج آپ کو ان درندوں کے سامنے چھوڑ کر ہم چلے گئے تو کل آپ
کے نانا جان کو کیا منہ دکھائیں گے اور کس منہ سے ان سے شفاعت کی بھیک مانگیں گے۔
بار و گر آپ نے فرمایا۔

بہادر ساتھیو! اسلام کے سچے وفا دارو
جہان کفر میں حق و صداقت کے مددگارو
تمہیں معلوم ہے شب کی سحر ہوگی تو کیا ہوگا؟
چلو مانو وہی ہوگا جو منظور خدا ہوگا
اٹھو! اور اپنا سامان سفر باندھو چلے جاؤ
مگر سب نے بیک زبان ہو کر عرض کیا کہ۔

اب چھوڑ کے در تیرا دیوانے کہاں جائیں؟

روایت میں آتا ہے کہ آپ بار بار چراغ بجھاتے اور ساتھیوں سے فرماتے کہ جس نے
جانا ہے اندھیرے میں چلا جائے اس میں شرمندگی والی کوئی بات نہیں میں خود اجازت دے
رہا ہوں تو ایک بوڑھے ساتھی (غالباً حبیب بن مظاہر جن کو بعض نے صحابی لکھا ہے) نے کہا!
اے حسین تو ہزار بار بھی چراغ بجھالے ہم تجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔

ہر قوم کو دیتے ہیں جو آزادیوں کے جام
تجھ کو بھلائے گا نہ کسی قوم کا نظام
دنیا کے ہر محاذ پر آئے گا تیرا نام
ہر زندگی ادب سے کرے گی تجھے سلام

ذہنی ترتیبوں کا اجالا بنائیں گے
تجھ کو حسین غیر بھی اپنا بنائیں گے

ایک علمی نکتہ

بعض لوگ کر بلا میں ہونے والے ظلم کے جواز میں یزید اور ابن زیاد کی نمائندگی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یزید کی حکومت میں امام مسلم نے بیعت کی اور امام حسین بھی بیعت کے ارادے سے ہی جارہے تھے تو یہ حکومت کے خلاف بغاوت تھی جس کی سزا یہی تھی جو دے دی گئی۔ (نعوذ باللہ)

تو جواباً عرض یہ ہے کہ جب سید اشباب اہل الجنتہ جنتی جوانوں کے سردار ہی کے بارے میں ایسا ذہن ہوگا تو ایسوں کو اس کی سرداری میں جنت میں رہنا کب نصیب ہوگا۔ یقیناً وہ تو جنتی ہیں۔ تو ان کو باغی کہنے والا اپنا انجام خود سوچ لے۔ (ایک بات)

دوسری بات یہ ہے کہ کیا بیعت لینا بغاوت کی یا حکومت بنانے کی علامت ہے۔ اس طرح تو آج کی ہی حکومت کو لے لیں اور ساتھ یہ بھی دیکھ لیں کہ ہر پیر بیعت کر رہا ہے اور ہر جماعت اپنے اپنے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر رہی ہے۔ خود معترضین کی بھی یہی حالت ہو گئی تو کیا سزا کے لیے صرف خاندان نبوت ہی رہ گیا تھا اور پھر (آپ) معترضین بھی بغاوت کے الزام سے خود کیسے بچ سکتے ہیں۔ خرید و فروخت کے بعد بائع اور مشتری ہاتھ ملاتے تھے۔ یہ بھی بیعت تھی اور بیع مباح کی تعریف ہی یہ ہے۔ مبادلة المال بالمال مع تراضی الطرفین۔ بیع اور بیعت کا ایک ہی مادہ ہے۔ پھر اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو امام عالی مقام مدینہ میں بیعت لیتے۔ مکہ میں بیعت لیتے اور ان مراکز اسلام کے تمام مسلمان آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ معلوم ہوا ہے کہ معترضین ویسے ہی خاندان نبوت کی دشمنی میں جل بھن رہے ہیں۔ ان کے اعتراض کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ لوگ نواسہ رسول کی عظمت کی گرد تک بھی نہیں پہنچے۔ جن کے ذہنوں میں چودہ طبق کے رسول کے کندھوں پہ سواری کرنے والے حسین کے متعلق اس طرح کے گندے اعتراضات پیدا ہوتے ہیں۔

اک قیامت سے گزرتا ہوگا در شبیر تک آنے کے لیے
 کربلا تیری صدا کافی ہے ساری دنیا کو جگانے کے لیے
 جان حق کے لیے دینی ہوگی سلسلہ ان سے ملانے کے لیے
 تشنگی اپنی گوارا کر لی پیاس خنجر کی بجھانے کے لیے
 بھوک، پیاس اور غریب الوطنی اتنے غم ایک گھرانے کے لیے
 صرف وہ ذات رہے گی باقی سب نصیر آئے ہیں جانے کے لیے

کرامات امام عالی مقام

کربلا کے میدان میں خاندان نبوت کے پھول تین دن اور تین راتیں پانی کی بوند
 بوند کو ترستے رہے اور یہ ظلم یزید کے حکم سے ہوتا رہا۔ اس سے پہلے ایک دور تھا کہ جب
 حضور ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور اہل مکہ شدید قحط میں مبتلا ہو گئے
 کہ مردار جانوروں کے چمڑے ابال ابال کر کھانے لگے۔ آخر سب کافروں کے مشورے
 سے اسی یزید کا دادا باوجود حضور ﷺ کا شدید دشمن ہونے کے مدینہ شریف حاضر ہوا اور عرض
 کیا! آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ کی قوم بھوک پیاس مر رہی ہے۔ رحمت والے آقا نے
 رحمت والے گورے گورے نورانی ہاتھ اٹھائے اور قحط ختم ہو گیا لیکن آج اسی ابوسفیان کا پوتا
 اسی رحمۃ للعالمین کے نواسے پہ یہ ظلم ڈھا رہا ہے۔ ابوسفیان توفیق مکہ کے موقع پر مسلمان ہو
 گئے لیکن یزید کیسا مسلمان ہے؟

وائے بر تو وائے بر اسلام تو عار گیرد کفر از انجام تو
 امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی صورتحال سے دو چار تھے کہ آپ کو اونگھ آگئی اور
 حضور انور ﷺ کی زیارت ہوئی غور سے دیکھا تو حضور ﷺ امام حسین اور خاندان حسین کے
 لیے صبر کی دعا کر رہے ہیں اور امام حسین اپنے نانا جان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔
 تیرے دین کی خیر ہو یا نبی جی میں آؤں گا کشتی کنارے لگا کے
 یہ قاسم یہ عباس بھانجے بھتیجے تیرے پاس پہنچیں گے گردن کٹا کے
 مصائب جہاں بھر کے گھیرے ہوئے ہیں تواضع یہ کی کوفیوں نے بلا کے

اس پر مستزاد یہ کہ دل دکھانے کے لیے بڑی بیوقوفی مزید طعنہ زنی کرتے۔ مثلاً ایک عالم (عبداللہ بن حصین) نے کہا! اے حسین! دیکھو ہمارے پاس کتنا ٹھنڈا میٹھا پانی ہے۔ ادھر آ جاؤ! ورنہ پیاسے ہی مرو گے۔ (نعوذ باللہ)

آپ نے فرمایا! میں تو دنیا میں جام شہادت اور آخرت میں جام کوثر پئوں گا۔ اے عالم! تو خود پیاسا مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسی وقت وہ مردود پانی مانگنے لگا اور پینے لگا۔ پانی پیتا جا رہا تھا اور العطش العطش کہتا جا رہا تھا۔ آخر کار پیاس پیاس کہتا ہوا اسی وقت مر گیا۔

حق کی صداقتوں کی نشانی حسین ہے دنیا میں انقلاب کا بانی حسین ہے
صحرا میں اس کے صبر کی تحریر میں پڑھوں؟ دریا کی موج پیاس ہے پانی حسین ہے
سیرت ہے فاطمہ کی تو صورت علی کی ہے دنیا میں مصطفیٰ کی نشانی حسین ہے
دنیا کو جس نے اپنے لہو سے شکست دی وہ مرد حق وہ حیدر ثانی حسین ہے
چاروں طرف ہیں ریت کے صحرا میرے حسن آنکھوں سے آنسوؤں کی روانی حسین ہے
امام عالی مقام کے خیموں کے ارد گرد حفاظت کیلئے کھودی ہوئی خندق جس میں خواتین کے لیے ان درندوں سے تحفظ کی خاطر امام پاک نے آگ جلا رکھی تھی۔ ایک مردود مالک بن عروہ نے دیکھ کر کہا! اے حسین تو تو اس دنیا میں ہی دوزخ کی آگ میں گھرا ہوا ہے۔ امام حسین نے اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کیا! اے مالک و مولا! تیرے محبوب نے مجھے جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا ہے لیکن یہ مردود کیا کہہ رہا ہے۔ اس کو ابھی دکھا دے دوزخ میں کون ہے۔ اور دوزخ کون؟ چنانچہ اسی وقت اس کا گھوڑا دوڑا اور وہ اس کو پکڑنے لگا۔ مسلم بن عویجہ امام حسین کے ایک ساتھی نے تیر مارنا چاہا۔ امام نے اس کو روک دیا۔ اس کا گھوڑا پھسلا اور اس کا پاؤں رکاب میں پھنسا اور بمعدہ گھوڑے اس خندق میں جل کر سواری اور سوار کوئلہ ہو گئے۔

۔ یارب دکھا دے ایک جھلک اس شہید کی

جس نے لہو بہمن کے محرم میں عید کی

تو نے صداقتوں کا نہ سودا کیا حسین

باطل کے دل میں رہ گئی حسرت خرید کی

ابن اشعث نے کہا کہ آپ بار بار قرابت رسول ﷺ کی بات کرتے ہیں۔ آپ کو رسول ﷺ سے کیا نسبت؟ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ گھوڑے سے گرا پیٹ میں درد اٹھا قضائے حاجت کو گیا سیاہ بچھونے پاخانے کے مقام پر ڈسا اور اپنی غلاظت پر ہی لوٹا رہا اور اصل جہنم ہو گیا۔

ایک یزیدی نے امام عالی مقام کی مذمت میں کچھ کہا تو آسمان سے ستارہ ٹوٹا اور اس کی آنکھ جاتی رہی۔ یزیدی لشکر کے لیے رکھے ہوئے گوشت سے آگ کے شعلے بلند ہوئے۔
(تاریخ الخلفاء ص ۱۴۵)

ایک شخص نے امام حسین کی شہادت کی خبر خوش ہو کر لوگوں کو سنائی تو اسی وقت اندھا ہو گیا۔ (الحیات الظمی)

ایک روایت میں ایک شخص کہتا ہے کہ ایک جگہ کسی محفل میں شہادت حسین کا ذکر ہوا تو میں نے کہا۔ جو حسین کے قتل میں شریک ہوا بری موت مرا۔ ایک شخص نے کہا! میں بھی شامل تھا میں تو نہیں مرا ابھی تک سلامت ہوں۔ اسی وقت چراغ کی بتی صحیح کرنے کے لیے اٹھا تو کپڑوں کو آگ لگ گئی اور جل کر راکھ ہو گیا۔ الغرض! مابقی منهم احد الا عوقب فی الدنيا او اسود الوجه و زال ملکہ فی مدۃ یسیرۃ (تہذیب التہذیب) جو بھی قتل حسین میں شامل ہوا اس کو دنیا میں ہی سزا ملی (آخرت کا عذاب ابھی باقی ہے) چہرہ سیاہ ہو گیا۔ خود یزید کی حکومت تھوڑی دیر بعد ختم ہو گئی۔

محمد بن صلت ابدی نے ربیع بن منذر ثوری اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آ کر لوگوں کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشخبری دی اور وہ اندھا ہو گیا جس کو دوسرا آدمی کھینچ کر لے گیا۔ ابن عیینہ کا بیان ہے کہ مجھ سے میری دادی نے کہا کہ قبیلہ جعفرین کے دو آدمی جناب حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے جن میں سے ایک کی شرمگاہ اتنی لمبی ہو گئی کہ وہ مجبوراً اس کو لپیٹتا تھا اور دوسرے آدمی کو سخت استقامت ہو گیا کہ وہ پانی کی بھری ہوئی مشک کو منہ سے لگا لیتا اور پانی کی آخری بوند تک چوس جاتا مگر پیاس پھر بھی نہ بجھتی اور ایسا کیوں نہ ہو کہ۔

خیر البشر کی آنکھ کا تارا حسین ہے زہرہ کا دلآرام و دلارا حسین ہے

اس کے لبو کی روشنی پھیلی افق افق دنیا میں روشنی کا مینارہ حسین ہے
 مظلومیت کو شان آنا اس نے بخش دی مظلوم آدمی کا سہارا حسین ہے
 محبت سے ہر یزید کا چہرہ اتر گیا جب بھی جہاں میں کوئی پکارا حسین ہے
 ہر دور میں حسین ضرورت ہے وقت کی ہر قوم کہہ رہی ہے ہمارا حسین ہے
 تاریخ حریت کا وہ رخشندہ باب ہے بے یارو مددگار کا یارا حسین ہے
 دستور زندگی ہے وہ درس حیات ہے اک فرد ہی نہیں ہے ادارہ حسین ہے
 (ڈاکٹر منکور الحق مخدوم حافظ آباد)

امام عالی مقام کی شرائط

یزید چونکہ عورتوں کا رسیا تھا اس نے لوگوں سے پوچھا کہ اس وقت حسین ترین عورت کون سی ہے۔ لوگوں نے صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیوی کا نام لیا جس کا نام زینب تھا۔ چنانچہ یزید نے بڑے ذلیل اور گھٹیا طریقے سے ابن زبیر کی بیوی کو طلاق دلوائی مگر وہ پھر بھی یزید کو نہ مل سکی بلکہ اس نے قاطعہ الزہرہ کی بہو بننا سعادت سمجھا اور امام حسین سے نکاح کر لیا۔ امام حسین نے فرمایا! یزید نے ایک صحابی رسول کی گستاخی کی ہے۔ اس گستاخی سے علی الاعلان معافی مانگے۔ دوسرا یزید حکمران ہو کر نمازیں ضائع کرتا ہے جبکہ حکمران تو دوسروں کو بھی نماز قائم کرواتا ہے کیونکہ اسلامی حکومت کے سربراہ کی ذمہ داری ہے۔ الذین ان ممکنہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر۔ (الحج)

جبکہ یزید شراب کا عادی بھی ہے۔ مجلسوں میں مجرے کراتا ہے۔ یزید تمام حرکتوں کو چھوڑے تو اس کو حکمران ماننے کے بارے سوچا جاسکتا ہے۔ یزید کو یہ شرائط پسندیں تو اس کو غصہ آگیا کہ حسین کون ہوتا ہے مجھے باز پرس کرنے والا۔ ابوہریرہ کے علمبردار کو بھی غیرت آئی اور معرکہ کربلا پھا ہوا۔ یاد رہے کہ اہل عرب دو طریقوں سے جنگ لڑتے تھے جو مندرجہ ذیل ہیں۔ پہلا طریقہ یہ تھا کہ ایک ایک جوان میدان کارزار میں نکل کر دایہ شجاعت دیتا تھا اور کبھی کبھی یہی طریقہ دو دو تین تین اور چار چار کی صورت بھی اختیار کر لیتا تھا۔ اسے بہا زرت

طلبی کہا جاتا ہے اور زیادہ تر اسی طریقہ پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ ایک فریق سارے کا سارا یا اس کا کثیر حصہ دوسرے فریق پر یک بارگی دھاوا بول دیتا اور فریقین گتھم گتھا ہو جاتے۔ اسے جنگ مغلوبہ کہا جاتا ہے۔

روز عاشورا صرف تین بار جنگ مغلوبہ واقع ہوئی۔ (۱) حملہ اولیٰ قبل از ظہر وقت دوپہر (۲) حملہ ثانیہ قبل از ظہر تقریباً ایک گھنٹہ پہلے (۳) حملہ ثالثہ بھی قبل از ظہر اس کے علاوہ باقی جنگ پہلے طریقہ (مباذرت طلبی) کے مطابق ہوئی۔

حضرت حر کی شہادت

وہی حر ہے کہ شہ کو کربلا میں گھیر لاتا ہے

وہی اب عشق میں شہ کے گلا اپنا کٹاتا ہے

حر کا لشکر یزید سے دامن حسین میں آنا اس سے چند صفحات پہلے ”حر سے ملاقات“ کے عنوان سے گزر چکا۔ چنانچہ حر امام سے اجازت لے کر میدان میں اترے تو لشکر یزید و رطہ حیرت میں گم ہو گیا اور پورے لشکر پر ایک مردنی چھا گئی کیونکہ عین حالت جنگ میں کسی فوجی جرنیل کا اپنی فوج کو چھوڑ کر مد مقابل کی فوج میں نہ صرف چلے جانا بلکہ اپنی سابقہ فوج کے مقابلے میں سب سے پہلے نمبر پر آ جانا اس لشکر کی ہمت کو پست کر دیتا ہے جسے فوجیوں کی اصطلاح میں مرال ڈاؤن ہو جانا کہتے ہیں۔ یہ سب اسی فصاحت نبوی کا اثر تھا جو حسین کے نانا کو عطا ہوئی اور براستہ شیرزہرہ نواسہ رسول میں منتقل ہوئی کہ آج یزید کی فوج کا جرنیل۔

ہزاروں دشمنوں کے سامنے للکار کر بولا

پہنچ کر لشکر اعداء میں پھر شمشیر کو تولا

میرے عہد جفا کے ساتھیو! ہشیار ہو جاؤ

مجھ سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ

نگاہ لطف ساقی نے میری فطرت بدل ڈالی

ذرا سی دیر میں بد بخت کی قسمت بدل ڈالی

یزیدی لشکر سے آواز آئی اے خُر! یہ تو نے کیا کیا؟ یزید ناراض ہو جائے گا۔ سپہ سالاری ختم ہو جائے گی۔ خُر نے کہا! یزید ہزار بار ناراض ہوتا پھرے مگر حسین کا نانا ناراض نہ ہو۔ سپہ سالاری لاکھ بار ختم ہو جائے پرواہ نہیں مگر محمد کی آل کی غلامی میں فرق نہ آئے اور سنو بلکہ غور سے سنو! میں سوچ سمجھ کر دامن حسین میں آیا ہوں اور اس طرح کی بات کر کے تم میرے دل میں یزید کی نفرت تو بڑھا سکتے ہو۔ حسین کی محبت نہیں نکال سکتے کیونکہ!

۔ یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

انہوں نے کہا! یزید سے تنخواہیں آج تک وصول کرتا رہا ہے۔ اب نمک حرامی پہ اتر آیا ہے۔ خُر نے جواب دیا! ساری دنیا حسین کے نانے کا صدقہ کھاتی ہے نمک حرام تو تم ہو جو اسی نبی کے نواسے کے خون کے پیاسے ہو۔ اور پھر مجھے بھی کہتے ہو کہ میں یزید کا ساتھ دوں اور حسین کا ساتھ چھوڑ دوں۔ بھلا حسین کو چھوڑ کر میں یزید کو اپنا امام کیسے مان لوں؟

۔ نہیں ہر گز نہیں ظلمت امامت ہو نہیں سکتی

نبی کے دین کی ضد پر خلافت ہو نہیں سکتی

حقیقی وارث ملت حسین ابن علی ہی ہیں

امیر المؤمنین بے شک ولی ابن ولی ہی ہیں

خُر کی اس گفتگو سے اس کا بھائی مصعب بھی یزیدی فوج کو چھوڑ کر حسینی قافلے میں آ گیا۔ اب مقابلہ شروع ہوا اور خُر کے مقابلے میں بڑا مشہور پہلوان صفوان آیا اور آتے ہی کہنے لگا۔ خُر تو نے اچھا نہیں کیا۔ ہم تیری قیادت میں یہاں آئے اور تو ہمیں دھوکا دے کر ادھر چلا گیا۔ خُر نے کہا! تم بھی آنا چاہو تو نخی حسین کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔ اس نے کہا! ہم ایسی غداری نہیں کر سکتے۔ خُر نے کہا! جو خاندان نبوت کا غدار ہو اس سے بڑا کون غدار ہوگا۔ یہ کہا اور نیزے کا اشارہ کیا تو صفوان کتے کی طرح دم دبا کے بھاگ گیا اور خُر نے پیچھے سے یہ نعرہ بلند کیا۔

۔ کیا ہے تو اور کیا ہے تیرا وہ امیر شام

کرتے ہیں بھلا بادشاہ کہیں بیعت غلام

تو بھی نمک حرام ہے وہ بھی نمک حرام
 او بے ادب کجا یزید اور کجا امام
 دوزخ سے دور رہتے ہیں ساکن بہشت کے
 کعبہ کبھی جھکا نہیں آگے کنشت کے
 کیوں چھوڑ کے دیں فوج میں گمراہوں کے آؤں
 حاکم کو ہٹاؤں میں محمد ﷺ کو رلاؤں
 کیا حاکم دنیا کا تو احساس کروں میں
 محمد ﷺ کے نواسے کا نہ کچھ پاس کروں میں

صفوان کو عمرو بن سعد نے لالچ دیا کہ اگر تو نے خر کو قتل کر دیا تو جتنا بڑا عہدہ اس کا تھا اتنا
 ہی تجھے ملے گا چنانچہ لالچ میں اندھا ہو کر صفوان آیا خرنے آتے ہی نیزے پہ لٹکا کر اوپر اٹھالیا
 اور پھر پٹنا کر زمین پہ مارا کہ اس کی لاش کے پانچ ٹکڑے ہو گئے۔ (آخر یزید نے ایسے ہی تو
 نہیں جرنیل بنایا ہوا تھا اور پھر اب تو جذبہ حسینی بھی شامل ہو گیا تھا)۔

ہر جا لپک لپک کے جو وہ شعلہ رو گیا
 میدان میں مثل برق چمک چار سو گیا
 تصویر مرگ پھرتی تھی دشمن کے سامنے
 غل تھا ارے نہ جانیو ناگن کے سامنے
 اڑتے تھے خر کے دم سے شرارے ادھر ادھر
 گرتے تھے ٹوٹ ٹوٹ کے تارے ادھر ادھر
 ہر ضرب میں تنوں سے زمین پاتے ہوئے
 میدان میں پھرتے جاتے تھے سر کاٹتے ہوئے

لشکر یزید یہ منظر دیکھ کر ڈر گیا جو آتا بیچ کرنے جاتا بلکہ ٹکڑے ہو جاتا۔ آخر سب نے مل
 کر حملہ کیا اور حضرت خر حسین کے قدموں میں آکر گر گیا اور جان دے دی۔
 گلاں نال تے ہر کوئی لائی پھر دا لاکے توڑ نبھانیاں اوکھیاں نہیں

اصغر ہتھماں دے وچہ کوہا دینا
تالے بائیں کٹانیاں اوکھیاں نہیں

ذکر جب ہوگا حقیقت کے پڑ ستاروں میں
نام خر آئے گا دنیا کے معماروں میں

یہ وہ خر ہے جس نے امام پاک کے پیچھے صرف ایک نماز پڑھی تھی اور اپنی جان اپنے
امام کے قدموں پہ قربان کر دی۔ آج کے نمازی بیس سال بھی نمازیں پڑھتے رہیں تو اور کسی
مسئلہ پہ اتفاق ہو یا نہ ہو امام کو مسجد سے نکالنے پہ ضرور اتفاق کر لیں گے اور بہانہ یہ بنا لیں
گے کہ محلے دار نہیں مانتے جس کو محلے میں آئے ایک مہینہ ہوا ہے اور کرائے کے مکان میں
رہتا ہے۔ وہ تو محلے دار بن گیا اور جو تجھے بیس سال سے نمازیں پڑھا رہا ہے وہ بے چارا ابھی
محلہ دار ہی نہیں ہوا۔ یہ محلہ داری کا سرٹیفکیٹ کسی یونیورسٹی سے ملتا ہے۔ شرم تم کو مگر نہیں
آتی!

خر کو جنت بھی ملی اوج شہادت بھی ملا
اک نظر میں شاہ نے قطرے کو دریا کر دیا

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر خر حسین کے قدموں میں آکر جنتی ہو سکتا ہے تو صدیق و
فاروق جو آج بھی رسول ﷺ پاک کے سینے سے لگے ہوئے ہیں ان کے جنتی ہونے میں کیا
شک ہے۔

چھو جو کنکروں کو انہیں در بنا دیا
قیدی جو آیا پاس اسے خر بنا دیا



وہب بن عبد اللہ کلبی کی قربانی

۔ گو اپنے دوستوں کے برابر نہیں ہوں میں

لیکن کسی حریف سے کمتر نہیں ہوں میں

یہ ایک ستھری اور پاکیزہ زندگی والا کڑیل جوان تھا جس کی شادی کو ابھی پندرہ یا سترہ دن ہوئے تھے۔ اس کو اس کی ماں نے کہا! کہ فاطمہ الزہراء کے جگر کے ٹکڑوں کا یہ مشکل کا وقت ہے۔ اگر ہم خاموشی سے گھر میں بیٹھے رہے تو کل قیامت کو فاطمہ الزہراء یہ کہہ کر اپنا دامن میرے ہاتھوں سے کھینچ لے گی کہ تیرے قریب ہی کر بلا میں میرے بچوں کے ٹکڑے ہوتے رہے اور تو میرے بچوں کا تماشا دیکھتی رہی اور اپنے بچے کو سینے سے لگائے رکھا۔ اے بیٹا! مجھے فاطمہ کی جھڑک سے بچا۔ بیٹے نے بخوشی ماں کی خواہش کو پورا کرنے کی حامی بھری اور کہا! اماں اگر تو اجازت دے تو اپنی نوبیاہتا دلہن کو اطلاع کر لوں؟ ماں نے کہا! بیٹا! ہم عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں پھر وہ تیری نئی نویلی دلہن ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تجھے اس سعادت سے محروم نہ کر دے۔ بیٹے نے عرض کیا! ماں میں اس کی طبیعت کو سمجھتا ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گی اگر میں حسین کا غلام ہوں تو وہ بھی زینب کی کنیز ہے۔ چنانچہ نیک بخت دلہن نے وہب کو ایک شرط پر بخوشی شہید ہونے کی اجازت دے دی اور وہ شرط یہ تھی کہ بحکم حدیث شہید کے خون کا پہلا قطرہ زمین پہ گرتے ہی اس کے گناہ معاف دیدار رب اور جنت کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے لیکن تو اس وقت تک جنت میں قدم نہ رکھے گا جب تک مجھے بھی ساتھ نہ لے جائے۔ اب یہ شرط تو امام عالی مقام کی ضمانت پہ ہی مانی جا سکتی تھی۔ چنانچہ امام حسین نے اس شرط کو قبول فرمایا اور فرمایا تو اس کی بات کرتی ہے میں بھی اس وقت تک جنت میں قدم نہ رکھوں گا جب تک تو ہمارے ساتھ نہ ہوگی لیکن امام حسین

نے اس بوڑھی مائی کو (جس کا نام شاید قرآن لاء تھا) کو فرمایا! اماں جی یہ وہب آپ کے بڑھاپے کا سہارا ہے اور آپ کی نئی نوپلی دلہن کا سہاگ ہے کہیں جذباتی فیصلہ نہ کر لینا۔ یہ عصائے تیری جب ٹوٹے گا تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہو جائے گا پھر نہ کہنا کہ حسین نے ہمارا سہارا توڑ دیا ہے۔ مائی نے عرض کیا! اے حسین میں نے تیری ماں فاطمہ کو کئی بار تہجد کے وقت وضو کے لیے پانی بھر کر دیا ہے۔ میں تیری عظمت بھی جانتی ہوں اور تیری ماں کی بھی۔ مجھے خوب علم ہے کہ ”نبی فاطمہ کا نبوت فاطمہ کی ولی فاطمہ کا ولایت فاطمہ کی رسول فاطمہ کا رسالت فاطمہ کی شہید فاطمہ کا شہادت فاطمہ کی خدا فاطمہ کا خدائی فاطمہ کی میں اپنے چاند جیسے بیٹے کی جدائی برداشت کر لوں گی مگر قیامت کے دن تیری امی کی ناراضگی گوارا نہیں کر سکتی۔ چنانچہ وہب کو ہر طرف سے اجازت مل گئی اور پھرے ہوئے شیر کی طرح میدان کربلا میں گیا کہ یزید یوں میں کھلبلی مچ گئی اور پوچھنے لگے اے جوان تیری حسین سے کیا رشتہ داری ہے؟ کونسا قبیلہ ہے؟ تو اس نے وجد میں آ کر جواب دیا۔

تعلق ہے مرا اہل ایمان کے اس قبیلے سے

خدا کو جس نے پہچانا محمد ﷺ کے وسیلے سے

انہوں نے کہا کہ اپنی جوانی پہ ترس کھا، تیرا خاندان اور حسین کا اور اس کی وجہ سے کیوں اپنی جان جو کھوں میں ڈال کر اپنی ماں اور بیوی کے لیے مشکلات پیدا کرتا ہے۔ وہب نے کہا! سارے رشتے حسین کے جوتے کی نوک پہ قربان جس کا رشتہ حسین کے مانے سے نہیں اس کے باقی رشتے کس کام کے؟ وہب کی ہیبت اس قدر تھی کہ یزیدی گھبرا کر بولے اے حسین! خود میدان میں کیوں نہیں آتا۔ ہمارے مقابلے میں پانڈیوں کو کیوں بھیج رہا ہے مگر حسین کے اس سچے غلام نے کہا! سنو کو فیو! میں حسین کا غلام ہوں میرے ہوتے ہوئے میرا آقا تمہارے سامنے کیوں آئے؟ تم میرا مقابلہ تو کر نہیں سکتے ہو تو میرے حسین کا مقابلہ کیا کرو گے؟ سامنے آؤ اگر دن کو تمہیں تارے نہ دکھا دوں تو حسین کا نوکر نہ کہنا۔ یہ کہہ کر یزیدی لشکر کی طرف بڑھا اور زبان سے یہ شعر پڑھا

و امیر حسین ونعم الامیر لہ لمعة كالسراج المنیر

میرا آقا حسین ہے اور وہ کتنا اچھا سردار ہے جس کے چہرے کی چمک سے نیرتاباں

بھی منہ چھپا رہا ہے۔

ایک یزیدی کے تین بیٹے تھے وہ باری باری آتے گئے اور جہنم رسید ہوتے رہے۔ پہلا آیا تو وہب نے اس زور سے زمین پر گرایا کہ ہڈیاں توڑ کر چکنا چور کر دیں۔ وہیں دم توڑ گیا۔ دوسرے کی کمر پر ہاتھ رکھا اور الٹا کے پھینکا اور اس کی گردن کو توڑ دیا۔ تیسرا بھاگنے لگا تو اس کے پیچھے جا کر اس زور کا دھکا دیا کہ منہ کے بل گرا اور دانت سارے ٹوٹ گئے۔ وہب کی ماں یہ نظارہ دیکھ رہی تھی اور بیوی مصلے پہ سجدے میں گری ہوئی تھی۔ آخر دشمن نے اجتماعی حملہ کیا تو وہب کے جسم پہ پندرہ سوتیروں اور نیزوں کے زخم لگ گئے۔ نڈھال ہو کر امام کے قدموں میں آگرا اور جان دے دی۔

عدیم ہاشمی نے مشرقی پاکستان کی تقسیم پہ کتنا خوبصورت شعر کہا! جب ہمارے ایک لاکھ ”جوانوں“ نے سر جھکا کر آدھا ملک گنوا دیا۔

ہم ایک لاکھ تھے ہم نے تو سر جھکا ڈالے
حسین تیرے بہتر سروں کو لاکھ سلام

ازالہ وہم

شہداء کرب و بلا کی شہادت کو بیان کرتے ہوئے صرف ان کی بے بسی کے واقعات کو ہی بیان نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کی جرأت و بہادری اور جذبے کو بھی موضوع گفتگو بنانا چاہیے کیونکہ اگر ذکر شہادت کر کے صرف لوگوں کو رلانا مقصد ہوگا تو ایک بزدلی کا ماحول پیدا ہو جائے گا اور ہر طرف چیخ و پکار سن کر قوم کا بچہ بچہ شہادت سے توبہ کر جائے گا کہ میں کیوں شہید ہوں گا جب میری کئی پشتیں میرے غم میں روتی چبھتی اور ماتم کرتی رہیں گی۔ شہادت تو ایک ایسی نعمت ہے کہ ہر مسلمان کو اس کے حصول کیلئے کوشش کرنی چاہیے۔ شہید کی بہادری کے واقعات سے قوم میں شہید ہونے کا لازوال جذبہ پیدا ہوگا۔ آخر شہدائے کربلا سے پہلے بھی تو اہل اسلام شہید ہوتے رہے۔ حضرت امیر حمزہ اولین سید الشہداء بھی تو بڑے دردناک طریقے سے شہید ہوئے۔ حضرت عثمان غنی بھی تو مظلوم شہید ہیں کہ جن کا چالیس دن محاصرہ رہا۔ پانی بند رہا حالانکہ رعایا میں سے بھی نہ تھے بلکہ خلیفہ وقت تھے۔ امام عالی مقام جتنے بھی مرتبے و مقام والے کسی پھر بھی رعایا میں سے تھے اور بادشاہ تو عوام پہ ظلم کرتے ہی رہتے

ہیں۔ میرا مطلب اس سے امام حسین کی شہادت کی اہمیت (نعوذ باللہ) گھٹانا نہیں ہے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جن نفوس قدسیہ کی شہادت پہ آیات قرآنی نازل ہوئیں اور جو ان آیات کے اولین مصداق ہیں وہ شہداء کا ذکر کس طرح کرتے تھے؟

صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے تو ان کی والدہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اگر تو میرا بیٹا جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اگر کسی اور جگہ ہے تو میں خوب آہ و زاری کرتی ہوں۔ سرکار نے فرمایا صرف جنت میں ہی نہیں بلکہ جنت کے اعلیٰ ترین درجے میں ہے۔ ثابت ہوا کہ جو یقینی جنتی ہوگا اس پر اس طرح کا داویلا جیسے محرم الحرام میں ہمارے بعض خطبا اور دوسروں کے ذاکرین کرتے ہیں کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کیونکہ حسین صرف جنتی ہی نہیں بلکہ سید اشباب اہل الجنة جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں اور پھر یہ بھی تو دیکھو کہ۔

کیا جلوہ کر بلا میں دکھایا حسین نے	بجدے میں جا کے سر کو کٹایا حسین نے
خوش بخت خرتھا آپ کے قدموں میں آگرا	سویا نصیب اس کا جگایا حسین نے
نیزے پہ سر تھا اور زباں پر تھیں آیتیں	قرآن اس طرح بھی سنایا حسین نے
مانے کے دین پاک پر ہر چیز وار دی	کچھ بھی نہ اپنے پاس بچایا حسین نے
صدے سے قدسیوں کی بھی چنچیں نکل گئیں	اصغر کو جب گلے سے لگایا حسین نے
راہ خدا میں جان کی بازی لگا گئے	پیش یزید سر نہ جھکایا حسین نے
اکبر کی خشک آنکھ سے آنسو چھلک پڑے	صغریٰ کا جب پیام سنایا حسین نے
ایسا لگا کہ دیکھ کر حوریں بھی رو پڑیں	قاسم کی لاش کو جو اٹھایا حسین نے
کیوں آپ کو نہ اپنے نواسے پہ تاز ہو	ہر قول مصطفیٰ ﷺ کا نبھایا حسین نے
فیضان وہ تو ساقی کوثر کے لعل تھے	کہتا ہے کون آب نہ پایا حسین نے

عمون و محمد کی شہادت

یعنی بی بی زینب کی جوڑی

۔ آندھی میں اک چراغ سرِ شام بج گیا

زینب کو دو دعائیں کہ اسلام بج گیا

امام عالی مقام کی بہن حضرت زینب نے اپنے بچوں (عن و محمد) کے لیے شہادت کی اجازت مانگی، آپ نے فرمایا! کہ بھائی تو بہنوں کو بہت کچھ دیتے ہیں مگر میں اپنی آنکھوں کے سامنے تیرے بچوں کے ٹکڑے کرا دوں اور تیرے دل کا سکون برباد کر دوں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ عرض کیا! مجھے روز قیامت والدہ ماجدہ کے سامنے شرمندہ نہ کریں۔ میں خوش نصیب کہلاؤں گی اگر میرے بچے آپ کے لیے جام شہادت نوش کر لیں گے۔ بہنوں کے تو بھائیوں کے ساتھ وراثت کے جھگڑے ہی نہیں ختم ہوتے اور پھر حدیث شریف بھی ہے کہ الصدقة ترد البلاء۔ صدقے سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا! یہ حدیث سنانے کا یہاں کیا موقع ہے؟ آج ہمارے پاس ہے بھی کیا جو صدقہ کریں؟ عرض کیا! آج انوکھی چیز صدقہ کرنا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ اپنی جوڑی کا صدقہ راہ خدا میں دینا چاہتی ہوں۔ فرمایا! یہ چھوٹے چھوٹے بچے اس خوفناک میدان کارزار میں کیا کر سکتے ہیں؟

بچوں نے آگے بڑھ کر عرض کیا!

۔ اگرچہ ہم دونوں ہیں بچے عمر میں بھی زیر ہیں

دشمنوں کے واسطے لیکن اے ماں! ہم شیر ہیں

چنانچہ اجازت مل گئی، دونوں بچے میدان میں کودے تو یوں لگا جیسے موسیٰ کے طور پر

جلوے نظر آ رہے ہیں۔ عمرو بن سعد نے کہا! یہ حسین کے بھانجے ہیں اور گردوغبار بیٹھنے سے پہلے ہی ان کو ختم کر دیا جائے ورنہ ان کو دیکھ کر بڑے بڑوں کے پتے پانی ہو جائیں گے اور کوئی ترس نہ کرنے لگ جائے پہلے ان کو لالچ دیا گیا کہ دیکھو! فرات ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور تم تین دن کے پیاسے ہو آ جاؤ اور پانی پی لو مگر جانتے نہیں تھے کہ

۔ علی کا گھر بھی کیا گھر ہے کہ جس گھر کا ہراک بچہ

جسے دیکھو وہی شیر خدا معلوم ہوتا ہے

بچے بڑی جرأت سے کہنے لگے ذرا دل کی آنکھیں وا کرو اور دیکھو ہماری طرف حوض کوثر موجزن ہے، چنانچہ غبار آڑا، تلواریں ٹکرائیں بی بی زینب خیمے کے سوراخ سے دیکھ رہی تھیں، امام مصلیٰ پر بیٹھے دعائیں مصروف تھے۔ ادھر بچے زمین پر گرے، حسین مصلیٰ پر گرے، زینب نے سر سجدے میں رکھا۔ امام دوڑ کر زینب کے پاس گئے آواز دی تو جواب نہ آیا، فرمایا! اسی لیے تو کہا تھا کہ بچے نہ بھیج، عورتوں کے حوصلے کم ہوتے ہیں۔ عرض کیا! مجھے یہ طعنہ نہ دیں، جس ماں کا دودھ آپ نے پیا ہے اسی کا میں نے پیا ہے تو شیر خدا کا بیٹا ہے تو میری رگوں میں بھی ہاشمی خون ہے، میں تو سجدہ شکر بجالا رہی تھی اس بات پر کہ میری قربانی بھی قبول ہوئی اور کربلا میں میری اولاد میرے بھائی کے کام آگئی

۔ گھل کے مقتل دے دل دونوں لخت جگر

کہا زینب نے مولیٰ ہے تیرا شکر

میری محنت دا ملیا اے مینوں اجر

میری اولاد ویرن دے کم آگئی

صاحبزادہ نصیر الدین نصیر سیدہ زینبؓ کی جرأت کو سلام کرتے ہوئے یوں عرض

گزار ہیں۔

۔ ہرکان میں رس گھول رہے ہوں جیسے

جبریل زباں کھول رہے ہوں جیسے

دربار دمشق میں وہ زینب کا خطاب

منبر پر علی بول رہے ہوں جیسے

اور بارگاہ سیدہ زینب علیہا السلام سے شفاعت کی بھیک مانگتے ہوئے یوں درخواست گزار ہیں

عاصی پر التفات مشکل تو نہیں
لینا سند نجات مشکل تو نہیں
نانا سے کہیں میری شفاعت کے لیے
زینب کے لیے یہ بات مشکل تو نہیں



حضرت عباس علمدارِ کربلا

ہر ایک موج کے سینے پر لکھ گئے عباس
وفا کے پھول لہو سے کھلائے جاتے ہیں

صاحب اللواء حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں شعبان المعظم ۲۶ھ کو ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ام البنین فاطمہ بنت خزام بن خالد بن ربیعہ بن عامر الکلابی تھیں یہ وہ ام البنین تھیں جن کا خاندان عرب میں صف شکنی اور شیر افگنی میں مشہور اور معروف تھا تمام قبائل عرب میں یہ خاندان اپنی شجاعت و بہادری میں بے نظیر تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس بات پر بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ جس طرح آپ شجاعت و بہادری میں اعلیٰ درجہ کے مشہور ہیں آپ کی بیوی حضرت ام البنین بھی شجاع خاندان سے تھیں۔ آپ کے ہی بطن سے حضرت کے یہ چار فرزند پیدا ہوئے۔ ۱- حضرت ابوالفضل العباس۔ ۲- حضرت عثمان۔ ۳- حضرت عبداللہ۔ ۴- حضرت جعفر جو سب کے سب میدان کربلا میں یوم عاشورہ حضرت امام ہمام کی نصرت کے ساتھ جام شہادت نوش فرما گئے اور دنیا میں سوتیلے بھائیوں کے لیے وفاداری و جان نثاری کی مثال قائم کر دی

۔ ہو گئی محفوظ تاریخ حسین ابن علی

کربلا میں جب ہوا باز و قلم عباس کا

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چودہ سال تک اپنے والد معظم کی شفقت نصیب ہوئی تھی۔ حضرت عباس حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنے والد عظیم کی شہادت کے بعد دس سال کا عرصہ حضرت سیدنا امام حسن کے پاس رہے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ اس طرح واقعہ کربلا کے وقت آپ کی عمر مبارک چونتیس سال بنتی ہے۔ واقعہ کربلا کے وقت حضرت عبداللہ و عثمان و جعفر اور حضرت عباس ان چاروں بھائیوں کی والدہ ماجدہ حضرت ام البنین مدینہ طیبہ میں موجود تھیں۔

(الحیات النحلی) ج ۲ ص ۳۰۹ و ص ۳۱۰

دیکھنا رتبہ ہے کتنا محترم عباس کا عرش تک لہراتا جائے ہے علم عباس کا

ایک وضاحت

حضرت عباس علمدار کربلا کو غازی کہا جاتا ہے حالانکہ آپ نے بھی دوسروں کی طرح شہادت کا مرتبہ پایا اور شہید یقیناً غازی سے افضل ہوتا ہے۔ پھر آپ کو اہل بیت کا ماشکی کہتے ہیں جو بہت بڑی زیادتی ہے۔ وہ امام حسین کے بھائی حضرت علی کے لخت جگر حضرت سیدہ کے چچا تھے تو کیا اس لیے ان کو ماشکی کہا جائے کہ وہ اپنی بھتیجی کے لیے پانی لینے گئے اور بازو کٹا آئے یہ تو ایسے ہی ہے کہ آپ کا چچا بازار سے سودا لینے جائے تو آپ اس کو پاٹھی کہنا شروع کر دیں۔ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو کنیتیں بڑی مشہور ہیں۔ ایک ابو الفضل اور دوسری ابو القراہ۔ آپ کے القابات بھی بہت مشہور و معروف ہیں۔ آپ کو قمر بنی ہاشم بھی کہا جاتا ہے اور علمبردار بھی کہا جاتا ہے۔ سقائے اہل بیت بھی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں باب الحوائج، الشہید العبد الصالح، صاحب اللواء بھی القابات جلیلہ آپ کے ہیں۔

(حیات نغلی ج ۲ ص ۳۱۰)

شکل و شمائل و فضائل

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت حسین و جمیل اور جسم و وسیم تھے۔ دور کا بہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو پھر پائے مبارک زمین پر خط کھینچتے تھے۔ ان کو خداداد حسن و جمال کی وجہ سے قمر بنی ہاشم کہا جاتا ہے۔

یعنی بنی ہاشم کے خاندان کے چاند جیسے عباس۔ مدینۃ الرسول میں جب شہزادہ علی اکبر ابن امام حسین علیہ السلام اور حضرت سیدنا عباس علیہ السلام بازار میں چلتے تو لوگ ان کے چہروں کو دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتے۔ سبحان اللہ۔ ظاہری خوبیوں کے ساتھ ساتھ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن باطنی و روحانی خوبیوں سے بھی لبریز تھا۔ ایمان و ایقان و اعمال و کمال کے اعلیٰ درجہ پر تھے اور مکارم اخلاق و فضائل کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ ایک مرتبہ آپ کا ایک عجیب فقہانہ واقعہ ہوا کہ حضرت سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس حضرت سیدہ زینبؓ حاضر تھیں۔ آپ اپنے بیٹے حضرت عباس کو فرما رہے تھے۔ قل واحد! کہو ایک۔ حضرت عباس نے کہا! واحد! ایک۔ پھر آپ نے فرمایا قل اثنان کہو دو۔ حضرت عباس خاموش ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹا دو کیوں نہیں کہتے؟ کہو دو۔ حضرت عباس نے عرض کیا ابا جان استحیٰ ان اقول باللسان الذی قلت و احد! اثنان جس زبان سے ایک مرتبہ ایک کہہ دیا ہے اس سے اب دو کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور متاثر بھی کیونکہ اس میں ایسا فقہانہ راز تھا جو عام بندہ نہ سمجھ سکتا تھا۔ حضرت عباس کے بارے میں مشہور ہے ان العباس من اکابر فقہاء و افاضل اهل بیت کہ آپ مدینہ شریف کے بڑے فقہاء اور اہل بیت کے فضلاء میں سے تھے۔ آپ نے ہی سب سے پہلے امام عالی مقام کی بارگاہ میں عرض کیا تھا۔

لارانا اللہ ذلک الیوم ابدًا۔ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے کہ ہم آپ کو کربلا میں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں۔

چنانچہ حضرت عباس نے مشک پکڑی اور بچوں کی حالت دیکھ کر نہ رہا گیا۔ فرات کا رخ کیا تو امام نے آواز دی اے عباس میرے بھائی اب تو بھی جا رہا ہے تو تو میری فوج کا علمدار ہے۔ عرض کیا اب کون سی فوج رہ گئی ہے جس کا میں علمدار ہوں؟ مجھے اب قسمت آزمائی کرنے دیں۔ اپنی بھتیجی سکی نہ سے وعدہ کر لیا ہے کہ میں پانی لاتا ہوں۔ سکی نہ نے کہا! پکا وعدہ ہے یا کچا؟ فرمایا! اتنا پکا کہ پانی نہ آیا تو میں بھی نہ آؤں گا۔ یا تمہیں پانی پلاؤں گا یا خود جام شہادت نوش کر لوں گا۔

۔ چراغ زندگی ہوگا فروزاں ہم نہیں ہوں گے

چمن میں آئے گی فصل بہاراں ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد ہی خون شہیداں رنگ لائے گا

یہی سرخی بنے گی زیب عنوان ہم نہیں ہوں گے

روایت میں ہے کہ جب آپ نے امام عالی مقام سے میدان میں جانے کی اجازت مانگی اور کہا! اے پیارے بھائی جان! کیا اب مجھے اجازت مرحمت فرماتے ہیں؟ حضرت امام یہ سن کر بکی الحسین شدیداً (حضرت حسین علیہ السلام) رو پڑے اور جواب میں فرمایا یا اخی انت صاحب لوائی۔ اے میرے بھائی تم میرے علم بردار ہو تمہارے چلے جانے سے تمام سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ وارید ان اطلب ثاری من هولاء المنافقین۔ حالات کو دیکھ کر میرا دل تنگ پڑ گیا ہے اور اس دنیاوی زندگی کو رکھنا نہیں چاہتا اور چاہتا ہوں کہ ان منافقوں سے مقابلہ کر کے اپنی جان راہ حق میں قربان کر دوں۔ (حیات نگی)

آپ تشریف لے گئے اور یزیدیوں کو فرمایا! ظالمو! بچوں کو کیوں تڑپاتے ہو؟ انہوں نے کہا! بچے جتنا تڑپیں گے حسین علیہ السلام کو اتنی ہی تکلیف ہوگی۔ فرمایا پھر سن لو! جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہو اس نے ہی ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے حسین علیہ السلام کو ستایا اس نے مجھے ستایا اور ان الذین يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخرة آپ نے گھوڑا دوڑایا فرات تک پہنچ کر مشک بھر لی۔ ابن سعد نے کہا کہ خبردار! پانی خیمے تک نہ جانے پائے ورنہ ہمارا بھی حشر ہو جائے گا۔ ظالموں نے تلواروں سے حملہ کیا۔ حضرت عباس کا ایک بازو کٹ گیا تو آپ نے مشک دوسرے ہاتھ میں تھام لی۔ دوسرا بازو بھی کٹ گیا تو دانتوں سے مشک پکڑ لی۔ مشک کو تیر لگا تو پانی سارا زمین پر بہہ گیا۔ کربلا کی ریت نے تو پانی پی لیا مگر حسین کی بیٹی سکی نہ پی سکی۔ امام تشریف لائے بھائی کی لاش کو اٹھا کر لے جا رہے تھے تو عباس علمدار کے ہونٹ ہلے اور کہا! بھائی خیمے میں نہ لے جانا سکیں سے شرمسار ہوں کہ خود تو شہادت کا جام پی رہا ہوں مگر سکیں کو پانی نہ پلا سکا۔

۔ خوں بہا عباس کا پانی کے ساتھ

لاش سے بوئے وفا آتی رہی

حضرت عباس شہید ہوئے تو امام حسین کو کھوں پر ہاتھ رکھ کر ایسے اٹھے جیسے بہت تھکے

ہوئے اٹھتے ہیں اور فرمایا!

انکسرت ظہری و قلت حیلتی۔ میری کمر ٹوٹ گئی اور حیلہ کم ہو گیا۔ پہلے مرید

شہید ہوئے اب ”ویر“ بھی شہید ہو گیا اور میری ذمہ داری بڑھ گئی کہ اب جہاد بھی خود کرنا پڑے گا۔ اور پہرہ بھی خود ہی دینا ہوگا۔ افسوس اے عباس۔

رفتی و مرا خبر نہ کردی
بریکسیم نظر نہ کردی

علمدار کربلا حضرت عباس کی وفا کو دادِ تحسین دینے کیلئے مندرجہ ذیل اشعار کتنے خوبصورت ہیں۔ پڑھیں اور جھوم جھوم کر پڑھیں۔

شجاعت کا صدف مینارۃ الماس کہتے ہیں
غریبوں کا سہارا بے کسوں کی آس کہتے ہیں
یزیدی سازشیں جس کے علم کی چھاؤں سے لرزیں
اسے ارض و سما والے حضرت عباس کہتے ہیں

عباس کی وفا سے جسے بھی عناد ہو
اس کو خطاب کوئی و شامی دیا کرو
جب بھی مقابلے میں صفیں ہوں یزید کی
عباس کی وفا کو سلامی دیا کرو

سینے میں جو عباس کے قدموں کی دھمک ہے
ہبت رخ گیتی کی سرِ عرش تلک ہے
یہ کہہ کے گزرتا ہے گرجتا ہوا بادل
بجلی میرے عباس کے لہجے کی کڑک ہے

نبضیں لرز رہی ہیں ضمیر حیات کی
سانسیں اکٹڑ رہی ہیں دل کائنات کی
عباس کے غضب کا اثر ہے کہ آج تک
ساحل سے دور دور ہیں موجیں فرات کی

ساحل دریا کو فتح کر کے تھنہ لب رہا
 سارے عالم کی وفا بھرتی ہے دم عباس کا
 خو پیمبر دیں گے بخشش کی سند انعام میں
 روز محشر جب کریں گے ہم ذکر عباس کا
 مرقد عباس ہو کیونکر نہ معراج شعور
 آسماں والوں سے کب رتبہ ہے کم عباس کا

(فراہنگ)



حضرت قاسم بن حسنؑ کی شہادت

اے قاسم گل رو شب عاشور کے دولہا
گاتی رہیں لہریں تیرا سہرا لب دریا
امام حسن کا سراپا حسن بیٹا جس کا نام لینے سے چہرے پر حسن آجاتا ہے جب تیار ہو کر
میدان کی طرف جانے لگے تو فرشتوں نے بھی کہا ہوگا۔ مولیٰ! قربان جائیں ان ماؤں کے
جو ایسے ایسے ہیرے تیری راہ میں خود تیار کر کے لٹا رہی ہیں۔ امام حسین نے سب سے زیادہ
مزاحمت قاسم کو اجازت دیتے ہوئے کی اور فرمایا! تو تو میرے مرحوم بھائی کی نشانی ہے۔
روایات میں آتا ہے کہ جب امام اجازت نہیں دے رہے تھے تو امام قاسم نے اپنے
گلے سے وہ تعویذ اتارا جو امام حسن نے باندھا تھا اور فرمایا تھا کہ مشکل وقت میں اتار کر پڑھ
لینا جب تعویذ اتار کر کھولا گیا تو اس میں امام حسین کو دکھا ہوا تھا کہ کربلا کے میدان میں قاسم
کی صورت میں میرا حصہ بھی ڈال لینا۔ چنانچہ منظوری مل گئی۔ قاسم میدان میں گئے اور
یزیدیوں کو فرمایا! عون و محمد نے تو اپنا تعارف نہیں کرایا لیکن میں تمہیں ضرور بتاؤں گا میں کون
ہوں۔ اور پھر عربی میں اشعار پڑھے جن کا ترجمہ کچھ یوں بنتا ہے:

اے امام حسن کا بیٹا ہوں پوتا مرتضیٰ کا ہوں
ہے دادی فاطمہ میری میں دوہتا مصطفیٰ ﷺ کا ہوں
ہے قاسم نام میرا ' قاسم کوثر لقب میرا
جہاں میں سب سے اونچا دیکھ لو حسب و نسب میرا
ہمارے گھر فرشتے بھی اجازت لے کے آتے ہیں
جو ہم آرام کرتے ہیں تو وہ جھولا جھلاتے ہیں

ہوا کیا آج جو میں تین دن سے بھوکا پیاسا ہوں
مگر یہ جان لو پھر بھی محمد ﷺ کا نواسہ ہوں
میں آیا ہوں تمہارے سامنے ایمان پر مرنے
خدا کے دین پر مرنے نبی ﷺ کی شان پر مرنے

امام قاسم نے تین بار فرمایا! اہل من مبارز۔ کوئی ہے جو میرے مقابلے میں آئے؟
مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ آخر ابن سعد نے لشکر کو گالیاں بکنا شروع کر دیں کہ مقابلہ کیوں نہیں
کرتے ہو۔ تب ارزق جو اس کی فوج کا صفوان کی طرح سب سے بڑا جنگجو تھا۔ اس نے کہا!
پہلے میں اپنے بیٹے کو بھتیجا ہوں۔ پھر خود جاؤں گا۔ چنانچہ اس کا بیٹا مقابلے میں گیا تو امام
قاسم باب مدیتہ العلم کے پوتے نے ”الحرب خدعة“ کے اسلامی جنگی قانون کے مطابق
فرمایا! اتنے بڑے جنگجو باپ کا بیٹا ہو کر اتنا بھی نہیں پتہ کہ گھوڑے کی زین لٹک رہی ہے۔
اس نے جھک کر نیچے دیکھا ہی تھا کہ قاسم کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا۔

۔ بظاہر دیکھنے میں یہ کلی معلوم ہوتا ہے

طریق جنگ دیکھو تو علی معلوم ہوتا ہے

پھر ارزق غصہ میں بھر پور ہو کر انعام اور ساتھ بیٹے کا انتقام لینے کیلئے بڑھا تو قاسم نے
سنجھنے بھی نہ دیا اور اس کو داصل جہنم کر دیا اور پھر خود ہی کبھی مہینہ کبھی میسرہ گھس گھس کر
یزیدیوں کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹتے گئے۔ آخر شیث بن سعد کے نیزے سے زمین پر گرے۔

۔ مصطفیٰ جھوم گئے ہر ایک ”ملک“ جھوم گیا

اس بہادر کی شجاعت پہ ”فلک“ جھوم گیا

روایت میں ہے کہ امام قاسم اتنے قد آور جوان تھے کہ امام حسین نے جب ان کی لاش کو
اٹھایا تو ان کا سینہ امام کے سینے کے ساتھ لگا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوئے آرہے تھے۔

۔ اٹھا کر لاشہ قاسم بسوئے آسمان دیکھا

کہا! شکوہ نہیں مولیٰ رضینا بقضاء اللہ

میں کون ہوتا ہوں یہ پوچھوں کہ یہ کیا کیا تو نے؟

میرا اک تھا میرا اکب ہے دیا تو نے لیا تو نے

نہ اب آرام و راحت کی نہ مال و زر کی حاجت ہے
 نہ بیوی کی نہ بچوں کی نہ اپنے سر کی حاجت ہے
 تمنا ہے تو بس اتنی کہ تیرا نام رہ جائے
 تیرے محبوب کا لایا ہوا اسلام رہ جائے
 مسائل سے الجھ کر مسکراتا میری فطرت ہے
 مجھے ناکامیوں میں اشک برساتا نہیں آتا

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ لاش کے اتنے ٹکڑے ہو گئے کہ اٹھانے کے قابل ہی نہ رہی۔ امام نے فرمایا! اے قاسم میں تو تیری ماں سے تیرا آخری دیدار کرانے کا وعدہ کر کے آیا تھا۔ ان دونوں روایات میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ ابتداء میں لاش محفوظ ہوگی اور بعد میں ظالموں نے اس کے ٹکڑے کیے ہوں گے۔

۔ کیا کیا گھر لئے ہیں میدان کربلا!
 ہے یاد آسمان کو سخاوت حسین کی

ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة .
 (التوبہ)

بے شک اللہ نے اہل ایمان کے مال اور جانوں (کا سودا لے کر اس) کے بدلے ان کو جنت عطا فرمادی ہے۔

امام حسین نے عرض کیا! مولیٰ قاسم و اکبر جیسا جوان اور علی اصغر جیسا غنیچہ دینا تیری توفیق سے میرا کام ہے اور قیمت لگانا تیرا کام ہے۔ رب العالمین نے فرمایا! تلك الجنة التي نورث من عبادنا من كان تقيا (طہ) اے حسین تو تو خود جنت کے جوانوں کا سردار ہے اور ہم تو پرہیزگاروں کو صرف جنت عطا نہیں کرتے بلکہ جنت کا وارث بنا دیتے ہیں۔

۔ کربل کی سر زمین پر بناتے رہے حسین
 اسلام کی حیات کا نقشہ تمام رات

علی اکبر کی شہادت

تیرا اکبر تیرے ہی نام پر قربان ہو گیا مولا گر ہو گیا منظور تیرا احسان ہے مولا
 کون اکبر؟ شبیہ مصطفیٰ اکبر کون اکبر؟ حسین کا آسرا اکبر۔ کون اکبر؟ راہ حق میں جان
 دینے والے جوانوں کا سربراہ اکبر۔ کون اکبر؟
 بخشی ہے خدا نے اسے تو قیر محمد گیسو ہے کہ ہر زلف گرہ گیر محمد
 چہرہ ہے کہ آئینہ تصویر محمد باتوں میں ہے رنگینی تاثیر محمد
 چہرہ وہی صورت وہی دستور وہی ہے نقشہ وہی انداز وہی نور وہی ہے
 آپ کا مشہور قول ہے کہ ”موت میرے لیے شہد سے زیادہ میٹھی ہے“۔ آپ کی آواز
 بڑی بلند تھی اور اذان بڑی عمدہ لے میں پڑھتے تھے۔ چنانچہ کربلا کے میدان میں امام حسین
 نے اپنے اٹھارہ سال کے جوان بیٹے کو فرمایا! اے اکبر اگرچہ تو بھی ہماری طرح تین دن سے
 بھوکا پیاسا ہے لیکن آج میدان کربلا میں اپنی زندگی کی آخری اذان سنا کے جا اور اذان ایسی
 پڑھ کہ نانا مدینے میں سن لیں۔ شیر خدا نجف میں سن لیں۔ خاتون جنت، جنت البقیع میں سن
 لیں۔ پھر اکبر نے اذان پڑھی تو کربلا کی ریت کے ذروں سے اور فرات کے قطروں سے ندا
 آئی جو اہل محبت نے سنی کہ اے حسین!

اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا

تو نے حق کربلا کا ادا کر دیا

اور اس اذان کے بارے میں کسی نے کہا ہے

ذرا ٹھہر جا مؤذن میرا دل لرز رہا ہے

کہیں کعبہ گر نہ جائے تیری مست کن اذان سے

میں نے عالم تصورات میں حسین کے لعل سے عرض کیا کہ میری ساری عمر کی نمازیں

تہجدیں اور ذکر و اذکار لے لے اور اس آذان کا ایک حرف مجھے دے دے کیونکہ مجاہد کی اذان اور ہے ملا کی اذان اور۔ اللہ اکبر! یہ کیسی آذان تھی۔

۔ شبیہ مصطفیٰ نے دی اذان اللہ اکبر کی
مدینے پاک میں پھر بل گئی تربت محمد کی
سحر برپا ہوئی لوگو! عبادت کے لیے آؤ
شہادت دے رہا ہوں میں شہادت کے لیے آؤ

امام پاک نے فرمایا! اے اکبر تیری اس آذان کے صدقے اب قیامت تک اس جنگل میں منگل لگا رہے گا اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوتی رہیں گی اور جب بھی کوئی اللہ اکبر کہے گا تو اسے علی اکبر کا اللہ اکبر کہنا ضرور یاد آئے گا۔

۔ اذان دے گئی کربل میں ذات اکبر کی

نماز پڑھ گیا دنیا میں کربلا کا حسین

علی اکبر گھوڑے پر سوار ہوئے تو بہن سیکینہ نے گھوڑے کی لگام تھام لی کہ بھائی گھوڑی جڑھتے ہیں بہنوں کو کچھ نہ کچھ تو ضرور دیتے ہیں۔ علی اکبر نے چند آنسو گرا کر بہن کا دوپٹہ تر کر دیا کہ یہی تحفہ سمجھ کبھی کسی بھائی نے بہن کو نہ دیا ہوگا۔ پھر میدان کو نکلے تو۔

۔ صحرائے کوفہ عالم انوار بن گیا

چمکا جورن میں قاطمہ زہراء کا ماہتاب

عین میدان میں جا کر دعا کی! اے اللہ تو نے لوگوں کو لعل و جواہرات کی محبت بھی دی ہے عزت و شہرت کی محبت بھی دی ہے لیکن تیرا شکر ہے ہمیں تو نے اپنے نام پر سرکٹانے کا شوق دیا ہے

۔ عبادت کی حقیقت ہے محبت میں فنا ہونا

شہادت کی حقیقت ہے فنا ہو کر بقا ہونا

علی اکبر میدان میں جا کر اپنا تعارف یوں کرواتے ہیں۔

انا علی ابن حسین بن علی نحن ورب البيت اولی بالبنی

جس کا ترجمہ کسی اہل محبت نے یوں کیا۔

۔ علی اکبر ہے میرا نام ہے دادا مرتضیٰ میرا
سخی لج پال کا بیٹا ہوں نانا مصطفیٰ میرا
شبیبہ مصطفیٰ کہتے ہیں مجھ کو سب جہاں والے
زمین والے فلک والے مکان ولا مکاں والے

ابن سعد نے کہا! اے اکبر اپنی اٹھتی ہوئی جوانی پر ترس کھا! اور ادھر ہمارے پاس آ جا!
آخر ہم بھی تو کلمہ نماز پڑھتے ہیں پھر کیا فرق ہے ہم میں اور تم میں! آپ نے للکار کے جواب
دیا! فرق یہ ہے کہ

۔ میرے مولا کا شیوہ ہے غریبوں کی نگہبانی
تیرے حاکم کا شیوہ ہے امیروں کی ثنا خوانی
وہ حاکم بحر و بر کا ہے یہ بندہ مال و زر کا ہے
وہ محسن سارے عالم کا یہ دشمن اپنے گھر کا ہے

طارق بن اشعث تلواری لے کر مقابلے میں آیا آپ نے ایسا وار کیا کہ اس کی تلواری ٹوٹ
گئی اور پورا جسم کٹ کر زمین اور گھوڑے کی پشت بھی کٹ گئی۔ دوسرا آیا تو اس کے گریبان
میں ہاتھ ڈال کر ایسا پٹھایا کہ دم نکل گیا۔ یزیدیوں کو ایسے کاٹا جیسے فصل کاٹی جاتی ہے آخر تھک
کر پیاس سے مڑھال ہو کر واپس خیمے کی طرف آئے اور غارت عینای من العطش
یا ابی۔ اے ابا! پیاس سے آنکھیں دہنسی جا رہی ہیں اگر چند قطرے پانی مل جائے تو
یزیدیوں کو ایسا سبق سکھاؤں کہ یاد رکھیں۔ امام نے اپنی سوکھی زبان اکبر کے منہ میں ڈال دی
تو اکبر کو حوض کوثر کے نظارے آگئے اور تازہ دم ہو کر پھر میدان کارزار میں آگئے۔

۔ ممکن نہیں کسی سے عداوت حسین کی
سانسوں میں بٹ رہی ہے سخاوت حسین کی
بازار کے ہجوم سے کہہ دو کہ چپ رہے
قرآن کر رہا ہے تلاوت حسین کی

محکم بن طفیل مقابلے میں ایک ہزار فوج کا دستہ لے کر آیا اور کہنے لگا میری بہادری کا

چرچا شام اور عراق تک ہے۔ اکبر نے فرمایا! میری بہادری کا شہرہ فلک الافلاک تک ہے اور مزہ تو تب تھا کہ اکیلے کے مقابلے میں اکیلا آتا پھر میں دیکھتا تو کتنا بہادر ہے تاہم علی اکبر نے ایک ہزار کے دستے میں گھس کر ایسا وار کیا کہ یزیدی خزاں کے پتوں کی طرح جھڑتے گئے۔ لشکر پسپا ہو گیا۔

ایمان کو اعجاز بیانی دے دی
اسلام کے دریا کو روانی دے دی
تو نے علی اکبر کے لہو سے شبیر
قانون محمد ﷺ کو جوانی دے دی

ابن نمیر نے دھوکے سے نیزہ مارا جو سینے سے پار ہو گیا اور اکبر پکارا یا ابتاہ ادا کنی۔
اے ابا حضور مجھے سنبھال لیں۔

نیزے سے کس کے لعل کا زخمی ہوا جگر کرتے ہیں کس کی لاش کو پامال اہل شر
کہتا ہے کون رن میں تڑپ کر پدر پدر خیمے سے نکلے کہتے ہوئے ہائے مرا پدر
مل کے غریب دے کس دتہا سے جائو آئے غریب باپ تو دنیا سے جائو
مجھ کو غریب دشت بلا کہہ کے پھر پکار صدقے ہو باپ یا ابتاہ کہہ کے پھر پکار
دوڑے یہ بات کہہ کے سلطان بحر و بر بیٹا کی لاش باپ نے دیکھی لہو سے تر
اٹھا جو دل سے درد تو خم ہو گئی کمر دیکھا جو زخم منہ کے قریب آگیا جگر
اکبر تیرے الم سے جگر چاک چاک ہے جب تو نہیں تو باپ کے جینے پہ خاک ہے
روایت میں آتا ہے کہ امام عالی مقام علی اکبر کو تلاش کر رہے تھے اور گھوڑے کبھی ان
کے جسم کو ادھر لے جاتے کبھی ادھر جس کی وجہ سے کبھی ادھر سے آواز آتی کبھی ادھر سے یا
ابتاہ اے ابا جان مجھے سنبھال لے۔

جس دم سنی حسین نے یہ جاں گداز صدا

صابر اگرچہ تھے پر کلیجہ الٹ گیا

ہاتھوں پہ دل کو تھام کے دوڑے برہنہ پا

نعرہ کیا کہ اے علی اکبر کروں میں کیا؟

مل کر غریب و بے کس و تنہا سے جائیو

آئے غریب باپ تو دنیا سے جائیو

بہ بات سن کے ہچکیاں لینے لگا پر

زردی اجل کی چھا گئی چہرے پہ سر بسر

سوکھی زباں دکھائی کہ پیاسا ہوں اے پدر

دوبارہ لی کراہ کے کروٹ ادھر ادھر

دنیا سے انتقال ہوا نور عین کا

ہنگام ظہر تھا کہ لٹا گھر حسین کا

لوگو! غور کرو دنیا کے گھر رات کو لٹتے ہیں اور حسین کا گھر دن دیہاڑے لٹ گیا۔ علی

اکبر کی والدہ ام البنین نے یہ المناک منظر دیکھا تو ان کی حالت کیا ہوئی؟

۔ واری گئے نہ قبر میں اماں کو گاڑ کے

جنگل بسا دیا میری بستی اجاڑ کے

آؤں کدھر کو اے علی اکبر جواب دو

بیٹا جواب دو میرے دلبر جواب دو

پایا تھا مدتوں جسے خاک چھان کر

ہم نے وہ کھویا لعل ہے جنگل میں آن کر

تیروں سے پاش پاش ہے سب جسم تازنین

رکھو باحیاط اسے دامن میں اے زمین

ابن عسا کر نے لکھا ہے کہ امام حسین جب کربلا میں آئے تو آپ کی عمر چھپن سال پانچ

مہینے پانچ دن تھی اور سر اور داڑھی کے بال بالکل سیاہ تھے لیکن جب اکبر کی لاش اٹھا کر خیمے

میں لائے تو سارا سر اور ساری داڑھی کے بال بالکل سفید ہو گئے۔

۔ رو رو کی نہ مارے نعرے چھپ گیا جن تے مٹ گئے تارے

نیزے اتے لین ہلارے زلفاں میرے ویر دیاں

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں آتا ہے کہ وایضت عیناہ من الحزن۔ کہ یوسف علیہ السلام کی جدائی میں آنکھیں سفید ہو گئیں۔ کتنی مہمالت ہے نواسہ مصطفیٰ کو ابن اسحاق سے؟ کسی کا اکبر جیسا بیٹا قربان ہو تو پتہ چلے کہ کتنا غم ہوتا ہے ابھی تک کی شہادتوں سے اتنا نتیجہ تو نکالا جاسکتا ہے کہ یزید کے ساتھی بھاگ جاتے ہیں ڈر جاتے ہیں اور حسین کے ساتھی ڈٹ جاتے ہیں مر جاتے ہیں اسی لیے جام شہادت بھی نوش کر جاتے ہیں۔

ہونی حشر نوں چھاں حسین دی اے	اہل بیت دیاں سچیاں خادماں تے
دیکھن والی اوتھاں حسین دی اے	بہہ کے دوش نبوت تے کھیڈ داسی
بھاگاں والی اواماں حسین دی اے	جہدے روئے دا جنت طواف کردی
منزل بہت اتاں حسین دی اے	اصغر کیوں ناں میں ناطق قرآن آکھاں
نہیں پر بدلیا رنگ حسین دا اے	علی اکبر دے سینے وچ تیر لگا
ظالماں نال اے جنگ حسین دا اے	صدقے جاواں میں صبر حسین اتوں
ہونا حشر نوں سنگ حسین دا اے	اہل بیت نال جہے وی پیار کیتا
جہڑا سچا ملنگ حسین دا اے	اصغر دوزخ نے اوسنوں ساڑناں کی
دیکھن وچ جو جھلا حسین دا اے	خبر دوھاں جہاناں دی رکھدا اے
عرشوں پار مصلیٰ حسین دا اے	کراں کی میں اوس شہباز دی گل
کلی والا تے اللہ حسین دا اے	سارا عرش معلیٰ حسین دا اے
پھڑیا جس نے پلا حسین دا اے	اصغر تر گیا دو جہان اندر



علی اصغر کی شہادت

۔ کلیوں سے پوچھیے نہ کسی گل سے پوچھیے

صدمہ چمن کے لٹنے کا بلبل سے پوچھیے

امام عالی مقام کے سب سے چھوٹے صاحبزادے جو شیر خوار تھے اور عمر چھ ماہ تھی۔

امام کو ان سے بہت پیار تھا ایک تو چھوٹا ہونے کی وجہ سے اور دوسرا اس وجہ سے کہ تین دن

سے مسلسل بھوکے پیاسے تھے اور بول بھی نہیں سکتے تھے۔ امام بار بار خیمے میں تشریف لاتے

اور فرماتے مجھے میرا اصغر دکھاؤ پکڑتے سینے سے لگاتے اپنی سوکھی زبان چوساتے اور پھر

کوفیوں کو فرماتے: لہ ترحمونی فارحموا هذا الطفل۔ ظالموں مجھ پر تو تم نے رحم نہیں

کیا اس بچے پر ہی رحم کر دو۔ اس نے تمہارا کیا جرم کیا ہے؟

دنیا میں بڑے بڑے ظلم ہوئے مگر تاریخ انسانیت میں اتنا بڑا ظلم کبھی نہ ہوا ہوگا کہ چھ

گھنٹوں میں پورا خاندان نبوت ذبح کر دیا گیا ہو اور پھر یہ ظلم کیا بھی ان لوگوں نے ہو جو یہ

ماننے کا دعویٰ بھی کرتے تھے کہ

رسالت ان کے گھر کی ہے

ولایت ان کے گھر کی ہے

شجاعت ان کے گھر کی ہے

صداقت ان کے گھر کی ہے

شفاعت ان کے گھر کی ہے

یہ عادت ان کے گھر کی ہے

نبوت ان کے گھر کی ہے

امامت ان کے گھر کی ہے

سیادت ان کے گھر کی ہے

شرافت ان کے گھر کی ہے

نہ گھبراؤ گناہ گارو

بروں کو بخشوا لینا

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے امام عالی مقام کو عرض کیا! اصغر کی تکلیف نہیں دیکھی

جارہی۔ فرمایا! کیا کروں؟ عرض کیا اس کو اٹھا کے لے جاؤ اور ان ظالموں سے اس کیلئے ہی رحم کی بھیک مانگ لو۔ فرمایا! اے زینب تو نے مجھے یہ بات نہیں کہنا تھی اگر ان منکروں سے کچھ مانگنا ہوتا تو اکبر و قاسم جیسے گہر ہی نہ لٹتے اور اگر انہوں نے کچھ دینا ہوتا تو ان کو ہی کچھ دے دیتے اور اے زینب میں مانگنے والے کا بیٹا نہیں ہوں بلکہ عطا کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ میرے باپ کے پاس ایک سوالی آیا اور اس نے روٹی مانگی ابا جان نے اپنے غلام قنبر کو فرمایا! اس کو روٹی دو اس نے کہا! روٹی اونٹ پر ہے اور اونٹ قطار میں ہے اور قطار چالیس اونٹوں کی ہے۔ ابھی سفر سے آئے ہیں نہیں یاد روٹی کس اونٹ پر ہے فرمایا! سوالی کو واپس خالی نہیں لوٹانا چاہیے اس کو چالیس اونٹ ہی دے دو۔ خود ہی روٹی ڈھونڈ لے گا اور پھر اے زینب کوئی کسی کے گھر کا ایک بندہ مار دے تو گھر کو آگ بھی لگ جائے تو اس کو مدد کے لیے نہیں پکارتے۔ ہمارا تو ان ظالموں نے پورا باغ ہی اجاڑ دیا ہے۔ ہم اُس سے مانگتے ہوئے کوئی اچھے لگتے ہیں؟ حضرت زینب نے عرض کیا! پھر ان کو ایک حدیث ہی سنا دیں فرمایا! سو بار حدیث سنانے کو تیار ہوں بتا کوئی حدیث ہے۔ عرض کیا! من لہ یرحمہ صغیرنا ولہ یوقر کبیرنا فلیس منا جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ فرمایا! اب مجال نہیں کہ کچھ کہہ سکوں مگر اتنی بات سن لے کوئی یہ نہ کہے کہ حسین سب سے چھوٹے بچے کی باری ہار مان گیا اور پانی مانگنے چلا گیا۔ میں نہ پانی کے لیے ان کی منت کروں گا نہ ہی اس لیے جارہا ہوں بلکہ میں تو ان کو اپنے نانا جان کا فرمان سنانے جارہا ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کرنے جارہا ہوں کہ اے اللہ! تو نے مجھے تین قسم کی اولاد دی ایک وہ جو پیدل چل کر آ سکتے تھے وہ پیدل چل کر آئے اور تیری راہ میں سرکٹا کر گئے۔ دوسرے وہ جو سوار یوں پر سوار ہو کر آئے اور جان قربان کر گئے۔ یہ اصغر نہ چل کر آ سکتا تھا نہ سوار ہو کر میں اس کو ہاتھوں پر اٹھا کر لایا ہوں۔

۔ انصاف چاہتا ہوں میں دنیا کے مستحق

صبر ”و رضا و شکر“ کے سبھی زاویے تو گن

”اور پھر“ سکون شاہ دیکھ امتحاں کے دن

سب کچھ لٹا کے بھی میرا آقا ہے مطمئن

اکبر وہ سو رہا ہے یہ اصغر کی قبر ہے شبیر چپ کھڑا ہے یہ معیار صبر ہے
مگر اتمام حجت کے لیے آپ نے ان ظالموں کو اتنا ضرور فرمایا۔

ان پھول سے رخساروں کے کملانے کو تو دیکھو

گہوارے سے میداں میں چلے آنے کو تو دیکھو

غش آنے کو اور سانس اکھڑ جانے کو تو دیکھو

ناحق ہے عداوت تمہیں نازوں کے پلے سے

اب دو گے بھی پانی تو نہ اترے گا گلے سے

مگر قدرت کو شاید یہی منظور تھا کہ حوض کوثر کے مالک اب حوض کوثر کا پانی ہی آ کر پیئیں۔

بعض روایات میں ہے کہ ایک جن جس کا نام زعفر یا جعفر تھا وہ امام حسین کی بارگاہ

میں آیا اور عرض کیا! اے حسین! تیرے اصغر کی حالت دیکھ کر تو ہماری بھی چیخیں نکل گئی ہیں۔

کوئی حکم کر ہم تعمیل کریں گے۔ فرمایا! تو کیا کر سکتا ہے؟ عرض کیا! ہم جنوں کو اللہ نے بہت

طاقت دے رکھی ہے۔ سلیمان علیہ السلام کے امتی جن کے بارے میں تو قرآن پاک میں

بھی آتا ہے کہ اس نے کہا کہ ہزاروں من وزنی تخت ملکہ بلقیس کا ملک سب سے انا اتیک بہ

قبل ان تقوم من مقامك۔ آپ کے اٹھنے سے پہلے لا سکتا ہوں۔ امام عالی مقام نے

فرمایا! تو اپنی طاقت بتا تو کیا کر سکتا ہے۔ عرض کیا! تیرے مانے کا کلمہ پڑھ کر نہر فرات کی

دوسری طرف جا کر کندھے کا زور لگاؤں تو دریائے فرات کا رخ تیرے خیموں کی طرف موڑ

دوں۔ فرمایا! بس بس اب جا تیری حمایت کا شکریہ اگر تو کلمہ پڑھ کر کندھے کا زور لگا کر

دریائے فرات کا منہ میرے خیموں کی طرف موڑ سکتا ہے تو یہ بھی یاد رکھ تو جس نبی کا کلمہ

پڑھنے والا میں اسی کے کندھوں پر سواری کرنے والا۔ تو نار سے بننے والا میں نور سے آنے

والا اگر تیرے اندر اتنی طاقت ہے تو جنت کے جوانوں کے سردار میں کتنی طاقت ہوگی۔ اگر

حسین دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دے تو حوض کوثر کا منہ اصغر کے منہ کی طرف مڑ سکتا ہے۔ پگلے!

ہم کوئی پانی پینے تھوڑا آئے ہیں۔

ہم تو آئے ہیں یہاں سر کو کٹانے کے لیے

اپنی جانیں بچ کر رت کو منانے کے لیے

marfat.com

اپنے نانا جان کی امت بچانے کے لیے

سر چڑھا کے نیزے پر قرآن سنانے کے لیے

امام حسین نے اصغر کو ہاتھوں پر لیا ہوا تھا کہ حرمہ نے تیر مارا اور اصغر کے گلے کو چیر کر
امام عالی مقام کے بازو میں پیوست ہو گیا تو اصغر نے آنکھیں کھول کر زبان حال سے عرض کیا!
ابو یہ پانی پلا رہے ہو؟ امام نے فرمایا بیٹا ایسا پلا دیا ہے کہ اب دنیا کے پانی کی تجھے ضرورت ہی
نہیں رہے گی۔ امام نے اصغر کے خون سے چلو بھر کر پہلے آسمان کی طرف پھر زمین کی طرف
پھینکنا چاہا تو نہ پھینکا شاید آسمان نے کہا ہوگا اے حسین میں نے کیا جرم کیا ہے کہ اصغر مظلوم کا
خون میری طرف اچھال رہے ہو۔ ادھر نہ اچھالنا کہیں بارش ہی نہ منقطع ہو جائے اور زمین
نے کہا ہوگا کہ میں سبزہ اگانا بند کر دوں گی تو امام نے اپنے منہ پر مل لیا اور منہ آسمان کی طرف
کر لیا اور عرض کیا اے مولا! اب تو راضی ہو جا تیری بارگاہ میں سرخرو ہو کر آیا ہوں۔ اللہ نے
فرمایا! حسین تو کوئی میرا دشمن نہیں ہے کہ کوئی کہتا پھرے اتنی مصیبتیں اس لیے آئی ہیں کہ اللہ
ناراض ہو گیا ہوگا بلکہ تو میرے محبوب کا محبوب ہے اور میرا بھی محبوب ہے۔ عرض کیا پھر محبوبوں
سے تو پیار ہی کیا جاتا ہے۔ فرمایا! بس دنیا کو دکھانا تھا کہ ایسے ایسے بھی یار بنائے ہوئے ہیں جو
اپنے ہاتھوں پہ بچے اٹھا کر لاتے ہیں اور میری راہ میں قربان کر دیتے ہیں۔

وہ موج میں ہے جس کو ملا ہے غم حسین

”سارا جہان“ اس کے لیے سنگ و خشت ہے

جس سلطنت پہ راج ہے میرے حسین کا

اس سلطنت کا ایک جزیرہ بہشت ہے

عرض کیا مولیٰ! دنیا تو زبان سے کہتی ہے اولاد اللہ کی بڑی نعمت ہے لیکن تیرے نبی کا
نواسہ ایمان سے کہتا ہے کہ واقعی اولاد تیری بہت بڑی نعمت ہے۔ لوگوں سے پوچھا جائے
کتنے بچے ہیں تو کہتے ہیں اللہ کا فضل ہے اتنے ہیں مگر یا اللہ! مجھ پر تیرا فضل کم تو نہیں ہے
کہ جتنے تو نے دیئے تھے ایک کے سوا سارے ہی تیری راہ میں کٹا کر خود بھی حاضر بارگاہ ہو
رہا ہوں۔

عجیب ماں ہے جو چھ مہینے کا لعل قربان کر رہی ہے
کبھی جو اصغر کی یاد آئی رباب زنداں میں کیا کرے گی

امام واپس خیموں میں آئے تو علی اصغر کی حقیقی والدہ حضرت رباب کی بجائے حضرت
بی بی شہربانو آگے بڑھی اور عرض کیا مجھے دے دیں فرمایا! تو اب اس کو نہیں اٹھا سکتی۔ عرض کیا
کیوں میرا بھی تو بیٹا ہے اور اب تک میں نے ہی تو اس کو اٹھایا ہے۔ فرمایا! تو یزدجر کی بیٹی
میں شیر خدا کا بیٹا تو شیر وال کی دوہتی میں محمد کا نواسہ تو ایران کی رہنے والی میں مدینے کا
رہنے والا۔ اب یہ بوجھ ایران کی شہزادیوں کے اٹھانے کا نہیں ہے۔ مدینے کا شہزادہ حسین
ہی یہ سارے بوجھ اٹھائے گا۔

بے درد جہاں نے بہوں دیکھے نہیں شمر دی ظفر مثال اے
جس خنجر دا خون صفا کیسا مظلوم دی ریش دے نال اے
جہڑا ہر اک ضرب تے سمجھدا ہاتیرا کی مظلوم خیال اے
جے یاد سکینہ آئی ہی تے وت دمی دا ملن محال اے
بی بی زینب نے عرض کیا! کیا پانی نہیں پلایا۔ فرمایا! ایسا کہ اب نہ ہونٹ خشک ہوں
مے نہ زبان سوکھے گی نہ ہائے کرے گا نہ روئے گا۔ عرض کیا یہ کس ملک کا پانی پلا لائے ہو؟
فرمایا! میں اس کو جام فرات نہیں جام شہادت پلا کر لایا ہوں۔

جیسی طاقت پر زور نہ لایا بیٹھے من رضائیں
آج دنیا تو پیاسے ٹر گئے دین دنی دے سائیں
شہربانو نے اصغر کا چہرہ دیکھا تو ہلکان ہو گئیں۔ غشی کے دورے پڑنے لگے اور۔

لے اصغر کا لاشہ شہر بانو

کہتی تھی شاہا اس کو جلا دو

جہاں سے چاہو تم اصغر کو لادو

تو یاسر پر میرے خنجر چلا دو

پڑا ہے آہ! خالی اس کا جھولا

لٹا کر اس کو اے شاہا جھلا دو

حضرت بی بی شہربانو نے جس طرح امام عالی مقام کا ساتھ دیا یہ وفاداری بھی ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔ امام حسین نے فرمایا۔

تیری کوفیاں لکھ نہیں قدر کیستی جو کچھ پیا ہوندا اے دنیا جاندی اے
لے کے بال بچہ ٹر جا دیں اپنے آئی گھڑی میرے امتحان دی اے
شہربانو نے عرض کیا:

میرے جہیاں شہزادیاں لکھ صدقے بندی خاص اس پاک دربار دی اے
بھانویں پوتری ہاں میں نوشیرواں دی اچی شان حسین سرکار دی اے
اصغر کے چہرے پر مسکراہٹ طاری تھی اور وہ اس لیے تھی کہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ
تبسم علی اصغر نے ثابت تو کر دیا
پھول توڑے بھی جائیں تو مسکراتے ہیں

حیات خفی ج ۲ ص ۳۲۰ اور ۳۲۱ پر حضرت علی اصغر کی شہادت کے بارے میں اس طرح لکھا ہے کہ جب امام عالی مقام نے لشکر یزید کو فرمایا: لا ترحمونی فارحموا هذا الطفل۔ اگر مجھ پر رحم نہیں کرتے تو اس بچہ پر رحم کرو۔

فوج اشقیاء پر اس کا یہ اثر ہوا کہ ایک دوسرے سے کہنے لگے اگر اس بچہ کو پانی دے دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ پھر سعد نے اس حالت میں فوج کو دیکھ کر ایک شخص حرمہ ابن کاہل کو حکم دیا یا حرمہ اقطع کلام الحسین اے حرمہ! حسین کے اس کلام کو قطع کر دے

حرمہ نے فوراً سہ شعبہ تیر اس زور سے نشانہ لگا کر مارا جو بڑی تیزی سے آیا اور شہزادہ علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نازک کان پر آگیا۔ فذبحہ من اذن الی اذن۔ اور ایک کان کو چھیدتا ہوا دوسرے کان سے پار ہو گیا۔

نور کا پتلا شفیق باپ کی گود سے لپٹا ہوا خون میں نہا گیا اور تڑپ تڑپ کر باپ کی گود میں جان دے دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

شبیر کے ہاتھوں پہ تو اصغر تھا وہ لیکن

نکلا سر میداں علی اکبر کے برابر

امام عالی مقام اپنے نورِ نظر کی شہادت پر شدید غمگین ہوئے اور آسمان کی طرف چہرہ انور کر کے عرض کیا: لا یكون اھون علیك من فصيل۔ اے الہ العالمین! تری نگاہ نے یہ بچہ ناقہ صالح علیہ السلام کے بچہ سے بھی پست مرتبہ کر دیا غیب سے ندا آئی یا حسین دعوہ فان له مرضعا فی الجنة۔ اے حسین! اے چھوڑو اس کے لئے جنت میں دایہ موجود ہے پھر آپ اس شگوفہ تمناؤں کو خیمے میں لائے تو اہل بیت والوں اور ان کی والدہ محترمہ نے اول نظر میں دیکھا کہ بچے میں بیتابانہ حرکتیں نہیں ہیں سکون کا عالم ہے نہ وہ اضطراب ہے اور نہ وہ بے قراری ہے خاموشی ہی خاموشی ہے گمان ہوا کہ پانی مل گیا ہوگا۔ لیکن جب امام قریب آئے تو والدہ اصغر سے فرمایا لو اپنا بیٹا اصغر اس کو دنیا کا پانی تو میسر نہیں آسکا لیکن ہاں میرے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام ساتی کوثر کے ہاتھوں اصغر آب کوثر سے سیراب ہو گیا ہے اور اپنے خاندانِ عالیہ کے شہداء میں جنت کو سدھار گیا ہے والدہ محترمہ کا دل پاش پاش ہو گیا اہل بیت کی حرمان مقدسہ ننھے کی شہادت پر روئیں کہ ان ظالموں کے ظلم کی انتہا یہ ہے کہ چھوٹے سے بچے پر بھی ترس نہ کھایا اور اس کو بھی کس طرح بے دردی سے شہید کر دیا۔

۔ کیوں برق سی گرتی ہے سر لشکر اعداء

اصغر کے لبوں پر تو تبسم کا نشان ہے

امام حسین نے فرمایا اصغر کی شہادت نے مجھے زیادہ دکھی اس لئے کیا ہے کہ دوسرے تو پھر بھی کچھ نہ کچھ کہہ کر شہید ہوئے اور یہ بے چارہ کچھ کہہ بھی نہ سکتا تھا۔

۔ تنہائی کی غربت کی پریشانی کی شب ہے

یہ خانہ شبیر کی ویرانی کی شب ہے

۔ یہ ایک گھڑی آج قیامت کی گھڑی ہے

یہ رات بہت آل محمد پہ کڑی ہے

۔ مرکب پہ تن پاک تھا اور خاک پہ سر تھا

اس خاک تلے جنت فردوس کا در تھا

امام عالی مقام نے ارادہ کیا کہ اصغر کا جنازہ پڑھ لیا جائے مگر دیکھا تو مقتدی بننے والا

۔ منھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے

حسین اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

اور پھر زمین کو مخاطب کر کے فرمایا:

۔ دل کے نقوش ہیں انہیں رکنا سنبھال کر

میدان میں رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کر

۔ اصغر کو دفن کر کے دھکتی زمین میں

مولا حسین دین کا پودا لگا گئے

ذبح اسماعیل کے لیے قرآن میں ان ہذا لہو البلاء السبین فرمایا گیا حالانکہ وہ ذبح

کئے تھے اور علی اصغر گود میں ذبح ہوئے گویا اسماعیل علیہ السلام ذبح کر بلائے مبین ہوئے اور
اصغر کٹ کر بلاء العظیم ہوئے۔

بی بی صغریٰ کا پیغام

علی اصغر کی شہادت کے بعد ایک عربی اونٹنی پر سوار بڑی تیز اونٹنی دوڑاتا ہوا آیا اور امام
عالی مقام سے ہی پوچھنے لگا تم میں سے حسین کون ہے میں نے اس کو ملنا ہے مجھے جلدی بتاؤ
یہ مناظر دیکھ کر میرا دل گھبرا رہا ہے فرمایا: ہل عرفت حسینا کیا تو حسین کو پہچانتا ہے؟
عرض کیا جب وہ بچپن میں مانے کے کندھوں پہ بیٹھ کر مدینہ کی گلیوں میں گھومتا تھا اس وقت
میں نے اس کو کئی بار دیکھا ہے فرمایا اگر پہچان سکتا ہے تو پہچان لے انا الحسین۔ میں ہی
حسین ہوں اس وقت مانا جان کی زلفیں پکڑ کر ان کے کندھوں پہ سواری کرتا تھا اور مانا جان
کے قدم میمنت لزوم مدینہ کی گلیوں میں لگتے تو قرآن کی آیات نازل ہوتی تھیں اور آج صبح
سے اپنے کندھوں پہ لاشیں اٹھا رہا ہوں لیکن میں تب بھی حسین تھا اور اب بھی حسین ہوں۔
اچھا تو بتا من این جنت۔ کہاں سے آیا ہے؟ عرض کیا من المدینۃ المنورہ ۰ فرمایا:
مدینہ کا نام لے کر تو نے میرا دل ٹھنڈا کر دیا ہے میرا بس چلتا تو تمہیں بہت سارا دنیوی انعام
بھی دیتا اخروی مقام تو تجھے ضرور ملے گا کیا تو مجھے بتا سکتا ہے کہ میں اپنی ایک بچی مدینہ میں
چھوڑ آیا تھا اس کا کیا حال ہے؟ عرض کیا: جناب اسی کا پیغام لایا ہوں فرمایا: پیغام دے مگر اتنا

سوچ لینا کہ میں پہلے ہی دکھوں میں گھرا ہوا ہوں کوئی مزید بوجھ مجھ پر نہ ڈال دینا عرض کیا:
اگر مقدر میں دکھ ہی لکھے ہوں تو میں سکھ کہاں سے لاؤں گا۔ فرمایا: اچھا بتا کیا پیغام ہے حسین
یہ پتھر اٹھانے کو بھی تیار ہے۔

راضی رضا تے رہنا بڑا ای محال اے

چلکيا اے بھار بھارا فاطمہ دے لال نے

عرض کیا: میں مدینہ کے قریبی گاؤں کا کسان ہوں بچہ بیمار ہوا مدینہ شریف دوائی لینے
آیا دل چاہا کہ پہلے اپنی نبی کے روضے پہ حاضری دے لوں وہاں ایک بچی کو دیکھا جو بڑی
درد بھری آواز میں آپ کے نانا جان سے سرگوشیاں کر رہی تھی خود بھی رو رہی تھی دوسروں کو
بھی رُلا رہی تھی مجھے بچے کی دوائی بھول گئی روضہ پاک کی حاضری بھول گئی جب میں نے سنا
کہ یہ حسین کی بیٹی ہے اور کہہ رہی ہے۔

کھندی لیاؤ جا کے میرے باپ دی خبر

صغریٰ نوں کھا گئی جے جدائی حسین دی

کربل نوں جان دیاں تے زمانے نے ویکھیا

مڑ کے سواری گھر نوں نہ آئی حسین دی

میں نے کہا: کلمہ پڑھنا فضول ہے اگر کلمہ والوں کی کوئی خدمت ہی نہ کر سکوں۔ فرمایا:
اچھا بتا تو اس نے کیا پیغام بھیجا ہے؟ عرض کیا: پیغام یہ ہے کہ اس کا کوئی ویرا کبر ہے۔ فرمایا:
آگے بول عرض کیا: کہہ رہی تھی اس کو جا کر میرا یہ پیغام دینا کہ اکبر تو نے تو بڑا پکا وعدہ کیا تھا
کہ میں تجھے آکر لے جاؤں گا۔

توتے کیتی سی گل اوساں وطناء دے ول

فرمایا: اکبر اس کا ویرا ہے نہیں بلکہ تھا اور اگر تیرے اندر حوصلہ ہے تو اکبر کی لاش کے
ٹکڑے بھی دیکھ لے قاسم وعباس کی بے گور و کفن لاشیں دیکھ لے اور وہ ننھی سی قبر اصغر کی بھی
دیکھ لے۔ اور

آکھیں صغریٰ نوں جا کے باپ تیرا کر بل و سدی جھوک لٹا بیٹھا

بچے عون محمد تے اصغر اکبر، قاسم اتے عباس کو ہا بیٹھا

اور اس کو کہنا جیسا صبر کر کہ جو قابل دید بھی ہو قابل شنید بھی ہو اور قابل تھید بھی ہو
قابل داد بھی ہو اور قابل تائید بھی ہو اب ملاقات تو قیامت کو ہی ہوگی اگر ہمای یاد زیادہ
ستائے تو اس آیت کا کثرت سے وظیفہ کرتے رہنا۔ وبشر الصابرين اور اب اکبر یا اصغر
کو مدینہ آنے کا پیغام نہ بھیجنا وہ مدینہ والے کی گود میں آرام کر رہے ہیں۔
کسی نے اس سارے واقعہ کو اشعار میں یوں قلمبند کیا ہے۔

میں صغریٰ دا قاصد حضرت شہر مدینوں آیا
جس بچی نوں محمد آئے ساؤ اسدا پیغام لیا
نہ اکبر نہ اصغر آیا ' نہ آئی بہن سیکہ
بہجہ بھرا واں سجا لگدا مینوں شہر مدینہ
لے اکبر ایہہ خط صغریٰ دا تینوں یاد کریدی
اے جی وی اس ملن دی رکھدی تیرا پتہ سمجھیدی
بی بی صغریٰ دا جدوں وصال ہویا
اکھاں کھلیاں رھیاں بیمار دیاں
دیکھ مرن تو بعد وی ملکیاں نہیں
صداراں دیر تیرے انتظار دیاں
اصغر: صغریٰ دی قبر اڈیک وی اے
کدوں اون خبراں شہسوار دیاں

یا محمد اہ یا محمد اہ صلی علیک اہ ' و ملک السماء
هذا حسین بالعداء ' مزمل بالدماء ' مقطع الاعضاء ' یا
محمد اہ ' و بنا تک مایا ' و فریتک مقتلة تسفی علیہا
الصباء یا محمد اہ یا محمد اہ

(سیدہ زینب البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۳)

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ

صدائے طرقوا دیتے ہوئے جبرائیل جاتے ہیں
 کہ بھاگو اشتیاء! شبیر خود لڑنے کو آتے ہیں
 ساعت آہ و بقاء و بے قراری آگئی
 سید مظلوم کی رن میں سوار آگئی
 ساتھ والے بھائی بیٹے ہو چکے ہیں سب شہید
 اب امام بے کس و تنہا کی باری آگئی
 بنالے پیہم دل سے اب آنے لگے
 حضرت دل شاید اب جانے لگے

چھپن سال کے بوڑھے امام حسین، تین دن کے بھوکے پیاسے سارا دن لاشیں اٹھا
 اٹھا کے جسم چکنا چور، خاندان نبوت کی مستورات کی فکر سے بڑھال، لیکن قدموں میں ذرہ برابر
 بھی ڈگمگاہٹ پیدا نہیں ہوئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف جسمانی طاقت نہ تھی بلکہ فاتح
 خیروالی روحانی، ایمانی اور قوت پروردگار کا رفرما تھی اور پھر اپنی بڑائی کا نام و نشان نہیں بلکہ
 عاجزانہ دعا کر رہے ہیں۔

وہ صبر دے الہی جس میں خلل نہ آئے

تیروں پہ تیر کھاؤں ابرو پہ بل نہ آئے

حدیث شریف کے مطابق امام حسین کا نیچے والا حصہ یعنی پاؤں سے لے کر ناف تک
 حضور علیہ السلام کے مشابہ تھا شاید اس لئے کہ کربلا میں اتنے دکھ سہنے کے بعد بھی حسین کے

قدموں میں لغزش پیدا نہ ہو استقامت کا پہاڑ اور شجاعت کا کوہ گراں بن کر ڈٹا رہے یہی وجہ ہے کہ جنوں کی بھی چنچیں نکل گئیں مگر حسین کہہ رہے ہیں

۔ جو کچھ ہوندا اے ہوں دے پرواہ نہیں اپنے آپ دی
میں رہواں یا نہ رہواں گل رہ رسول پاک دی

کون حسین؟

جو دھکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسین
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسین
جو جواں بیٹے کی میت پر نہ رویا وہ حسین
جس نے سب کچھ کھو کے پھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسین
مرتبہ اسلام کا جس نے دوبالا کر دیا
خون سے اپنے دو عالم میں اُجالا کر دیا

کون حسین؟

۔ شیر کی مانند جو مقتل میں آیا وہ حسین
جو بہتر زخم کھا کر مسکرایا وہ حسین
راہ حق میں جس نے اپنا سر کٹایا وہ حسین
کربلا میں جس نے اپنا گھر لٹایا وہ حسین
زیر خنجر جس کا سجدہ عظمت اسلام ہے
جس کا ہر تیور رسول پاک کا پیغام ہے

کون حسین؟

اللہ اللہ راکب دوش پیمبر وہ حسین
فاطمہ کا نور دیدہ جان حیدر وہ حسین
عظمت و اخلاص و قربانی کا پیکر وہ حسین
کربلا کے غازیوں کا میر لشکر وہ حسین

دین کی خاطر تھی جس کی زندگانی وہ حسین
 لٹ گئی اسلام میں جس کی جوانی وہ حسین
 خلد میں کی حق نے جس کی میہمانی وہ حسین
 مل گئی جس کو حیات جاودانی وہ حسین
 نام نامی جس کا لوح دھر پر مرقوم ہے
 عرش سے تافرش جس کی عظمتوں کی دھوم ہے
 کیوں خدائی نہ ہو جان و دل سے قربان حسین
 بوسہ گاہ مصطفیٰ ہے شاہ رگ جان حسین
 آج تک ہیں غیر قومیں بھی ثناء خوان حسین
 اللہ اللہ کیا عظیم الشان ہے شان حسین
 جان دی لیکن دیا ہرگز نہ دست حق پرست
 اللہ اللہ کس قدر محکم تھا ایمان حسین
 جس نے اپنے بچوں کی دے دی شہادت حسین
 ہنس کر جس نے پیا جام شہادت وہ حسین
 (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه)

کون حسین؟

لباس ہے پھٹا ہوا، غبار میں اٹا ہوا، تمام جسم ناز نہیں چھدا ہوا کٹا ہوا
 یہ کون دی وقار ہے؟ یہ کون شہسوار ہے؟ کہ ہے ہزاروں قاتلوں کے سامنے ڈٹا ہوا
 یہ بالیقین حسین ہے نبی کا نور عین ہے
 یہ جسکی ایک ضرب سے کمال فن حرب سے کئی شتی گرے ہوئے تڑپ رہے ہیں کرب سے
 غضب ہے تیغہ دوسر کہ ایک ایک وار پر اٹھی صدائے الاماں زبان شرق و غرب سے
 یہ بالیقین حسین ہے نبی کا نور عین ہے
 یہ کون حق پرست ہے رضا حق میں مست ہے کہ جسکے سامنے کوئی بلند ہے نہ پست ہے

ادھر ہزار گھات ہے مگر عجیب بات ہے کہ ایک سے ہزار ہا کا حوصلہ ٹکست ہے

یہ بالیقین حسین ہے نبی کا نور عین ہے

دلاوری میں فرد ہے بڑا ہی شیر مرد ہے کہ جس کے دبدبے سے دشمنوں کا رنگ زرد ہے

حبیب مصطفیٰ ہے یہ مجاہد خدا ہے یہ جمعی تو اس کے سامنے یہ فوج گرد برد ہے

یہ بالیقین حسین ہے نبی کا نور عین ہے

ادھر سپاہ شام ہے ہزار انتظام ہے ادھر ہیں دشمنانِ دیں ادھر فقط امام ہے

مگر عجیب شان ہے غضب کی آن بان ہے کہ جس طرف اٹھی ہے تیغ بس خدا کا نام ہے

یہ بالیقین حسین ہے نبی کا نور عین ہے

عیا بھی تار تار ہے تو جسم بھی فگار ہے زمیں بھی ہے تپتی ہوئی فلک بھی شعلہ بار ہے

مگر یہ مرد تیغ زن یہ صف شکن فلک شکن کمال صبر و تن دہی سے محو کارزار ہے

یہ بالیقین حسین ہے نبی کا نور عین ہے

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه)

کون حسین؟

وہ حسین کہ کسی کو رسول کریم علیہ السلام کے آگے بیٹھنے کو جگہ ملی کسی کو پیچھے کسی کو دائیں اور

کسی کو بائیں اور یہ سب بڑے نصیب والے ہیں لیکن امام عالی مقام کا تو وہ ہیں کہ جن کو بیٹھنے کی

جگہ بھی یا فاطمہ کی گود میں ملتی ہے یا رسول اللہ کے کندھوں پہ ملتی مگر افسوس کہ میدانِ کربلا میں۔

غم خوار کون تھا میرے مولا حسین کا

دختر نبی کی تھی نہ بابا حسین کا

دیگا جواب کیا تو سر حشر کو اے فرات

قدموں میں اسماعیل کے زمزم تو بہہ گیا

رویائے تو بھی پھوٹ کے اس وقت آسمان

کہتی تھی فضا شام میں اے ساکنانِ شام

مسلم جو آئے ان کو مٹانے وہ مٹ گئے

زندہ رہے گا نام ہمیشہ حسین کا

اہل خیمہ کو خطاب

امام عالی مقام نے میدان کربلا جانے سے پہلے اپنی ہمیشہ حضرت زینب پاک رضی اللہ عنہا سے پوچھا ای الیوم هذا آج کونسا دن ہے انہوں نے عرض کیا یوم الجمعة۔ جمعہ کا نام سننے کی دیر تھی کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو (کھڑھائل) تیز بارش کی طرح جاری ہو گئے عرض کیا کوہ وقار بھی ہو جیل استقامت بھی پہلے اتنے دکھ دیکھ کر اس قدر نہیں روئے اب کیا بات ہوئی کہ جمعہ کا نام سنتے ہی چھم چھم آنسو بہنے لگے ہیں؟ فرمایا: اس لئے کہ یہود کو ہفتہ ملا۔ عیسائیوں کو اتوار ملا وہ دونوں تو اپنی اپنی عبادت آزادی سے کر رہے ہیں مگر جن کے گھر سورۃ الجمعة نازل ہوئی وہ آج زندگی میں پہلی بار جمعہ ادا نہیں کر رہے عرض کیا ہم سب اکٹھے ہو جاتے ہیں پہلے مسجد نبوی میں خطبہ دیتے تھے تو آج خیمے میں دے لو چنانچہ آپ نے خیمے والوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ میرا امتحان تو مکمل ہونے والا ہے اور میری شہادت کے بعد تمہارا امتحان شروع ہونے والا ہے میرے شہید ہونے کے بعد ہو سکتا ہے تمہیں مزید ستایا جائے مگر یاد رکھنا بے صبری کا کوئی کلمہ زباں پہ نہ آئے ورنہ ہماری شہادتوں کا مقصد فوت ہو جائے گا اگر ہمارے گھر سے ہی شریعت کے خلاف ورزی ہوگی تو شریعت کی حفاظت کون کرے گا فرمایا: عورت اذان نہیں پڑھ سکتی جماعت نہیں کر سکتی۔ خطبہ نہیں دے سکتی بتاؤ تو کیوں؟ عرض کیا آپ خود ہی فرمادیں فرمایا: اس لئے کہ کسی غیر مرد کے کان میں عورت کی آواز (چاہے وہ قرآن کی تلاوت کی آواز ہو یا اذان کی) پہنچنا منع ہے تو پھر بتاؤ بھلا بائے وائے یا مین کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اگر تم نے بے صبری کرنی ہے تو اب بتا دو تاکہ میں میدان میں نہ جاؤں یزید کی بیعت اب بھی حرام ہے تب بھی حرام تھی۔ لیکن اگر میری شہادت پہ تم نے کوئی خلاف شرع کام کیا تو میری قربانی کا مقصد ختم ہو جائے گا اور یزید یوں کو کہنے کا موقع مل جائے گا کہ ہم نے اگر ناجائز کیا ہے تو ان کے اپنے گھر والے بھی تو ان کی شہادت یہ ناجائز کرتے رہے ہیں۔

فرمایا میں تمہیں اپنے نانا جان کی ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں۔ من ضرب الخدود و شق الجیوب و دعا بد عوی الجاہلیۃ فلیس منا۔ جو گریباں پھاڑے ماتم کرے

ہیں کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں جب اس کا نانے سے تعلق نہیں ہوگا تو نواسے سے کیا تعلق ہوگا۔

حضرت سیدہ زینب نے عرض کیا: اے حسین جس ماں کا تو نے دودھ پیا ہے اس کا میں نے بھی پیا ہے اگر تو قاسم اور اکبر و اصغر کی لاش پہ صبر کر سکتا ہے تو میں بھی تیری شہادت پہ صبر کروں گی۔

۔ کر بلا کے واقعے میں رنگ دونوں نے بھرے

ابتداء شبیر نے کی انتہا زینب نے کی

فرمایا: میں شہید ہو گیا تو تمہیں بہت یاد آؤں گا قدم قدم پہ یاد آؤں گا مگر اس آیت کا ذکر اور ورد کثرت کے ساتھ کرنا و بشر الصابرین -

اے زینب! اگر تو بال کھول کر مردوں کے سامنے آئیگی تو میری روح تڑپ جائیگی تو اس ماں کی بیٹی ہے کہ مہبلہ کے دن ہمارے نانا نے ان کو اپنے پیچھے چلایا اور پھر ان کے پیچھے ہمارے باپ کو تاکہ فاطمہ کے قدم باپ کے قدموں پہ لگیں اور ہمارے والد کے قدم ہماری ماں کے قدموں پہ لگیں اور کسی کی نظر فاطمہ کے قدموں پہ بھی نہ پڑے۔

۔ بے اجازت ان کے گھر میں جبرائیل آتے نہیں

قدر والے جانتے ہیں عز و شان اہل بیت

ایک دفعہ ہماری امی گھر میں تھیں اور سر کے بالوں سے کپڑا ہٹ گیا تو جبرائیل امین اندر نہ آیا نانا جان نے فرمایا جبرائیل تو تو معصوم اور خیال بد سے بھی پاک ہے پھر تجھے کیا رکاوٹ تھی؟ عرض کیا: میری عصمت اپنی جگہ اور خاتون جنت کا احترام اپنی جگہ۔

اے میری بہن! بی بی باجرہ نے صبر کیا تو ان کے قدموں کے نشانات کو صفا مروہ بنا کر اللہ نے نشانیاں بنا دیا تو بھی اگر صبر کرے گی تو تیرے صبر اور پردے کے خطبے میری شہادت کے ساتھ پڑھے جائیں گے اور لوگ کہتے رہیں گے۔

۔ سیدہ زینب تیری اس پردہ داری کو سلام

نیزے پہ قرآن پڑھنے والے قاری کو سلام

ہم یہاں کوئی نیا طریقہ رائج کرنے نہیں آئے اصول وہی ماننے کی شریعت کے ہیں انہی کی خاطر سر بھی کٹا رہے ہیں گھر بھی ٹھہرا رہے ہیں پھر فرمایا: اے زینب بھائی تو اپنی بہنوں کو بڑے بڑے تحائف سیٹ وغیرہ پیش کرتے ہیں مگر میں تجھے تیرے بھائیوں بیٹوں بھتیجیوں کی ہڈیاں دے کر جا رہا ہوں لوگ گھر سے باہر جائیں تو اپنا گھر پڑوسیوں اور شریف لوگوں کے سپرد کر جاتے ہیں مگر میں تمہیں چالیں ہزار دشمنوں میں چھوڑ کر جا رہا ہوں یہ باتیں کرتے ہوئے امام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اپنی بہن کے دوپٹے کو بوسہ دیا تو آنسوؤں کے قطرے زینب کے دوپٹے پہ پڑے اور فرمایا میری طرف سے ان آنسوؤں کا تحفہ قبول کر اور دوپٹے کو بوسہ اس لئے دیا ہے کہ میرے ان لبوں پر رسول کے لب لگے ہیں یہ انہی کی برکت ہے کہ شہادت کے بعد ان لبوں سے قرآن کی تلاوت بھی ہوتی رہے گی اور تیرے دوپٹے کی حفاظت بھی ہوتی رہے گی۔

لوا لوداع لاش پہ اب آ کے روئو
لیکن نہ خاک اڑا کے نہ چلا کے روئو
زانو پہ سر کو رکھ کے نیوڑا کے روئو
قبر رسول پاک پہ ہاں جا کے روئو
لٹنے میں صبر شکر تباہی میں چاہیے
رونا بشر کو خوف الہی میں چاہیے

فرمایا: میرا سر نیزے پہ ہوگا بڑے بڑے صبر آزمایا مراحل راستے میں آئیں گے کیونکہ میرا سر کسی مرید کے پاس نہیں جائے گا بلکہ وقت کے اصلی یزید کے پاس جائے گا وہ اپنا غصہ نکالے گا مگر تم نے صبر کا دامن نہیں چھوڑنا۔ آپ نے پھر قرآن کی تلاوت شروع کر دی تو سیدہ نے عرض کیا! بھائی تو نے مسجد نبوی اور حرم کعبہ میں بھی تلاوت کی مگر آج تیری تلاوت میں عجیب کیف و سرور ہے۔ فرمایا: اس سے بڑھ کر کیف و سرور اس تلاوت میں ہوگا جب میرا دھڑ کر بلا میں ہوگا اور سر نیزے کی نوک پر کوفہ و شام کی گلیوں بازاروں میں تلاوت کر رہا ہوگا۔ اور دنیا دیکھ کر کہے گی "اکبر جیسی اذان کوئی نہیں پڑھ سکتا اور حسین جیسا قرآن کوئی نہیں

پڑھ سکتا۔

۔ پھر گلے لگ کر سیکڑے سے کہا اے میری مظلوم بیٹی الوداع
فرمایا! سیکڑے ایک بار میرے گلے پھر لگ! اس پھڑی ہوئی صغریٰ کے حصے کا جو آج بھی
اکبر کا راستہ تک رہی ہے۔

۔ پھر گلے چمٹا کے عابد سے کہا اے میرے بیمار بیٹے الوداع
الوداع اولاً مضطر الوداع الوداع اے جان حیدر الوداع

امام زین العابدین

آپ کا نام علی اوسط اور عابد ہے۔ بی بی شہر بانو سے امام حسین کے صاحبزادے ہیں
زین العابدین اور سجاد و بیمار کربلا بھی آپ کو کہتے ہیں۔ آپ روزانہ دن اور رات میں ایک
ہزار نوافل ادا فرماتے اس لئے آپ کو زین العابدین کہا جاتا ہے یعنی عبادت گزاروں کی
زینت اور حسن۔

آپ واقعہ کربلا کے چشم دید گواہ ہیں۔ اس واقعہ کے بعد آپ چالیس سال زندہ رہے
مگر کسی نے آپ کو مسکراتے نہ دیکھا۔ پانی دیکھ کر رونا شروع کر دیتے کہ اس پانی کے لئے
اصغر تر پتا رہا۔

۔ آیا ادھر یہ نام ادھر آنکھ تر ہوئی

پانی کو کتنا پیار ہے اب بھی حسین سے

پھر امام عالی مقام اپنے فرزند ارجمند 'مظلوم' کربلا حضرت سجاد امام زین العابدین کی
طرف متوجہ ہوئے۔

کون زین العابدین؟

جس نے کوفیوں کی "مہمان نوازی" کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس واقعہ کے کئی
سال بعد ایک بہت بڑے قافلے کے ساتھ حج کرنے مدینہ سے مکہ جا رہے تھے ایک جگہ
پڑاؤ کیا تو ایک گھڑ سوار (سنان بن انس) جس نے امام حسینؑ کو سجدے کی حالت میں

نیزہ مارا اور آپ کی شہادت ہوئی اور شمر نے تلوار کا وار کر کے سر اتار لیا یہ سب کچھ عابد بیمار نے اپنی آنکھوں سے دیکھا بیٹا باپ کے قاتل کو دیکھ لے تو اس کی آنکھوں میں خون ضرور اترے گا جب پاس سے گزرا تو اس نے پہچان لیا کہ یہ حسین کا بیٹا ہے اور گھوڑا تیز کر لیا۔ امام زین العابدین بھلا اس کو کیسے نہ پہچانتے ہوں گے آپ نے حکم دیا کہ اس کو میرے پاس لے کر آؤ مریدین نے اس کو پکڑا اور امام کے سامنے لے کر آئے تو وہ کانپنے لگا فرمایا! اس کو سادہ پانی نہیں شربت پلاؤ اس کو عمدہ لباس بھی پہناؤ کوئی اچھی سی سواری بھی دو اس کی سواری تھک گئی ہے اس نے کہا جناب دھوکے سے مارنے کی بجائے سیدھی تلوار ماریں آپ کے باپ کا قاتل آپ کے سامنے ہے۔ فرمایا: اگر تجھے مارنا ہوتا تو دھوکہ دینے کی کیا ضرورت تھی (المرء یقیس علی نفسہ تم ہر ایک کو اپنی طرح کا ہی سمجھتے ہو) میں تو تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ کر بلا میں ہم تمہارے مہمان تھے تم نے اپنے رواج و ظرف کے مطابق مہمان نوازی کی آج تو حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا مہمان ہے میں اپنی عادت کے مطابق تیری مہمان نوازی کر رہا ہوں۔

تم جفا کرتے رہے اور ہم وفا کرتے رہے
اپنا اپنا فرض تھا دونوں ادا کرتے رہے
تمہیں بتانا بھی چاہتا ہوں، سمجھانا بھی چاہتا ہوں اور دکھانا بھی چاہتا ہوں کہ
ہمارا اخلاق بھی خلق عظیم سے ہو کر آیا ہے۔

روح ازاں ہے باپ تو بیٹا نماز دین
مسجد علی کی ہے تو مصلیٰ حسین کا
جاگیر کبریا ہوئی تقسیم اس طرح
کعبہ علی کا عرش مصلیٰ حسین کا
تحت الثریٰ ہے بغض علی کی گھٹن کا روپ
کوثر میرے حسین رضی اللہ عنہ کی بخشش کا نام ہے

کون زین العابدین؟

ہر اصلی اور نسلی سید انہیں کی اولاد ہے میدان کربلا میں امام زین العابدین کے اصرار کے باوجود امام حسین ؑ نے آپ کو شہید ہونے کی اجازت نہ دی انہوں نے عرض کیا! کہ شہادتوں کے بعد کربلا سے کوفہ اور وہاں سے دمشق کا اتنا طویل سفر اور میں بیمار آپ اکبر کو رہنے دیتے اور مجھے اجازت دے دیتے فرمایا! بیٹا یہ کربلا ہے کوئی دار لافنا نہیں ہے کہ ہر بات تجھے بتائی جائے۔ بس میں نے عرش پہ تیرا نام ہی زندہ رہنے کیلئے لکھوایا تھا جب میرے اللہ نے مجھے کسی ایک کو زندہ رکھنے کا اختیار دیا تو میں نے تیرا نام لیا تھا، عرض کیا! اس میں جو حکمت ہے وہ بھی ارشاد فرمادیں فرمایا: حکمت یہ ہے کہ اکبر کی ماں ام البنین ؑ ہے اور تیری ماں شہربانو ؑ ہے جس کو حضرت عمر نے مسلمان کر کے اپنے بیٹے کو خواہش کے باوجود پیچھے کر دیا اور میرا نکاح اس سے پڑھا دیا اور میں تجھے اس لیے زندہ رکھنا چاہتا ہوں کہ اصلی سید تیری اولاد سے ہی دنیا میں پھیلیں گے اور اصل سید کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ علی کا بھی احترام کرے گا اور عمر کا بھی ادب کرے گا اگر علی کو تو مانے اور عمر کی توہین کرے تو وہ نقلی اور بناوٹی سید اور تقسیم کے بعد کا سید تو ہو سکتا ہے مدینہ ماڈل سید نہیں ہو سکتا۔

اور فرمایا! بیٹا میرے بعد اب تو ہی چادر تطہیر کی وارث بیبیوں کے ساتھ ہوگا ذرا سنبھل کر سارے کام سرانجام دینا۔

شفقت و الفت میری جتنی ہے اہل بیت پر
بعد میرے رکھو تم بھی بلکہ اس سے بیش تر
یہ امانت اب تمہیں سونپوں ہوں اے جان حسین
اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملحوظ رکھو نور عین
بے پدر ہونے کا غم دل پر سیکھنے کے نہ ہو
رنج تنہائی نہ آئے زینب و کلثوم کو
ہنجر اعدا سے آخر صبر میں ہے مخلصی
رفتہ رفتہ تا وطن تم لوگ پہنچو گے کبھی

واقعات کربلا کچھ حضور جدِ بیاں
آئے جب نوبت ہماری اس قدر کہو وہاں
گو بہ تن از بار گاہت بسکہ دور افتادہ ام
لیکن از جاں ہمچنان سر بردت بنہادہ ام

سب سے زیادہ رونے والے

محبوبانِ خدا میں سے چند جو شخصیات بہت زیادہ رونے والی ہیں ان میں سے ایک حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی ذات گرامی ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد چالیس سال آپ زندہ رہے اس دوران کسی نے آپ کو ہنستے نہیں دیکھا تھا (دوسرے حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر بھیجے گئے تو بہت روئے، یحییٰ علیہ السلام خوفِ خدا سے اس قدر روئے کہ رخسار مبارک گل گئے، یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے غم میں رو رو کر آنکھیں سفید کر بیٹھے۔ و ابیضت عیناہ من الحزن فہو کظیم۔ حضرت فاطمہ الزہرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بہت روئیں)

امام زین العابدین کو جب کربلا کے مناظر یاد آتے تو آپ کی طبیعت خراب ہو جاتی، غشی کے دورے پڑتے اور بے ہوش ہو جاتے آپ کے آنسوؤں سے کبھی کوزے بھر جاتے تھے بلکہ روایت میں ہے کہ آپ جس بالاحانے میں رہتے تھے کبھی آپ کے آنسوؤں کا پانی پرنا لے سے نیچے گلی میں گرنے لگتا تھا اور زمین تر ہو جاتی اور وہاں گھاس اُگ آتی ایک مرتبہ ایک بندے کے کپڑوں پر قطرے گرے اس نے پتا کیا تو بیمار کربلا کے آنسو تھے کسی نے اس کو مشورہ دیا کہ ان آنسوؤں کو کپڑوں سے نہ دھونا ان میں کربلا کے درد و غم کی بو ہے جو تیری نجات کیلئے کافی ہوگی۔ آپ نے یزید کے بھرے دربار میں اپنا تعارف یوں کرایا۔

پوتا ہوں میں علی کا تو بیٹا حسین کا

سارے جہاں میں ایک ہوں پودا حسین کا

بولا یزید! تجھ کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا

کانوں کا جڑ سے نخل تنہا حسین کا

عابد نے ڈانٹ کر کہا خاموش بے ادب!
میں زندہ ہوں تو نام ہے زندہ حسین کا

امام عالی مقام کی ایک وصیت

امام نے ایک وصیت زین العابدین کے ذریعے اپنے نانے کی ساری امت کو یہ بھی کی کہ دنیا میں کسی پر جب کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی آجائے تو ہماری شہادت اور قربانیاں یاد کر کے دل کو تسکین کو لے لینا کیونکہ کوئی جتنا بھی بڑا ہوگا جنت کے جوانوں کے سردار سے بڑا تو نہ ہوگا اور کسی پر جتنی بھی بڑی مصیبت آئے گی ہماری مصیبت سے آخر بڑی تو نہ ہوگی لیکن یہ حقیقت بھی ضرور پیش نظر رکھا کرو کہ!

۔ آسرا سب سے ہے بہتر آسرا اللہ کا

اور سہارا سب سے بہتر ہے رسول اللہ کا

امام زین العابدین کے متعلق حیات خفی میں لکھا ہے کہ سفر کی کوفت بھوک و پیاس و متواتر فاقوں اور پانی نہ ملنے سے ضعف اس قدر بڑھ گیا کہ کھڑے ہوتے وقت بدن مبارک لرزتا تھا باوجود اس کے ہمت مردانہ کا یہ حال کہ عرض کرتے ہیں ابا جان اب مجھے میدان کارزار میں جانے کی اجازت دیں اور میرے ہوتے آپ میدان میں نہ جائیں۔ سرکار سید الشہدائے امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیٹے کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا اے میری جان جو چہ میرے پاس تھا وہ راہ حق میں قربان کر چکا ہوں اور اب اپنا نا چیز ہدیہ راہ خدا میں نذر کرنے کیلئے تیار ہوں تم بیمار ہو اور کھڑے بھی نہیں ہو سکتے اور شاید اس میں بھی حکمت الہیہ تھی کیونکہ تمہی سے میری نسل جاری ہونی ہے اور ان اہل بیت کو وطن تمہی نے پہنچانا ہے اور ان کی نگہداشت تمہی نے کرنی ہے۔ حسنی سیدوں کا سلسلہ تمہی سے جاری ہوگا۔ اس کے آخری چراغ تم ہی ہو تمہاری ہی طلعت زیبا سے دنیا مستفیض ہوگی۔ نانائے پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دلدادگان حسن تمہارے ہی روئے تاباں سے حبیب حق کے انوار تجلیات کی زیارت کریں گے۔ اے نور نظر، لخت جگر یہ تمام کام تمہارے ذمہ ہیں میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو گے۔ تمہیں میدان کارزار میں جانے کی اجازت نہیں۔ بیمار لخت جگر جس میں بوجہ بیماری پہلے ہی سکت نہ رہی تھی اب حکم امام کے آگے چھوڑنے سے اور دیکھ رہے ہیں

کہ اب میرے عظیم و شفیق باپ ہمیشہ کیلئے جدا ہو رہے ہیں۔ (حیات خفی ۲۲۲ ج ۲)

اے رب جہاں پنچتن پاک کے خالق
اس قوم کا دامن غم شبیر سے بھر دے
بچوں کو عطا کر علی اصغر کا تبسم
بوڑھوں کو حبیب ابن مظاہر کی نظر دے
کم سن کو ملے ولولہ عون و محمد ﷺ
ہر ایک جواں کو علی اکبر کا جگر دے
ماؤں کو سکھا حضرت زہرا کا سلیقہ
بہنوں کو سیکھنے کی دعاؤں کا اثر دے
جو دین کے کام آئے وہ اولاد عطا کر
جو کٹ کے بھی اونچا ہی نظر آئے وہ سر دے
صحراؤں میں عابد کی مسافت کے صلے میں
بھٹکے ہوئے رہ رو کو ثمر دار شجر دے

☆☆☆☆☆

ایک نکتہ

امام عالی مقام کی شہادت سے پہلے راہ حق میں قربانیاں ہوتی رہیں مگر انفرادی طور پر
انبیا کرام علیہم السلام میں سے کبھی زکریا علیہ السلام کبھی اسماعیل علیہ السلام کبھی ابراہیم علیہ
السلام پر آزمائش کے وقت آئے لیکن تنہا تنہا مشیت ایزدی نے چاہا کہ اب آخر میں ایک
ایسی قربانی ہونی چاہیے جو اجتماعی ہو اور ہمیشہ یاد رکھی جائے۔ لہذا جس نے راہ حق میں قربانی
دینی ہے میدان میں آجائے چنانچہ امام حسین کے خاندان نبوت کے خون کا گروپ اسلام
کے ساتھ مل گیا اور ایک دو نہیں پورے خاندان کا خون اسلام کو لگا دیا گیا۔

ایہ شرط سی نانے دا دین رہ جائے

اوہدی شان رہ جائے اوہدی آن رہ جائے

لٹی جائے حسین دی جھوک بھاویں
پرمانے وا زندہ اسلام رہ جائے

امام عالی مقام رحمہ اللہ سواری پر:

وہ رہے شوق ترا واہ رہے تسلیم و رضا
لب پہ تھا صلی علی ورد زباں شکر خدا
زن پکارا کہ عجب صاحب شمشیر آیا
غل ہوا لشکر روہاہ میں وہ شیر آیا

امام عالی مقام میدان میں جانے لگے تو خیموں میں ایک قیامت برپا ہو گئی۔ دلوں پر
جھلیاں تڑپ گئیں جان لبوں تک آگئی اور گلے یہ تیغ خونخوار چلنے لگی۔ آپ رحمہ اللہ نے پھر سب کو
تسلی دی اور فرمایا کہ دلوں پر پتھر دھر لو بے کسوں کا وکیل و کار ساز تمہارا حافظ و ناصر ہو۔

۔ عشرے کی سحر حضرت کیلئے پیغام شہادت لاتی ہے
جتنے تھے ستارے ڈوب گئے اب چاند کی باری آتی ہے

امام حسین رحمہ اللہ میدان کربلا میں تشریف لے گئے یزیدی لشکر کی تعداد بائیس ہزار سے
لے کر چالیس ہزار تک بتائی جاتی ہے (عناصر الشہداء میں دو لاکھ کا ذکر بھی ہے) آپ رحمہ اللہ
نے پورے لشکر کا بغور جائزہ لینے کے لئے ان کی طرف دیکھا تو فراست مؤمنانہ اور نور الہامیت
سے بھانپ گئے کہ ان نام نہاد مسلمانوں کے دل میں ایمان اور اسلام نام کی کوئی شے نہیں ہے۔

۔ فلک نے ان یزیدوں پر تجسس کی نظر ڈالی
تو دیکھا سب کے سینے ہو گئے ایمان سے خالی

یزیدی فوج کے سامنے خطبہ:

زمین و آسمان تو تمہارے تھے حوروں کے دل ذول ہے تھے۔ تمہاری قلعہ
خارجی تھا کہ جو امان جنت کے دروازہ کا حوصہ بھی اس کی عظمت و شان سے طاقتور نہ ہے۔
عمر و بن سعد جو پہلے میدان لگے بیٹھا تھا کہ پانی بند کرنے سے تمہارا مستحق بن جائے گا
اگر قدم اٹھا تو خیاں تھا کہ ایک دو شہداء قتل ہوں تو ذرا تسکین مان جائے گا کہ اب

پیٹ خوف سے دیگ کی طرح کھولنے لگا اور گھبراہٹ طاری ہو گئی، پورے لشکر کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے، منہ پہ ہوائیاں اڑنے لگیں اور چہروں کے رنگ زرد ہو گئے کہ ہمیں تو نہیں لگتا تھا حسین رضی اللہ عنہ یہاں تک آسکتا ہے مگر حسین رضی اللہ عنہ نے بتا دیا کہ اپنے رب کو راضی کرنے کیلئے میں اس سے آگے تک بھی جاسکتا ہوں اور ایسا کیوں نہ ہو جتنی زیادہ شان ہوتی ہے اتنا ہی بڑا امتحان بھی ہوتا ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کی شان یہ ہے کہ

۔ کونین میں بلند ہے رتبہ حسین رضی اللہ عنہ کا

فرش زمین سے عرش تک شہرہ حسین رضی اللہ عنہ کا

بے مثل ہے جہان میں کنبہ حسین رضی اللہ عنہ کا

سلطان دو جہان ہے نانا حسین رضی اللہ عنہ کا

آپ نے اتمام حجت کی خاطر یزیدی لشکر کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ چند اشعار میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔ فرمایا! اگر میرا اور میرے خاندان کا تعارف نہیں ہے تو - منو میں کون ہوں اور میرا خاندان کیسا ہے کہیں اندھیرے میں نہ رہنا اور بعد میں نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ تھی جو جانتے ہو وہ یاد تازہ کر لو اور جو نہیں جانتے ہو وہ جان لو کہ میں کون ہوں؟

۔ تقسیم ہوئی دولت دیں گھر سے ہمارے

پڑھتا رہا جبریل امیں گھر سے ہمارے

شاہوں کو ملا تاج نگیں گھر سے ہمارے

ہے چند قدم عرش بریں گھر سے ہمارے

محمد ﷺ کے نواسے ہیں وطن دور ہمارا

آدم سے جو پہلے تھا وہ ہے نور ہمارا

بت توڑ کے کعبے کو صفا کر دیا ہم نے

دم میں حق و باطل کو جدا کر دیا ہم نے

بندوں کو طلبگار خدا کر دیا ہم نے

اسلام کی عظمت کو سوا کر دیا ہم نے

چہروں پہ ہمارے ہے حسن ازل کی تنویر
ہم ہاتھ اٹھا دیں تو بدل جاتی ہے تقدیر
اس وقت میرے علاوہ پورے جہان میں نواسہ رسول کوئی نہیں

آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت دنیا میں صحابیت سب سے اونچا درجہ ہے اور وہ بے شمار و
لا تعداد موجود ہیں، عالم فاضل، حاجی، غازی ہر طرح کے لوگ ہر علاقے میں موجود ہیں لیکن
جان لو کہ محمد ﷺ کا نواسہ صرف میں ہوں میرے علاوہ دنیا میں کوئی نہیں ہے اور اگر تم نے
مجھے شہید کر دیا تو باقی سارے ہوں گے لیکن تم میں نبی ﷺ کا نواسہ اور نبی ﷺ کے کندھوں
کا سوار کوئی نہ ہوگا۔

نبی ﷺ کا لخت جگر نور عین پیدا کر
علی کا لعل فاطمہ کا چین پیدا کر
تیرے یزید سے لاکھوں یزید ہیں موجود
میرے حسین سا کوئی حسین پیدا کر

مجھے قتل کرنے کا سبب کیا ہے؟

فرمایا! اے کو فیو، تم کیوں میرے قتل کے درپے ہو حالانکہ شریعت میں قتل اس کا جائز
ہے۔ (۱) جو مرتد ہو جائے جبکہ میں الحمد للہ اسلام کے ڈنکے بجا رہا ہوں اور دین پر قائم
ہوں۔ (۲) شادی شدہ اگر بدکاری کا مرتکب ہو جائے اور شرعی شہادتیں موجود ہوں الحمد للہ
اتنے بڑے گناہ کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ (۳) کسی کو ناحق قتل کیا ہو تو قصاص میں اس کو قتل کیا
جاتا ہے میرا دامن اس گناہ سے بھی پاک ہے۔ جب جرنیلوں نے دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کی چچی
اور کھری باتوں سے لوگوں پر اثر ہو رہا ہے تو شمر کہنے لگا حسین رضی اللہ عنہ ہم نے تجھے تقریر کیلئے نہیں
بلایا جو کہنا ہے جلدی کہہ ہم نے ابھی جا کر نماز (جمعہ) بھی پڑھنی ہے (بلے اوئے نمازیو۔
علامہ ہزاروی) شاید تمہیں اس مسئلہ کا علم نہیں ہے کہ

بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے

زاہد تیری نماز کو میرا سلام ہے

عمر و بن سعد نے کہا، بیعت کرو ورنہ مقابلے کیلئے تیار ہو جاؤ، فرمایا! شیر خدا کا بیٹا ہوں
موت سے نہیں ڈرتا

۔ بوچھاڑ جو تیروں کی برساؤ گے ہم پر
مولا کی قسم دیکھنا ہم اُف نہ کریں گے

قوت حیدر کا عکس جمیل

لوگ حیران تھے کہ ابھی تو حسین علیہ السلام نے تین دن کا بھوکا پیاسا ہو کر اتنے صدمے بھی
اٹھالے ہیں پھر بھی ذرہ برابر لچک نہیں آرہی، فرمایا! یزید کی بیعت خاندان نبوت کی توہین
ہے اور میرے ہوتے ہوئے یہ توہین نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے کہ ہم نے جس خاتون جنت کا
دودھ پیا ہے اس نے ہم دونوں بھائیوں کو ایک مرتبہ اپنے ابا ہمارے نانا اور تمہارے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیا اور عرض کیا! ان دونوں کو کچھ عطا ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!
اما حسن فله ہیبتی و سودی و اما حسین فله جرأتی و جودی۔ (اشرف الموبد)
حسن کو اپنی سرداری اور جلال دیتا ہوں اور حسین کو اپنی جرأت اور سخاوت دیتا ہوں کہ سرکٹا
کے اور گھر لٹا کے بھی دین کو بچانے سے دریغ نہیں کرے گا۔

۔ پیشانی آدم کو دعا سے کھیتے دیکھا
مسح و زکریا کو بلا سے کھیتے دیکھا
صحابہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا سے کھیتے دیکھا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قضا سے کھیتے دیکھا

قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ جب ان کی قوم اُن
کے سخت خلاف ہو گئی تو انہوں نے تنہا ان کے سامنے جا کر فرمایا اے میری قوم اگر تم مجھے
برداشت نہیں کر سکتے تو آ جاؤ میرا مقابلہ کرو اور پوری تیار کر لینا پھر نہ کہنا کہ ہمیں تیاری کا
موقع نہیں ملا۔ فاجمعوا امرکم و شرکاءکم۔ اپنے تمام لشکروں کو بلا لو اور تمام
مددگاروں کو بھی۔ ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ۔ پھر اپنے آپ کو خوب اچھی طرح
سنجھال لو کہ کوئی کسر تو نہیں رہ گئی، ثم اقضوا الی ولا تنظروں، پھر میرے اوپر یکبارگی
حملہ کر دو اور مجھے مہلت نہ دو، پھر دیکھنا میرا رب مجھے کیسے بچاتا ہے۔

جب نوح علیہ السلام کی قوت یہ ہے تو جس حسین علیہ السلام کو حضور ﷺ نے اپنی جرأت عطا فرمادی ہو اس حسین جیٹو اور شیر خدا کے شیر کا مقابلہ یزید کی لومڑیوں سے کیا ہوگا؟
 فرمایا! میری طاقت کا اندازہ بھوک اور پیاس کے پس منظر میں نہ کرنا، کیونکہ میں شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار کا بیٹا ہوں اور میرے ہاتھ میں ذوالفقار حیدری ہے جس کے پاؤں ہر میدان میں فتح و نصرت نے چومے ہیں کیوں کہ یہ حید کرار کے ہاتھوں میں رہ کر ان ہاتھوں کو بو سے دیتی رہی ہے اور حیدر کرار کی طاقت زیادہ خوراک کھانے کی مرہون منت نہیں ہے بلکہ

تیری خاک میں ہے اگر شر تو گمان فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مداد قوت حیدری

فرمایا! میں نبوت کے خاندان کا اس وقت رکن اعظم ہوں اور فیضان نبوت و ولایت کا امین بھی ہوں اور حسب و نسب کے لحاظ سے بھی تم سے افضل و اعلیٰ ہوں، میرے خون سے ہاتھ رنگو گے تو بروز قیامت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو کیا جواب دو گے؟

میرے نانے جیہا کسے دا نہیں نانا

میری ماں جیہی کسے دی ماں وی نہیں

اگے نہیں ہوئی ہن وی نہیں کوئی

اگوں ہون دا کوئی امکان وی نہیں

عشق و عقل کا مذاکرہ نمبر ۱:

ظہر کا وقت آگیا وعدہ وفا ہونے کو ہے

زیر خنجر آج سبط مصطفیٰ ہونے کو ہے

آج آثار قیامت ہیں نمایاں دھر میں

عبدہ خالق میں کس کا سر جدا ہونے کو ہے

میدان کربلا میں ایک سناٹا تھا کہ یکلخت حسین جیٹو کے کانوں میں آواز گونجی کہ اے

حسین جیٹو بیچ جا میں تقدیر ہوں، حسین جیٹو نے فرمایا! آجا میں بھی شبیر ہوں کہا! مجھے خدا نے

بیجا ہے، فرمایا! آج مجھے مصطفیٰ نے بیجا ہے۔ عقل نے آگے بڑھ کر کہا۔

آرام بھی ہاتھ آئے گا راحت بھی ملے گی

دولت بھی مدینے کی حکومت بھی ملے گی

عشق نے عقل کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا!

تو نے ذرا آج اگر صبر کرایا

کوڑ بھی ملے گا تجھے جنت بھی ملے گی

عقل بولی بڑی پیاری جان ہے

عشق بولا یار پہ قربان ہے

عقل نے کہا! دیکھنا گھر کا نظام نہ بگڑے عشق نے کہا! گھر کا نظام بگڑتا ہے تو ہزار بار

بگڑے لیکن نانے کا اسلام نہ بگڑے۔

عقل نے کہا بیرے تیرے وچ بازار دے رولاں گا

عاشق آکھے پورا تو لیں گھٹ تو لیں تے بولاں گا

۔ نار کو گلزار کر دیتا ہے عشق

دار کو دلدار کر دیتا ہے عشق

۔ از محبت مردہ زندہ می شود

از محبت شاہ بندہ می شود

اسی اثناء میں امام حسینؑ نے سر کو اوپر اٹھایا تو ایک عجیب نقشہ نظر آیا کہ نظر عرش سے

پار ہو گئی اور

۔ سامنے دیکھے علی المرتضیٰ

ہیں کھڑے نانا محمد مصطفیٰ

(صلی اللہ علیہ وسلم، کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم)

عقل کہیا! حسین نہ جا اگے، اگے موت پئی للکرے مار دی اے
 عشق کہیا! حسین جیٹو نہ مڑیں کچھے، زہرا پاک دی روح پکار دی اے
 عقل کہیا! حسین جیٹو نہ جا اگے تھی ریت دشت کربلا دی اے
 عشق کہیا! حسین جیٹو نہ مڑیں کچھے کھلی ہوئی جھولی مصطفیٰ ﷺ دی اے
 عقل کہیا! حسین جیٹو نہ جا اگے، تیرا قافلہ لٹیا جاوٹا ایں
 عشق کہیا! حسین جیٹو نہ مڑیں کچھے باطل مال توں اج ٹکراوٹاں ایں
 عقل کہیا! حسین جیٹو نہ جا اگے، ہو جاسی سیکنہ یتیم تیری
 عشق کہیا! حسین جیٹو نہ مڑیں کچھے مدد کرے گا رب کریم تیری
 عقل کہیا! حسین جیٹو نہ جا اگے نیزا اکبر دے سینے وچ وجٹاں ای
 عشق کہیا! حسین جیٹو نہ مڑیں کچھے پردا مانے دی امت دا بکٹاں ای
 عقل کہیا! حسین جیٹو نہ جا اگے، گریبان ہوسی تار تار تیرا
 عشق کہیا! حسین جیٹو نہ مڑیں کچھے جنت کر رہی اے انتظار تیرا
 عقل کہیا! حسین جیٹو یزیدیاں نے تیرے خیمیاں نوں اگ لاؤنی اے
 عشق کہیا! حسین جیٹو نہ مڑیں کچھے، توں تے دوزخ دی اگ بجھاؤنی اے
 عقل کہیا! حسین جیٹو نہ جا اگے، پڑھ لے ازل دے ذرا نوشتیاں نوں
 عشق کہیا! حسین جیٹو دے ”سجدیاں“ توں ملنا اج تقدس فرشتیاں نوں

اور جنگ شروع ہوگئی

بجلی کی جست شیر کی آمد ہوا کا زور
 ندرت کا کھیل قہر کی طاقت بلا کا زور
 گاہ آب گاہ شعلہ فشانی دکھاتے تھے
 پانی میں آگ آگ میں پانی دکھاتے تھے

لاکھوں کا خون کرنے کو ہاں تھی نہیں نہ تھی
ہر جا تھی اور پوچھو کہاں تھی کہیں نہ تھی

جنگی دستور کے مطابق تو کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ امام کے مقابلے میں آتا آخر کار ابن
سعد کی لعن طعن پر چند افراد باری باری آئے مگر کوئی واپس نہ گیا آخر آپ ﷺ خود ہی لشکر میں
گھس گئے آپ ﷺ کی سواری (گھوڑا یا اونٹ جو بھی تھا) لشکر سے پار جا کر فرات کے
کنارے کھڑی ہو گئی گویا زبان حال سے کہہ رہی تھی آقا مجھ سے اتنا ہی ہو سکتا تھا جو کر دیا ہے
لیکن امام ﷺ کو اپنے بچوں کی پیاس یاد آ گئی اور سواری کو فرمایا: تو ہی پی لے مگر اس کی
حالت یہ تھی کہ ۔ جمال ہم نشیں درمن اثر کرد

ایسے عظیم الشان سوار کے اثر سے سواری بھلا کیسے محروم رہ سکتی تھی اس نے کہا، مجھ سے
ایسی بے وفاقی نہیں ہو سکتی کہ آپ ﷺ بدستور پیاسے ہی رہیں اور میں پانی پی لوں۔ امام نے
یزیدیوں کو مخاطب کر کے فرمایا ظالمو! اس پانی پر پہرا لگا رکھا ہے جس کو میرا جانور بھی نہیں پی رہا۔
۔ کربلا کے ذکر سے راغب لرز جاتا ہے دل

کوئی کیا سمجھے کہ یہ محشر بپا کیونکر ہوا

یہ منظر دیکھ کر ابن سعد نے پھر اپنی فوج کو بھونکنا شروع کر دیا، اونمک حرامو! حسین ﷺ
کی سواری نہر فرات کے کنارے پر پہنچ گئی اور تم چالیس ہزار کا لشکر ہو کر دیکھتے ہی رہ گئے کیا
اکیلے بندے کیلئے فوج اور منگوالوں پھر کیا تھا لشکر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑا اور

۔ چلتے تھے چار سمت سے بھالے حسین ﷺ پر

نوٹے ہوئے تھے برچھیوں والے حسین ﷺ پر

یہ دکھ نبی ﷺ کی گود کے پالے حسین ﷺ پر

قاتل تھے خنجروں کو نکالے حسین ﷺ پر

تیر ستم نکالنے والا کوئی نہ تھا

گرتے تھے اور سنبھالنے والا کوئی نہ تھا

اس حالت میں بھی امام حسین ﷺ کی طرف سے ذوالفقار حیدری مسلسل جواب دے

مثل قرارِ سب کے مگر سے نکل گئی

سینے میں دم لیا تو کمر سے نکل گئی

برپا تھا واں پہ شور کہ گونجا ادھر سے شیر

اے سرکشانِ شام لڑائی میں کیا ہے دیر

فرما کے یہ امام نے مرکب کھڑا کیا

اک چاسٹ کے ہو گئے وہاں کھ اشقیاء

تیغیں کھینچیں بلند ہونے گرز آہنیں

گھوڑوں کی جست و خیز سے ہلنے لگی زمیں

ماہی کو زلزلے سے نہ اک دم فراغ تھا

باجوں کے غل سے شیرِ فلک بد دماغ تھا

جولاں کیا تو پھر نہ کسی جا فرس تھا

پتھرا گیا نہیں کہیں چپکا کہیں جما

میدان سے دل میں فوجِ ستمگر کی جا پڑا

مانند شیرِ قلب میں لشکر کے جا پڑا

آخر ایک بار پھر آپ جیسے نے اتمامِ حجت کے طور پر یزیدی لشکر کو اپنے کردار پر نظر ثانی

کا موقع دیا تاکہ کل قیامت کو یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم سے بھول ہو گئی تھی۔ فرمایا!

امامن مستغیث بغیثنا لوجه اللہ

امامن ذاب یذب عن حرم رسول اللہ

ہے کوئی اللہ کی رضا کیلئے ہمارا ساتھ دینے والا، ہے کوئی خاندانِ رسول ﷺ کی حمایت

کرنے والا (سز الشہادتین)

لیکن کسی کے سینے میں دل ہوتا تو آوازِ حسین جیسے پر لبیک کہتا یہاں تو سینوں میں دل

پتھر ہو چکے تھے

برچھیاں کھاتے چلے جاتے ہیں تلواروں میں

مار لو پیاسے کو ہے شورِ ستم گاروں میں

خون میں ترپتے مہمے کے ہیں سر زخمی ہے
 ہے جہیں چاند سی پر نور مگر زخمی ہے
 شدت ضعف سے جس جا پہ ٹھہر جاتے ہیں
 سینکڑوں تیر ستم تن سے گزر جاتے ہیں

آخر ذرعد بن شارق نے برچھے کا وار کیا، سان بن انس نے نیزہ مارا شمر نے تلواریں
 چلائی، ایک روایت کے مطابق بہتر تیر، بیالیس نیزے اور چوبیس تلواریں کے زخم تھے جبکہ
 دوسری روایت کے مطابق تیر تینتیس نیزے اور بائیس تلواریں کے نشان تھے بوقت ظہر
 بروز جمعۃ المبارک دس محرم الحرام ۶۱ھ کو جدے کی حالت میں

۱۰۔ نیا سے انتقال ہوا نور حسین رضی اللہ عنہ کا

ہنگامہ ظہر تھا کہ لٹا گھر حسین رضی اللہ عنہ کا

آپ رضی اللہ عنہ کی روح مقدس کس شان سے جسم اقدس سے باہر آئی اور اس کا استقبال
 کرنے کیلئے کون کون آیا؟

۱۔ رک رک کے جو تلواریں چلی خشک گلے پہ

زہرا کی صدا آئی کہ آہستہ ستم گر

حیدر نے بڑے پیار سے زانو پہ رکھا سر

گردوں کی طرف دیکھ کے بولے یہ پیہر

شکوہ نہیں نکلا میرے پیارے کے لبوں سے

نکلی ہے مری روح نواسے کے لبوں سے

لوگ سمجھتے ہیں کہ اہل بیت اطہار پر ظلم و ستم کا سلسلہ شہادت حسین پر ختم ہو گیا لیکن نہیں

یہ ظلم تو ۲۰ صفر تک دربار یزید ملک شام جانے تک جاری رہا جو اگلے صفحات پر آپ ملاحظہ
 فرمائیں گے۔

۲۔ حال سنو بیٹی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کربلا میدان صفا کیا

میرے لعل نون کنکر نہ روڈ چھن دیکھو آندراں کیڈا وفا کیا

ماواں کنڈے دی پیڑ نہ سبہ سکن اتوں کم کی تیر قضا کیتا
 علی حیدر حسین جیٹو نے صبر کیتا رب صابران دار ہنسا کیتا
 جذب القلوب میں دس محرم کو عین شہادت کے وقت ایک بزرگ کی بشارت کے
 مطابق حضرت فاطمہ الزہرہ کا میدان کربلا میں آنا منقول ہے۔

(عناصر الشہادتیں ص ۶۷۷)

شہید کربلا کا آخری سجدہ:

سر بکف قاتل کھڑا تھا سر ہے سجدے میں پڑا
 کہتی ہے زمین کربلا، اس شان کا سجدہ کوئی نہیں
 آج کیسا غفلت اور ہوس کا دور آ گیا ہے کہ کسی مسلمان بظاہر غلامی رسول ﷺ میں
 موت بھی قبول ہے کے دعویدار سے کہو کہ نماز پڑھا کر تو اپنی مصروفیت کا بہانہ بناتا ہے یا
 سرورد اور بخار کی بات کرتا ہے، بے نمازوں کے بہانے ویسے ہی مشہور ہوتے ہیں مگر امام
 حسین جیٹو سے محبت کا مدعی بھی ہے تو امام پاک نے اپنی زندگی کی آخری نماز اور وہ بھی اس
 حالت میں پڑھ کر ایسے بے نماز محبت حسین جیٹو کو بتا دیا کہ تو جتنا بھی مصروف ہوگا مجھ سے
 زیادہ تو نہیں ہوگا۔ تجھے جتنی بھی تکلیف ہوگی مجھ سے زیادہ تو نہیں ہوگی، جان جائے تو سو بار
 جائے مگر محبت اہل بیت کی نماز کیوں جائے، جب اس حالت میں حسین جیٹو کو معاف نہیں تو
 اور کسی کو کہاں معاف ہوگی۔

شہادت حضرت شبیر محشر کا نمونہ ہے
 کہ جس کے ذکر سے ناصر کلیجہ منہ کو آتا ہے
 آپ جیٹو نے دنیا کو بندگی مولیٰ کی طرف بلایا اور کسی دوسرے کو مثال کے طور پر نہیں
 دکھایا بلکہ اپنی ذات کو پیش فرمایا کہ لوگو! مجھے ہی دیکھ لو، دور کیاں جلاتے ہو۔

اے اہل دنیا میں بھی مرقع میں دھرنے
 تصویر ہوں ولے لب حسرت گزیدہ ہوں
 غم ہوں الم ہوں یاں ہوں سوز و گداز ہوں
 پچھڑا ہوں کارواں سے مسافر جریدہ ہوں

اور زندگی کا آخری سجدہ آپ ﷺ نے کن حالات میں کیا؟ جب کہ بڑے بڑے عبادت گزار بھی ہار جاتے ہیں اور سجدہ کرنا بھول جاتے ہیں۔

جب تڑپنے لگا وہ سرو سا قامت زن میں
صاف ظاہر ہوئے آثار قیامت زن میں
چرخ ہلتا تھا زمیں خوف سے تھر تھراتی تھی
نعرہ آہ حسینا کی صدا آتی تھی

آپ ﷺ نے ایسی نماز پڑھی کہ جس جیسی نماز بھلا کوئی پڑھ سکے گا؟ بڑے بڑے مفکرین نے آپ ﷺ کی نماز آخریں کو نذرانہ محبت پیش کرتے ہوئے کہا۔ نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواریں کے سائے میں۔ اور جوان کی محبت کے خالی دعوے کرنا والا اپنے پرسکون گھر میں بھی اپنے رب کو سجدہ نہیں کرتا وہ تلواریں کے سائے میں خاک سجدہ کرے گا۔

نبی ﷺ مانا علی بابا شرافت ہو تو ایسی ہو
تلے خنجر کرے سجدہ عبادت ہو تو ایسی ہو

سارے انسان آدم علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں لیکن خاندان قبیلے اور پیشے اس لیے ہیں، اِبتَعَادُوا، تاکہ پہچان رہے کہ کوئی کولہو لگا لے تو تیلی ہے، کھیتی باڑی کرے تو زمیندار ہے اسی طرح امام عالی مقام نے سید کی بھی ایک پہچان بتادی کہ

سید سو جو پڑھے نماز رب دی سید سجدیوں بن تے سجدای نہیں
بھانویں چھاتی تے شمر لعین ہووے ہووے اصلی تے سجدیوں بھجدا ای نہیں
کیونکہ سید دین کے باغ کا مالی ہوتا ہے اور اگر مالی خود ہی باغ اجاڑنا شروع کر دے تو
باغ کی رکھوالی کون کرے گا۔ بھنگ شراب پئے اور کہے میں سید ہوں
ایں خیال است و محال است و جنون

سید کی رگوں میں علی کا خون اور فاطمہ کا دودھ دوڑتا ہے اور جن رگوں سے شیر فاطمہ کا گزر ہو جائے وہاں سے شراب اور بھنگ گزر رہی نہیں سکتی۔ اگر گزر گئی تو جان لو کہ وہ مدینہ ماڈل سید نہیں بلکہ سن سنتالیں ماڈل سید ہے۔ جس طرح کسی عدالت میں کسی بناوٹی سید کی شہادت زیر بحث آئی تو اس مدعی ست کے گواہ چست نے کہا! جج صاحب اس کے سید

ہونے میں کم از کم مجھے کوئی شک نہیں کیونکہ یہ تو خود میری آنکھوں کے سامنے سید بنا ہے
 اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حسین رضی اللہ عنہ کا سجدہ دکھا کر انی علم کا راز سمجھایا کہ اے فرشتو!
 نہ کوئی تمہاری اولاد نہ بیوی، نہ تمہیں بھوک لگے نہ پیاس اور حسین رضی اللہ عنہ وہ ہے کہ جس کی پچیاں
 خیموں میں پیاس سے ہلک رہی ہیں جس کے بچوں کی لاشوں کے ٹکڑے اس کی نگاہوں کے
 سامنے ہیں، تین دن سے بھوکا پیاسا بھی ہے سر پہ تلواریں کا سایہ بھی ہے گلے میں نیزہ ہے
 اور وضو کیلئے پانی نہیں ہے، تیمم کر کے تہتی ریت پہ سجدہ کر رہا ہے ذرا بتاؤ تو جنت کے باغات
 میں سجدہ کرنے والو معصومو! تمہارے سب کے سارے سجدے افضل ہیں کہ میرے حسین رضی اللہ عنہ
 کا ایک سجدہ افضل ہے۔

۱۔ یاسین ابن علی تیرا زمانہ یاد ہے
 چھوڑ کر طیبہ تیرا کربل کو جانا یاد ہے
 نسبت تیری قرآن ہے ہے ناطق قرآن تو
 چڑھ کے نیزے پر تیرا قرآن سنانا یاد ہے
 تیروں کی برسات میں چھوڑی نہ سید نے نماز
 زیر خنجر آپ کا پڑھنا دوگانہ یاد ہے
 حضرت اصغر کا وہ تیر کھانا گود میں
 نہر پر عباس کا بازو کٹانا یاد ہے
 سجدے پہ آقا گئے کندھوں پہ چڑھنا آپ رضی اللہ عنہ کا
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدے سے سر نہ اٹھانا یاد ہے
 اے حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ اے گوشہ جگر بتول
 کربل میں جا کے وہ تیرا سر کو کٹانا یاد ہے

امام عالی مقام کو کیا پرواہ تھی تلواریں اور نیزوں کے حملوں کی کیونکہ آپ کی تار تو اپنے
 رب سے جڑی ہوتی تھی اس لیے وہ تلواریں چلاتے رہے اور آپ سبحان ربی الاعلیٰ کا وظیفہ
 فرما رہے تھے۔

شہر کا خنجر گلوئے خشک پر چلتا رہا
 بزم حق روشن رہی حق کا دیا جلتا رہا
 چشم گریاں مرزوع دیں میں گھر ہوتی رہی
 کٹ گیا سر پر نماز حق ادا ہوتی رہی

جب سے دنیا بنی ہے سجدے ہو رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے مگر مسجد کی
 صفوں پر سجدہ کرنا تو بڑی آسان سی بات ہے حوریں اور فرشتے اگر جنت کی پر کیف فضاؤں
 میں سجدے کرتے ہیں تو کون سی مشکل بات ہے۔

سجدے تو سب نے کیے تیرا عجب انداز ہے
 تو نے وہ سجدہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے

کیسی نماز تھی اور کیسا سجدہ تھا کہ ہم ظہر کی پڑھنے جاتے ہیں تو عصر سے پہلے گھر
 آ جاتے ہیں، عصر کی پڑھنے جائیں تو مغرب سے پہلے گھر پہنچ جاتے ہیں، خدا نے چاہا کہ
 واپس گھر میں آنے والی تو سارے پڑھتے ہیں کوئی ایسا نمازی بھی تو ہونا چاہیے کہ جو پڑھنے
 جائے تو واپس ہی نہ آئے اور جو سجدہ کرے تو قیامت کے دن اٹھنے تک سبحان ربی الاعلیٰ کی
 آواز آتی رہے۔

ایسا منظر نگاہوں کے سامنے ہو تو انسان شش و پنج میں پڑ جاتا ہے کپڑے خون سے
 رنگے ہیں، پانی نہیں تو کیا کروں، تیمم میرے لیے جائز ہے یا نہیں، سامنے یزیدی ہیں
 سترے کا مسئلہ درپیش ہے اس کا کیا حل ہو؟ مگر امام عالی مقام باب مدیتہ العلم کے بیٹے تھے
 خود بحر العلوم اور منبع العلم تھے ان کو کسی سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ”ادھر خنجر چلتا رہا اور
 ادھر نماز ہوتی رہی“

اس نے ذروں کو لڑایا گنبد افلاک سے
 دیکھتے ہی دیکھتے آئی صدا اس خاک سے
 ایسا شعلہ موت کے ہاتھوں ٹھنڈا نہیں
 زندہ جاوید چھپ سکتا ہے مر سکتا نہیں

جس کی ماں کی نماز یہ ہو کہ رات ختم ہو جائے اس کا رکوع ختم نہ ہو اور کہے یا اللہ کوئی

اتنی لمبی رات بنا دے کہ میں خوب سیر ہو کر تیری عبادت کر سکوں جس کے باپ کی نماز یہ ہو کہ ایک نماز عصر کیلئے ڈوبے ہوئے سورج کو لایا گیا، ان کے بیٹے کی نماز پھر ایسی کیوں نہ ہو کہ دس محرم کو سجدہ کرے اور تا قیامت بدستور سجدے میں ہی رہے۔

بزر قوم کو دیئے ہیں آزادیوں کے جام
تجھ کو بھلائے گا نہ کسی قوم کا نظام
دنیا کے ہر محاذ پر آئے گا تیرا نام
ہر زندگی ادب سے کرے تجھے سلام
ذہنی ترقیوں کا اجالا بنائیں گے
تجھ کو حسینؑ غیر بھی اپنا بنائیں گے

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی قربانی کیلئے منہ کے بل لٹایا گیا۔ فلما اسلما وتلدہ للجبین، تاکہ محبت پدری جوش نہ مارے۔ امام حسینؑ نے بھی اپنی پیشانی زمین پہ رکھی اس لیے کہ ان ساری قربانیوں کے باوجود بھی رب کے احسانات کا شکر کما حقہ ادا نہیں کیا جاسکتا تو امام کی زندگی کا چھوڑ یہ نکلا کہ بچے کٹا دو گھر لٹا دو لیکن نماز ضائع نہ کرو، آپؑ نے مدینے کے جیسے شہر چھوڑ دیے مگر نماز نہ چھوڑی جو آپؑ کا سچا غلام ہوگا سب کچھ چھوڑ سکتا ہے مگر نماز نہیں چھوڑ سکتا، پانی نہیں تیمم کر لو، مصلیٰ نہیں ریت پر پڑھ لو، مسجد کا سایہ نہیں تلواروں کے سائے میں پڑھ لو، تیر کھا کے پڑھو، گھر لٹا کے پڑھو، بچے کٹا کے پڑھو، ارشاد باری تعالیٰ ہے، یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر بالصلوة اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو، ادھر اس آیت کو غور سے پڑھو اور ادھر امام حسینؑ کی زندگی کا مطالعہ کرو تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ امام اس آیت کی پوری تفسیر بھی تھے تصویر بھی تھے کہ ان کی زندگی صبر سے شروع ہوتی ہے اور نماز پہ ختم ہوتی ہے۔

دشت بلا کو عرش کا زینہ بنا دیا
جنگل کو مصطفیٰ کا مدینہ بنا دیا
ہر ذرے کو نجف کا گلینہ بنا دیا
تو نے حسینؑ مرنے کو جینا بنا دیا

چھو جو کنکروں کو انہیں در بنا دیا

قیدی جو آیا پاس اسے حر بنا دیا

قرآن مجید میں سورۃ العلق کی آخری آیت جو کہ آیت سجدہ ہے اس میں فرمایا گیا کہ سجدہ کر اور میرے قریب ہو جا، امام نے سوچا کہ آج کا سجدہ جتنا مجھے اللہ تعالیٰ کے قریب کرے گا ساری زندگی کے سجدوں سے اتنا قرب نہیں ملا ہوگا جتنا قرب اس وقت کا سجدہ دے گا کیونکہ یہ سجدہ عشق و محبت کا حقیقی آئینہ دار ہوگا لہذا موقع سے فائدہ اٹھالے اے حسین رضی اللہ عنہ! چنانچہ سجدہ کیا اور اللہ کو اپنے قریب پایا اور عرض کیا مولیٰ! میں سجدہ ختم نہیں کرتا تو اپنا قرب ختم نہ کر۔ ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد (البقرہ)۔ لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنی جان دے کر رب کی رضا حاصل کر لیتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں (کے اس سودے کے سلسلے میں بھی) بڑا مہربان ہے۔ تو حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! اے اللہ تیرے قرب میں کتنی لذت ہے، اپنا قرب نہ ختم کر پھر ہزاروں اصغر دینے کو تیار ہوں اور ہزاروں اکبر ذبح کرانے کو تیار ہوں کیونکہ جو سرور تیرے قرب میں ہے وہ کسی اور نعمت میں کہاں؟ اسی قرب کیلئے ہی تو صرف شہید ہی تمنا کرتا ہے جنت سے واپس دنیا میں آنے کی۔

خشک ہے کشت زندگی چیخ رہی ہے کائنات

خون کدہ حجاز سے پھر نہ کوئی اٹھا حسین رضی اللہ عنہ

بلبل کو باغ سے پکڑ کر لایا گیا اس کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا قیمہ بنا دیا گیا اور پھر آگ جلا کر اس کے کباب بنائے جانے لگے تو بلبل کو آگ کے شعلے میں اپنے محبوب پھول کی تصویر دکھائی دی تو اس نے کہا اب مجھے ہزار بار بھی جلا لے تو کوئی پرداہ نہیں کیونکہ میرا محبوب مجھے مل گیا ہے۔

پھنسی جو دام میں بلبل تو یوں لگی کہنے

کرے گا قتل کیا تو نے جو اسیر مجھے

کباب شمع کے شعلوں پہ کیجئے صیاد

کہ شکل گل آئے نظر دم اخیر مجھے

امام عالی مقام نے عرض کیا! اگر تیرا جلوہ اس طرح نظر آتا ہے تو مجھے منظور ہے ہزار بار کٹنے کو تیار ہوں مگر تیرے جلوے کا طلب گار ہوں، الغرض نماز عشق کا قیام کرنے کیا، رکوع عثمان نے کیا، اور سجدہ کر بلا کے حسین علیہ السلام نے کیا اور ایسا کیا کہ دنیا کو بتا دیا کہ!

۔ سجدہ نماز عشق کا ہوتا ہے اس طرح
سجدے میں جا کے سر کو کٹایا حسین علیہ السلام نے
۔ آخری سجدے کو آیا جب وہ اخلاص ماب
اٹھ گئے بندہ و مولا کے مابین حجاب
بڑھ کے جبریل نے تھامی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب
لڑ گئی حسن حقیقی سے نگاہ بے تاب
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جھوم گئے پیک قضا جھوم گیا
”رب کعبہ ہے گواہ خود دشت بلا جھوم گیا“

(صاحبزادہ نصیر الدین نصیر گولڑوی)

چند رباعیات

۔ جب سے اٹھا ہے ظلم کا پردہ فرات سے
کہتی ہے موج موج کہانی حسین علیہ السلام کی
حیران ہو کے پوچھتا پھرتا ہے سیل آب
کیا چاہتی تھی تشنہ دہانی حسین علیہ السلام کی

۔ اس شخص کو شہ مشرقین کہتے ہیں
دلادروں کے دل و جاں کا چین کہتے ہیں
جو سر کٹا کے جھکا دے سر غرور یزید
اسے سناں کی لغت میں حسین علیہ السلام کہتے ہیں

تو نے نماز پڑھ کے سر دشت کربلا
کہتا ہے کون صرف ارم ہی خرید کی
شبیر تیرے آخری سجدے کی ضرب سے
سانسیں اکٹری رہی ہیں ابھی تک یزید کی

آدیکھ کربلا کو بشر کے شعور میں
شامل ہوئے ہیں خاک کے ذرے بھی نور میں
تاثر خون ابن علی ہے کہ آج تک
جھکتا ہے آسمان بھی زمین کے حضور میں

خالق کی آبرو کے محافظ علی کے لال
نذرانہ سجود ملائک قبول کر
اکبر کی لاش پر بھی تو بیٹھا ہے مطمئن
شبیر "اولیاء" کی سلامی قبول کر



(۱۵۵)

تیسرا حصہ

شہادت حسین اور عقیدہ اہل سنت

☆ میدان کربلا میں امام عالی مقام اپنی ظاہری زندگی کی آخری نماز ادا کرنے کیلئے کھڑے ہوئے تلوار کا ستر بنایا، نماز شروع ہوئی تو ایک یزیدی نے سر سے عمامہ شریف اتار لیا کسی نے کوئی چیز پکڑ لی کسی نے کوئی تاکہ عمرو بن سعد کو بتا سکیں کہ ہم نے حسین ؑ کو شہید کیا ہے اور چیزیں اپنی سچائی کیلئے پیش کریں آج چودہ سو سال بعد یہی چیزیں کس فرقے کے گھر سے ہر سال محرم میں برآمد ہوتی ہیں؟ امام کی سواری کس کے گھر سے نکلتی ہے فاتح تو میں ہر سال فتح کے دن نمائش کراتی ہیں تو دشمن سے چھینا ہوا اسلحہ وغیرہ بھی نمائش کیلئے رکھتی ہیں جس طرح چھ تمبر کو ہمارے ہاں بھی ہوتا ہے تو شہدائے کربلا کا سارا سامان علی اصغر کے پنگھوڑے تک تمہارے گھر سے نکلے اور قاتل اہل سنت ہوں؟ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات۔

ایک ”مومن“ مجھے کہنے لگا! اگر تمہارے گھر سے یہ چیزیں نہیں نکلتیں تو اور کیا نکلتا ہے؟ میں نے عرض کیا ہمارے گھر پاک، ہمارے دل پاک، ہمارا عقیدہ پاک، ہمارے گھر سے نکلتا ہے تو محمد ﷺ کا قرآن نکلتا ہے، فاطمہ کے ابا کا فرمان نکلتا ہے، علی المرتضیٰ کا مصلیٰ نکلتا ہے اور امام حسین ؑ پر درود نکلتا ہے اور

غم شاہ شہیداں میں جو نکلے

وہ آنسو ہے علامت روشنی کی

☆ امام پاک نے نماز کے وقت تلوار کا سترہ بنایا اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی تھی اگر کھول کر پڑھی ہوتی تو تلوار ہاتھ میں رکھتے جبکہ پیچھے آپ کو

معلوم ہو چکا کہ ان ”مؤمنین“ کا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا اس وقت شروع ہوا جب امام مسلم کے پیچھے بادل نخواستہ نماز کیلئے کھڑے ہوئے ادھر سے ابن زیاد کی دھمکی آگئی کہ جو مسلم کو امام مانے گا اس کو فنا کر دیا جائے گا تو انہوں نے ہاتھ کھول دیئے کہ دونوں طرف سچے ہو جائیں اگر ابن زیاد نے کہا تم نے کیوں مسلم کو امام مانا تو ہم کہیں گے ہم تو ہاتھ کھول کر کھڑے تھے اور اگر امام مسلم نے پوچھا کہ تم نے میرے پیچھے نماز کیوں نہ پڑھی تو ہم کہیں گے کہ آپ کے پیچھے ہی کھڑے ہوئے تھے۔

واقعہ کر بلا بیان کرنا بڑا نازک موڑ ہے ہر بات خوب سوچ سمجھ کر کرنی لازم ہے اہل بیت کی شان میں ایک لفظ غلط ادا ہو گیا تو ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان سے ایک جلسہ میں شہادت امام حسین علیہ السلام صحیح صحیح حوالوں سے بیان کرنے کو کہا گیا تو آپ نے خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا! صحیح بات یہ ہے کہ امام عالی مقام ظلماً شہید کیے گئے۔ والخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

۔ صف باندھ کر کھڑی ہیں جہاں کی صداقتیں

تاریخ لکھ گیا ہے تو اسے رسول ﷺ کا

اعظم کوئی سے اکثر اس طرح کی روایات بیان کی جاتی ہیں کہ خیموں کو آگ لگی پھر دوپٹوں کو آگ لگی (پھر زمین کو پھر آسمان کو) بالیاں اتاریں گئیں حالانکہ وہ تو خود کوفیوں میں سے تھا اگر وہ محبت اہل بیت ہوتا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خاندان نبوت ذبح ہوتا رہے اور یہ پاس بیٹھ کر تاریخ مرتب کرتا رہے ہم تو کر بلا کے حوالے سے وہی بات کریں گے جو اس واقعہ کے چشم دید گواہ خاندان حسین علیہ السلام کے گل سرسبز زین العابدین کی طرف سے آئے گی۔

ہاں اگر اس طرح کی بات بیان کرنے کی ضرورت پڑے تو پوری روایت بیان کرنے سے بھی ہمارا عقیدہ ہی ثابت ہوگا مثلاً ایک روایت ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی زوجہ عمر فاروق کے کانوں سے ایک یزیدی نے بالیاں اتاریں تو بی بی کے کانوں سے خون بہہ نکلا جس کو دیکھ کر اس نے بالیاں اپنی جیب میں ڈالیں اور ماتم کرنے لگا۔ انہوں نے حیران ہو کر پوچھا ارے ظالم ظالم بھی خود کرتے ہو اور پیٹتے بھی خود ہی ہو اس نے کہا اس لیے پیٹ رہا ہوں کہ تو علی کی بیٹی کی ہے۔ انہوں نے فرمایا! اگر تو یہ جانتا ہے کہ میں علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہوں تو تو نے یہ

حرکت کی کیوں؟ تو کہنے لگا! اگر میں نہ اتارتا تو کوئی اتار لیتا اس طرح جہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ و اماد علی رضی اللہ عنہ ثابت ہوتے ہیں وہاں ماتم کرنا یزیدیوں کا عقیدہ بھی ثابت ہوا اور اس کے پردے میں اہل بیت کو دھوکہ دینا، ان کا مال لوٹنا اور پھر سینہ کو بی کر کے ان کو مزید دکھ پہنچانا بھی ثابت ہوگا اس لیے صرف لا تقربوا الصلوٰۃ پڑھنے والو۔ و انتہ سکاری بھی پڑھا کرو اور پھر نتیجہ اس طرح نکالا کرو کہ

اے ابن سعد رے کی حکومت تو کیا ملی
ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی
اے شمر نابکار شہیدوں کے خون کی
کیسی سزا تجھے اے ناسزا ملی
اے تشنگان خون جو انان اہل بیت
دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
کتوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا کیے
گھوڑے کو بھی نہ گور کو تمہاری جا ملی
رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے
مردود تم کو ذلت ہر دوسرا ملی
تم نے اجاڑا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا بوستان
تم خود اجڑ گئے تمہیں یہ بد دعا ملی
دنیا پرستو، دین سے منہ موڑ کر تمہیں
دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی
آخر دکھایا رنگ شہیدوں کے خون نے
سرکٹ گئے امید نہ تمہیں اک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دم سزا ملی

جبکہ معجزات رسول ﷺ میں ہے کہ من مہنی لایسہ النار، جس نے مجھے چھو لیا اس کو تو (دوزخ کی) آگ (بھی) نہیں چھو سکتی اور یہ کہ حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام نے عرض کیا کہ عورتیں روٹیاں پکاتے ہوئے سخت گرمی میں آگ پر بڑی مشقت اٹھاتی ہیں حضور ﷺ اگر ایک روٹی ہاتھوں سے لگا دیں تو یہ کام ہمارے لیے سنت بن جائے اور پھر اسی جذبے سے کام کرنے میں اتنی دشواری نہ ہوگی، حضور ﷺ نے آٹا لیا اور اس کی روٹی بنا کر تنوری میں لگا دی ساری روٹیاں پک گئیں لیکن حضور ﷺ کی لگائی ہوئی روٹی کچی کی کچی رہی۔ عرض کیا گیا آپ کے پاس بلال آیا کچا ہو گیا پکا، سلمان آیا کچا ہو گیا پکا مگر ہماری روٹی ابھی کچی کی کچی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اے بیٹی تیری خوشی کیلئے میں نے روٹی لگا دی ورنہ جس شے کو تیرے ابا کے ہاتھ لگ جائیں اس کو دنیا کی آگ تو کیا جلائے گی دوزخ کی آگ بھی نہیں جلا سکتی۔

آٹا ایمان دار نہیں جبکہ زینب و سکینہ ایمان دار تھیں، آٹا بے جان یہ جاندار، آٹا باہر سے آیا یہ اندر سے آئیں، نبی کا خون ہیں، دل کے ٹکڑے ہیں تو نبی ﷺ آٹے کو ہاتھ لگا دیں اس کو آگ نہ جلائے تو نبی ﷺ کی گود میں کھلنے والوں کو آگ کیسے جلائے گی؟

۔ ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

عجیب حالت ہے ہمارے بعض مقررین کی بھی ربیع الاول میں بچہ بچہ نور کا اور محرم میں آگ لگاتے پھر رہے ہیں۔

اگر کہو کہ پھر حسین جیؑ بھی تو نبی ﷺ کا خون، دل کا ٹکڑا اور جنت کے جوانوں کا سردار تھا پھر ان کے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہو گیا تو سنو! شہید ہونا تو سعادت مندی ہے سر بلندی ہے اور یہ سعادت مردوں کو ملتی ہے مگر مجھے دکھا دو کسی نبی ﷺ کی بیٹی کو آگ لگی ہو۔

یہ کس زینب کے سر سے دوپٹہ اترنے کی بات مجمع عام میں کرتے ہو کہ چالیس ہزار یا دو لاکھ کے لشکر کے سامنے آگنی جس کی ماں کا پردہ یہ تھا کہ بے اجازت ان کے گھر میں جبرائیل آتے نہیں۔ اور آج بھی شرم و حیا، عفت و عصمت عزت و حمیت کی بات آئے تو سب سے پہلے زبان پہ بی بی زینب کا نام آتا ہے۔ اور غور سے سنو!

زہرا پاک دی لاڈلی دمی دا جے پردہ سر مبارک توں لہہ جاندا
 قسم رب دی غیرت کھا کے تے، آسمان زمین تے ڈھ جاندا
 دنیا وچ ہنیر گھپ گھیر ہوندا، سورج ادب تھیں چھپ کے بہہ جاندا
 ہوندا حشر تو پہلے اک حشر برپا، اصغر کجھ نہ دنیا تے راہ جاندا
 کیا اس کی بیٹی زینب کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ کربلا کے میدان میں دو گز لٹھے کیلئے
 بین کرتی رہی کہ

کتنوں لیاواں کفن میں تیرا اتھنوں شہر مدینہ دوراے
 واعظین کو خیال کرنا چاہیے کہ ہر چیز ہی وعظ میں نہ جڑ دیا کریں یہ شعر شیعوں کی بتیں
 اشعار والی نظم کا ہے اگر ان کی گھڑی ہوئی باتیں ہی بیان کرنی ہیں تو الگ سٹیج سجانے کی اور
 جلے کرنے کی کیا ضرورت ہے اور پھر حضرت زینب باب مدینۃ العلم کی بیٹی ہو کر اتنی بات بھی
 نہیں جانتی تھیں کہ بدر واحد میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ نے بغیر غسل
 اور کفن کے دفن کیا تھا کیا وہ حسین کو شہید نہیں مانتی تھیں؟ اگر مانتی تھیں تو پھر ایسی بات ان
 کے ذمے کیوں لگاتے ہو؟ جس کی ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے جنت سے جوڑے آسکتے ہیں اس کی
 بیٹی دو گز لٹھے کیلئے ترستی رہی؟ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے شان اہل بیت بیان کرنے کا۔

کس زباں سے ہو بیاں عز و شان اہل بیت
 مدح گوئے مصطفیٰ ﷺ ہے مدح خوان اہل بیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
 آیہ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت

اُنکے گھر میں بے اجازت جبرائیل آتے نہیں
 قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہل بیت

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
 لعنۃ اللہ علیکم دشمنان اہل بیت

بے ادب گستاخ فرقوں کو سنا دے اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

(مولانا حسن رضا خاں بریلوی)

ہمارا عقیدہ ہے فاطمہ زہرا کی بیٹی اشارہ کرتیں تو جنت کی حوریں لباس لے کر حاضر ہو جاتیں۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ یزیدی لشکر نے جب امام حسینؑ کو شہید کر لیا تو خیموں کا رخ کیا، فضہ و شیریں نے حضرت زینب سے عرض کیا، سات سو کا لشکر خیموں کی طرف آ رہا ہے ہاتھ اٹھا کر بددعا کریں کہ ان پہ قہر کی بجلی نازل ہو اور زمین میں بھسم ہو جائیں فرمایا! تمہارے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا ہوگا مجھے تو میرے بھائی کا خطبہ اب بھی یاد ہے و بشر الصابرین۔

بددعا کرنے میں حرج نہیں اللہ کے نبیوں نے بھی کی ہے، نوح علیہ السلام کی بددعا کا ذکر قرآن میں موجود ہے، رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دِيَارًا۔ مگر میں تو محمد رسول اللہ ﷺ کی نواسی ہوں جن کا احد میں دانت مبارک شہید ہوا تو انہوں نے بددعا کرنے کے بجائے دعا کی اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون۔ میرے باپ نے اپنے قاتل کو سادہ پانی کی بجائے شربت پیش کیا، بھائی حسنؑ نے اپنے زہر دینے والے کا نام تک نہ بتایا اور تیرے سامنے حسینؑ نے

۱۔ ضرب اول میں شہ دیں نے کہا بسم اللہ
دوسری بار پکارے مدد! اے بار الہ
تیسری ضرب پہ آئی یہ صدائے جانکاہ
بخش دے میرے خدا تانا کی امت کے گناہ
پھر نہ کچھ حضرت شبیر کی آئی آواز
کٹ گیا جب حلق تو تکبیر کی آئی آواز

حضرت زینب نے فرمایا! اگر وہ بددعا کرتے تو میں بھی کر لیتی حضرت نوح علیہ السلام نے اس لیے بددعا کی کہ نبوت جاری تھی ایک کے بعد دوسرا نبی دوسرے کے بعد تیسرا آ رہا

تھانیوں کے ساتھ امتیں بھی آرہی تھیں میرے نانے کے بعد نبوت ختم ان کی امت کے بعد امت ختم میں بددعا کروں انسانیت ختم ہو جائے۔ میرے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کو جب زعفر جن نے عرض کیا!

۔ زعفر جن نے آکھیا حضرت جے کر کہو دتے ایسی ہوا چھڑاں
کوئی اک نہ رھوے جہان اتے اک پھوک دے وچ اڑا چھڑاں
ایہہ لشکر جو پھر دا اے تان سینے اک آن دے وچ مکا چھڑاں
اگوں ہس کے کہیا حسین نے اوے تیتھوں نانے دی امت مروا چھڑاں
فضہ و شیریں نے عرض کیا اچھا پھر دیکھیں وہ لشکر قریب آ گیا ہے آپ نے فرمایا جاؤ جا
کر حسین کا بتایا ہوا وظیفہ پڑھو اور

۔ جو کچھ ہوندا اے ہون دے پرواہ نہیں اپنے آپ دی
میں رہواں یا نہ رہواں کل رہ رسول پاک ﷺ دی
بس نانے کی شریعت زندہ رہے باپ کے اصول زندہ رہیں تو انشاء اللہ ہم مر کر بھی
زندہ رہیں گے اور ادھر شیریں و فضہ نے اپنی طرف سے لشکر کو روکا اور کہا ظالمو! خبردار!
ہوشیار! کوئی حیا کے خلاف حرکت نہ کرنا کیوں کہ یہ بڑی عزت والی مستورات کے خیمے
ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشکل کشائی کیوں نہ فرمائی؟

بعض بد باطن موقع کی نزاکت کا احساس کیے بغیر ایسے ہی کوئی نہ کوئی بات اپنی بد
عقیدگی کی جڑ دیتے ہیں یعنی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کہ شاید ہمارا عقیدہ یہاں سے سچا ثابت
ہو جائے مگر اہل دانش و بینش جانتے ہیں کہ ان کی یہ ہوائی۔ ”اندھے کو اندھیرے میں بڑی
دور کی سوچی“ سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی وہ واقعہ کر بلا کے ضمن میں ایک بہت بڑا سوال
بنا کر لاتے ہیں وہ سوال یہ ہے کہ تم کہتے ہو علی مشکل کشا، علی حاجت روا، یا رسول اللہ مدد
لیکن وہ تو اپنے بیٹے اور نواسے کی مدد نہ کر سکے تمہاری کیا مدد کریں گے اس پر یہ بھی کہا جاسکتا
ہے کہ خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس سوال کا پورا تسلی بخش جواب ہو جائے تاکہ ”نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری“

چونکہ معترضین ہر بات قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کے دعویٰ دار ہیں تو قرآن و حدیث سے ہی اس سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوة الدنیا

و یوم یقوم الاشہاد (المومن: ۵۱)

بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور اہل ایمان کی دنیا اور آخرت میں مدد فرماتے ہیں۔
تو بتائیے جناب! آپ کے نزدیک ایمان حسین جو بمطابق حدیث جنتی جوانوں کے سردار ہیں (الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنة) ایمان دار بھی ہیں کہ نہیں، تو پھر بتاؤ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی یا نہیں؟ (نبی ﷺ، علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مشکل کشا ہونے کی بات تو بعد میں کرو اور اس مسئلہ کو ایک طرف رہنے دو) اور نعوذ باللہ اگر آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایماندار نہیں سمجھتے تو پھر مذکورہ آیت کے ابتدائی الفاظ کی طرف آؤ اور بتاؤ کہ اللہ جب اپنے رسولوں کی مدد فرماتا ہے تو بنی اسرائیل ایک ایک دن میں ستر ستر نبیوں کو کیسے قتل رہے کیا ویقتلون النبین بغیر الحق، ویقتلون الانبیاء بغیر حق، قرآن پاک کی آیات نہیں ہیں؟

اس کا جواب یقیناً یہی دو گے کہ اللہ نے ان کی مدد فرمائی کیونکہ انا لننصر میں ان بھی تاکید کیلئے ہے اور لننصر میں لام بھی تاکید کا ہے یعنی ہم ضرور ضرور مدد فرماتے ہیں اور لفظ ہم (ضمیر جمع متکلم) بھی بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ضرور ان کے شامل حال رہی۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی مدد فرمائی اور مدد فرمانے کے باوجود وہ شہید ہوئے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ شہید ہو جانا بے یار و مددگار ہونے کی علامت نہیں ہے بلکہ اصل مدد ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو صبر و استقامت کے ساتھ شہادت کا رتبہ دے دے اور یہ مدد حضور ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دعا کر کے فرمائی! اللہم اعط الحسین صبراً و اجراً۔

یہی وجہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر بچپن میں ہی حضور ﷺ نے سنا دی تھی بلکہ پیدا ہوتے ہی جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ظاہر ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حضور ﷺ کی چچی حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی گود میں دیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ زار و قطار رو رہے ہیں اور آپ ﷺ کے آنسو مبارک بہہ رہے ہیں میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہو جائیں رونے کا سبب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان امتی ستقتل ابنی هذا میری امت میرے اس بیٹے کو شہید کر دے گی۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا حضور ﷺ اس بیٹے حسین کو؟ فرمایا ہاں، فرمایا کہ جبرائیل میرے پاس اس کے مقتل کی سرخ مٹی بھی لائے ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۲)

حضرت ابو نعیم اصبح بن نباتہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا (امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت گاہ) سے گزرے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہھنا مناخ رکا بہم وموضع رحالہم ومہراق دمانہم فنتہ من ال محمد ﷺ تقتل بھذہ العرصۃ تبکی علیہم السماء والارض: یہ ان کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اس مقام پہ ان کے کجاوے رکھے جائیں یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے، آل محمد علیہ السلام کے بہت سارے جوان اس میدان میں شہید کر دیئے جائیں گے جن پر زمین و آسمان بھی روئیں گے۔ (خصائص الکبریٰ ۱۱۲۶ ج ۶، شہادتین ۵۳)

ابن سعد نے شعبی سے جو روایت کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ جنگ صفین سے واپسی پہ کربلا سے گزرے اور اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک دن حضور علیہ السلام بھی بہت رو رہے تھے اور ہم نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کیوں رو رہے ہیں یا رسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ان ولدی الحسین یقتل بشاطئی الفرات بقال لھا کربلا۔
میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ نہر فرات کے کنارے پر کربلا کی سرزمین پر شہید کر دیا جائے گا۔ (صواعق محرقة ۱۱۸)

خاک کربل تیرے نصیبوں کو سلام

تجھ پہ سوئے سب شہیدوں کو سلام

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بارش کے فرشتے نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کیلئے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی اور اس کو اجازت مل گئی تو وہ حاضر خدمت ہوا جبکہ اس وقت حضور علیہ السلام امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں لے کر پیار کر رہے تھے۔ فرشتے نے عرض کیا: حسین رضی اللہ عنہ آپ کو بہت پیارا ہے؟ فرمایا ہاں، عرض کیا ان امتك ستقتله: آپ کی امت ہی اسے قتل کر دے گی، آپ رضی اللہ عنہم اگر چاہیں تو میں اس کی شہادت گاہ کی مٹی لا کے دکھا سکتا ہوں پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لے آیا جس کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک کپڑے میں سنبھال لیا، دوسری روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) جب یہ مٹی خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے وہ مٹی شیشی میں محفوظ کر لی اور دس محرم ۶۱ھ کو عین شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے وقت وہ مٹی خون ہو گئی۔ (صواعق محرقة ۱۱۸)

ان تمام احادیث اور اس طرح کی دیگر کئی احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضور علیہ السلام نے امام عالی مقام کی شہادت کی خبر بار بار آپ رضی اللہ عنہ کے عہد طفلی میں ہی دے دی تھی بلکہ اتنی مشہور ہو چکی تھی کہ اونٹ کہاں باندھے جائیں گے کجاوے کہاں رکھے جائیں گے اور خون کہاں بہائے جائیں گے؟ یہ تمام تفصیلات بھی ارشاد فرمادیں۔

لیکن عجیب بات ہے کہ جس نبی کی رضا خدا چاہے، جن کا حکم شجر و حجر، شمس و قمر اور بحر و بر پہ چلے، جن کے ہاتھ بعد میں انھیں اور دعا پہلے قبول ہو جائے نہ تو آپ رضی اللہ عنہم نے کبھی یہ دعا کی کہ یا اللہ میرے بیٹے کو اس مصیبت سے بچالے اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ اور فاطمہ الزہرا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کبھی عرض کیا کہ حضور رضی اللہ عنہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر سن کر دل سینوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں، دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ حسین رضی اللہ عنہ کو اس مصیبت سے بچالے کیوں؟ صرف اس لیے کہ جانتے تھے ہمارا سونا کھوٹا نہیں بلکہ کھرا ہے مصائب کی بھٹی میں جا کر اور نکھرے گا اور قیمتی ہوگا۔ آزمائش و امتحان سے بچنے کی دعائیں ہم جیسے نالائق کرتے ہیں اور قدسی صفات امتحانات سے بچنے کی دعا کیوں کریں؟ وہ تو امتحان میں کامیابی کی دعا کرتے رہے۔ اللھم اعط الحسین صبراً و اجراً۔ تاکہ امتحان میں ہمارا بیٹا صبر کرے اور اس کا مرتبہ اور بلند و بالا ہو جائے ہم جیسے دنیا دار دینوی مرتبے کے

حصول کیلئے اپنی اولاد کو تیار کرتے ہیں امتحان دلواتے ہیں تیاری کرواتے ہیں، ٹیوشن پڑھواتے ہیں جبکہ علی و فاطمہ نے اپنی اولاد کو اخروی سرداری کو قائم رکھنے بلکہ ترقی دلوانے کی تیاری کروائی ہوئی تھی۔

دعائے العبادۃ ہے مگر خلیل اللہ علیہ السلام نے نارنمود میں نہ کی بلکہ جبرائیل علیہ السلام کے عرض کرنے کے باوجود فرمایا:

۔ جانتا ہے وہ میرا رب جلیل

آگ میں پڑتا ہے اب اس کا خلیل

کیونکہ امتحان تھا اور امتحان میں کامیابی کی دعا تو کی جاسکتی ہے مگر امتحان سے بچنے کی دعا کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں ہے۔ اور پھر مثال کے طور پر ایک بندہ اگر ڈوب رہا ہے اور آپ کنارے پہ کھڑے ہیں وہ آپ کو مدد کیلئے پکارتا ہی نہیں ہے تو یہ کہنا غلط ہوگا کہ آپ نے اس کو بچایا نہیں ہے اس نے تو آپ کو بلایا ہی نہیں ہے اس لیے یہ سوال ہی فضول ہے کہ کہاں تھے حضور ﷺ؟ کہاں تھے علی رضی اللہ عنہ؟ مشکل کشا اور فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا؟، دل کی آنکھوں سے دیکھ وہ بھی وہیں تھے جہاں حسین رضی اللہ عنہ تھے اور انہی کی دعاؤں کی مدد سے امام حسین رضی اللہ عنہ نے امتحان میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کی۔

۔ بچپن میں جو کہا تھا نبھایا حسین رضی اللہ عنہ نے

راہ خدا میں سر کو کٹایا حسین رضی اللہ عنہ نے

کیا صبر کیا جگر تھا کہ سب کچھ لٹا مگر

اف تک زبان پر نہیں لایا حسین رضی اللہ عنہ نے

اسلام کے چمن میں خزاں آنے ہی کو تھی

قربانیوں سے سینچا، سجایا، حسین رضی اللہ عنہ نے

تھا ظلم و جبر و قہر یزیدی عروج پر

صبر و رضا کا جلوہ دکھایا حسین رضی اللہ عنہ نے

دی راہ حق میں جان حیات ابد ملی

اس طرح ہم کو جینا سکھایا حسین رضی اللہ عنہ نے

سر دے دیا مگر کبھی باطل کے سامنے
 ہرگز نہ اپنے سر کو جھکایا حسین علیہ السلام نے
 لعنت ہو تم پہ شمر کہ مخبر چلا دیا
 جب سر کو بہر سجدہ جھکایا حسین علیہ السلام نے
 یونس ہیں اہل بیت کے ہم دل سے مدح خواں
 مژدہ نجات کا ہے سنایا حسین علیہ السلام نے

غم حسین علیہ السلام

۔ کربل دے وچ حسین پاک دی جدوں شہادت ہوئی
 عرش خدا وا کھیا نالے قبر نبی دی روئی
 کوئی معمولی انسان فوت ہو جائے تو چالیس چالیس دن تک لوگ تعزیت کیلئے آتے
 رہتے ہیں اور پورا ماحول غم میں ڈوبا رہتا ہے۔ کسی ملک کا سربراہ مر جائے تو کئی کئی دن سوگ
 کی کیفیت رہتی ہے، ذرا دیکھئے کہ سید الشہداء، شہزادہ گلگوں قبا، نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جگر گوشہ
 بتول حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کی شہادت پر دنیا میں کس طرح غم کی کالی گھٹائیں چھائیں
 اور کون کون افسردہ ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دس محرم الحرام کو عین اس وقت جب
 حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے میں مکہ میں سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں حضور علیہ
 السلام کو روتے ہوئے دیکھا میں گھبرا کر اٹھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، ادھر
 مدینہ منورہ میں اسی دوپہر کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں حضور علیہ السلام کو اس حالت
 میں دیکھا کہ علی راسہ ولحیۃ تراب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور اور داڑھی مبارک پر گرد و
 غبار تھا قلت مالک یا رسول اللہ؟ میں نے عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا حالت بنا رکھی
 ہے؟ قال شہدت قتل حسین انفا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ابھی (اپنے بیٹے)
 حسین علیہ السلام کی شہادت گاہ سے آ رہا ہوں میں انھی اور شیشی والی مٹی (جو جبرائیل علیہ السلام مٹی
 سال پہلے لائے تھے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جب حسین علیہ السلام شہید ہوگا وہ یہ مٹی

خون بن جائے گی) دیکھی تو وہ خون ہو چکی تھی۔ (مسکوٰۃ باب فضل اہل بیت النبی)

۔ کربل والے پیر سچے دی درواں بھری کہانی اے

نام شبیر والیندیاں اوندا اکھیاں دے وچ پانی اے

چنانچہ بیہقی اور ابو نعیم میں ہے کہ جس روز سیدنا امام حسین ؑ شہید ہوئے تو مطر السماء دھا فاصبحنا و حبا بنا و جرادنا و کل شئی لنا ملان دھا۔ آسمان سے خون برسا صبح کو ہمارے مٹکے (گھرے) اور تمام برتن خون سے بھرے پڑے تھے اور زہری سے روایت ہے کہ جس روز سیدنا امام حسین ؑ شہید ہوئے۔ لم یقلب حجر من احجار بیت المقدس الا وجد تحته عیظ تو بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا اور ام حبان سے روایت ہے کہ جس روز امام عالی مقام ؑ شہید ہوئے۔ اظلمت علینا ثلاثا تو تین دن تک اندھیرا ہو گیا۔ کامل اندھیرا ہوا خطرہ ہوا کہ قیامت آجائے اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا۔ بیہقی نے جمیل بن مرہ سے روایت کی ہے کہ یزید کے لشکریوں نے ایک اونٹ ذبح کیا اور اس کو پکایا تو وہ کڑوا ہو گیا۔ جیسے اندرائن اور وہ اسے نہ کھا سکے۔ ابو نعیم نے سفیان سے روایت کی ہے کہ مجھ کو میری دادی نے خبر دی کہ جس روز سرکار سید الشہداء امام حسین ؑ شہید ہوئے اس دن میں نے دیکھا کہ رس (کسم) عاد رمادا و لقد رایت اللحم کان فیہ النار۔ زاکھ ہو گیا اور گوشت گویا آگ۔ بیہقی نے علی بن مسہر سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنی دادی سے سنا وہ کہتی ہیں کہ سیدنا امام حسین ؑ کی شہادت کے زمانہ میں میں جوان تھی تو میں نے دیکھا فكانت السماء ایاما تبکی لہ چند روز آسمان رویا یعنی آسمان سے خون برسا۔ بعض نے لکھا کہ سات روز آسمان خون رویا اور اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگیں ہو گئیں اور جو کپڑا اس سے رنگیں ہوا اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔ دن دھاڑے تارے نمودار ہو گئے سورج کو گرہن لگ گیا، تین دن اندھیرا چھایا رہا اور خون کی بارش ہوتی رہی۔

(تہذیب الجذیب ج ۲ ص ۳۵۳ = صواعق محرقة ص ۱۱۶ = تاریخ الخلفاء ص ۱۳۸ - سوانح کربلا = خصائص کبریٰ)

ج ۲ ص ۱۶۲ = تذکرۃ الخواص ص ۱۵۵ = ج ۳ ص ۳۳۹، سر اشہاد تین = الحیات)

علی بن مسہر ہی کہتے ہیں کہ ہماری دادی ہمیں یہ بھی بتایا کرتیں کہ شمس و قمر کی روشنی ماند

پڑ گئی ستارے آپس میں ٹکرانے لگے۔ بیت المقدس کے علاقے میں جو پتھر اٹھایا جاتا نیچے سے خون نکلتا، چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے۔ الغرض! زمین کانپی، آسمان دہل گیا، آفتاب عالم تاب برق غم سے جل گیا، ماہتاب جہاں آراء پہ خنجر ستم چل گیا، حاملان عرش روتے روتے پکھڑ گئے، وحوش و طیور کا دل اپنی اولاد سے ہٹ گیا۔ شجر و حجر کا جگر درد سے پھٹ گیا۔ پیسے پی پی کہہ کر اپنی جان سے ہاتھ دھونے لگے، صحرا اور جنگل سنان ہو گئے۔ جدھر دیکھو سنائے کا عالم تھا، مکان ندی نالے اور دریا سوز غم سے کھولنے لگے، جانور ان آبی کی دل ہولنے لگے، مچھلیاں بے چین ہو کر پانی کے اوپر تیرنے لگیں اور کچھ پانی سے نکل کر ریت پر سرد ہنسی تھیں، پہاڑ پتھروں پر سر کھلتے تھے، درختوں کے پتے ہل ہل کر آپس میں کف افسوس ملتے تھے، جنگلی درندے امام غنیؒ کی لاش کے گرد گھومنے لگے، دریائے فرات سوز دروں سے جل اٹھا، حوض کوثر ابل گیا اور اس کا دل خون ہو کر جنت کے چشموں کی راہ پہ بہہ گیا، گریہ و آہ و زاری کی آواز چہار جانب سے آنے لگی، صدائے نالہ جانکاہ زمین سے آسمان کو جانے لگی۔

یاد رہے کہ رونا صبر کے خلاف نہیں ہے بلکہ اللہ کی رحمت ہے اور اس پر ثواب بھی ملتا ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ شاید رونے سے صبر یا ثواب جاتا رہتا ہے۔ بالکل سراسر غلط ہے ہاں صبر کا اجر پینے وغیرہ سے جاتا رہتا ہے اور یہ قطعاً جائز نہیں۔

حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کثیر البرکاء ہوئے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام بھی کثیر البرکاء ہوئے ہیں۔ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے فرزند ابراہیم کے وصال پر روئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا رونا رحمت خداوندی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا اصلی نام عبدالغفار تھا کثرت نوحہ و گریہ سے نوح لقب مشہور ہو گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر روتے ہیں۔ قال انما اشکوا بشی وحزنی الی اللہ۔ میرے رونے اور غم کی شکایت اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ اور شہدائے کربلا کے ذکر مبارک میں رونا بھی باعث برکت اور رحمت خداوندی ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ جتنی محبت ہوگی اتنا اس ذکر سے رونا پیدا ہوگا اور جتنا کوئی ظالم ہوگا اتنا ہی وہ رونے سے دور ہوگا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فلیضحکوا قلیلا و لیبکوا کثیرا۔ ہنسوکم اور روؤ زیادہ۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کیا فرماتے ہیں۔ علماء دین اس امر میں کہ ایام محرم الحرام میں شہادت نامہ پڑھنا مجمع عام میں اور حالات سید الشہد ابیان کرنا جائز ہے یا کہ نہیں۔

الجواب فی الحقیقت واقعہ جناب سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ اس قابل ہے کہ اگر تمام زمین و آسمان، حور و ملک و جن و انس، جمادات، نباتات و حیوانات یہ کہہ کر روئیں تو بھی تھوڑا ہے مگر خیال کرنا چاہیے کہ پیٹنا ان کے ساتھ عداوت ہے۔ شاہ عبدالعزیز ہر سال محفل شہادت حسین رضی اللہ عنہ منعقد کرتے اور شہادت کا بیان ختم فرما کر سلام پڑھتے۔

(فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۰۴، ۱۰۵ ج ۱)

۔ اندریں غم نے ہمیں ارض و سما بگریستند
کامل عالم از ثریا تاثری بگریستند
آفتاب و ماہ و عرش و کرسی و لوح و قلم
در غم شاہ شہید کربلا بگریستند
در ہوائے آں لب محروم از آب فرات
ماہی اندر آب و مرغیاں در ہوا بگریستند
اولیاء گمشدہ بہر مرتضیٰ زاری کناں
انبیاء بر اتفاق مصطفیٰ بگریستند
در قصور جنت الفردوس حوراں سر بسر
از برائے خاطر خیر النساء بگریستند

جنوں کی آہ و بکاء

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد (پورے پچاس سال) میں نے جنوں کو کبھی روتے ہوئے نہ دیکھا لیکن شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے دن مدینہ کی گلیوں میں جنوں کو چیخیں مار مار کر روتے دیکھا، ایک جن عربی شعر پڑھتا خود بھی روتا اور

دوسروں کو بھی زلاتا، شعر یہ تھا:

۔ انعی حسنا هبلا کان حسنا جبلا

اے مدینہ والو: میں تمہیں حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنانے آیا ہوں جو صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر باطل کے سامنے سینہ سپر رہا۔

۔ ملک جن و بشر ہیں زار و تالان

زمین و آسمان بھی نوحہ گر ہے

اندھیرا کیوں نہ ہو سارے جہاں میں

چھپا پردے میں وہ رشکِ قمر ہے

کسی کے روئے اطہر کا تصور

ہمیں تو رات دن آنکھوں پہر ہے

بعض جگہ جنوں کے عربی اشعار کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔

ہو سکے جتنا روئے تو اے چشم کون روئے گا پھر شہیدوں کو

پاسِ ظالم کے کھینچتی لائی موت اے وائے ان عزیزوں کو

بعض علاقوں میں جنوں کی زبان سے یہ اشعار بھی سنے گئے۔

۔ مسح النبی جینہ

فلہ بریق فی الخلود

ابواہ من علیا قریش

وجلہ خیر الجلود

(تاریخ الخلفاء، نسفی، دیگر کتب معتقدہ واقعہ کربلا)

ترجمہ منظوم

اس جیس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما تھا

تھی چمک کیا ہی اس کے چہرے پر

ان کے ماں باپ تھے قریش کی جان

ان کے ماما جہان سے بہتر

وہ حسین رضی اللہ عنہ جس کی پیشانی کو حضور ﷺ نے اپنے لبوں سے چھوا اور جس کے رخساروں میں نور کی روشنیاں تھیں جس کے والدین قریش کے بڑے لوگوں میں سے تھے اور جس کا نانا امام الانبیاء ہے۔

۔ حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں جو نہ رویا ناصر
 عمر اپنی کو اس نے مفت کھویا ناصر
 جو غم میں حسین رضی اللہ عنہ کے نہ شب بھر جاگا
 وہ قبر میں چین سے نہ سویا ناصر
 بعض کتابوں میں ہے کہ غیبی آواز سے یہ شعر سنے گئے۔

۔ ایہا القاتلون جہلا حینا
 ابشروا بالعذاب والتنکیل
 کل اهل السماء یرعو علیکم
 من فیہا و الملائکة و قبیل
 قد لعنتم علی لسان داؤد
 و موسی و حامل الانجیل

اے حسین رضی اللہ عنہ کا رتبہ نہ جانتے ہوئے اس کو قتل کر دینے والو، تمہیں بڑے عذاب اور سزا کی بشارت ہو۔ آسمان کی ساری مخلوق تمہارے خلاف دعا کر رہی ہے اور داؤد، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی زباں سے تم پر لعنت کی گئی ہے مدینے کی گلیوں میں جنوں نے یہ اشعار پڑھ کر بھی آہ وزاری کی۔

۔ الایما عین ابتهلی بجہد
 و من یبکی علی الشہداء بعدی
 علی رھط تقو دھم المناہیا
 الی متجبر فی ملک عہدی

اے آنکھ شہدائے کربلا پر جتنا بھی رو سکے رو لے، میرے بعد ان پہ کون روئے گا، موت ان بے کسوں اور غریبوں کو ظالم کے پاس کھینچ لائی۔

جب یزیدی قافلہ کربلا سے فارغ ہو کر کوفہ کی طرف رواں دواں تھا تو راستے میں
اچانک ایک دیوار پہ یہ شعر لکھا ہوا سب نے دیکھا۔

اترجوا امة قتلت حسينا

شفاعة جده يوم الحساب

کیا وہ لوگ جنہوں نے امام حسین ؑ کو شہید کیا ہے قیامت کے دن حسین ؑ کے
نانے کی شفاعت کی امید رکھ سکتے ہیں؟

پانی کی جو اک بوند کو ترسا لب دریا

وہ غیر نہ تھا سبط نبی تھا لب دریا

اے ظالمو! یوں پیاس سے پیاسوں کی نہ کھیلو

پہنچیں نہ کہیں فاطمہ زہرا لب دریا

کیوں خود شر ابرار ادھر پاؤں اٹھاتے

چل کر کہیں آیا کوئی دریا لب دریا

قدرت کی ناراضگی:

اوحی اللہ تبارک و تعالیٰ الی محمد ؐ انی قتلت یحییٰ بن زکریا
سبعین الفاوانی قاتل بابن بتک سبعین الفا وسبعین الفا (سرالشہادتین)
اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے یحییٰ بن
زکریا علیہما السلام کا بدلہ لیا تو ستر ہزار افراد (ان کے دشمنوں) کو تباہ کیا اور اے
میرے پیارے نبی ؐ تیرے نواسے کا بدلہ ایک لاکھ چالیس ہزار یزیدیوں کو
تباہ کر کے لوں گا۔

میدان کربلا میں ہوا کار ساز کون

گزرا ہے برچھیوں میں عبادت گزار کون

مسجد کی ہر دیوار سے آتی ہے یہ صدا

دیتے نہ سر حسین ؑ تو پڑھتا نماز کون

ایسا کیوں ہوا؟:

حضور علیہ السلام نے کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی دعا کا بڑا احیا ہے وہ تو عام بندے کے ہاتھوں کو خالی موڑے تو فرماتا ہے مجھے اس سے شرم آتی ہے تو محبوب علیہ السلام کی دعا کو بھلا کیسے رد فرمائے گا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ دعا کیلئے ہاتھ بعد میں اٹھے قبول پہلے ہو گئی بلکہ قبلے کی تبدیلی جیسے اہم امر کو بھی صرف دل میں خیال آنے پر قبول فرمالیا۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا ہے۔

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا

بڑھی شان سے جو دعائے محمد ﷺ

اب دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی اس دعا کو کس انداز سے شرف قبولیت بخشا کہ اگر حضور علیہ السلام اس طرح سے میدان کارزار میں شہید ہوتے جس طرح کہ ایک عام مسلمان شہید ہوتا ہے اور شہادت کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کی لاش کی زیادہ سے زیادہ بے حرمتی ہو اگر ایسی صورتحال حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوتی تو کوئی کافر کہہ دیتا کہ وہ دیکھو میدان میں نبی ﷺ کا کیا حال ہو رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی غیرت نے اس بات کو گوار نہ کیا کہ کوئی میرے محبوب کے متعلق ایسا جملہ زبان پر لائے لہذا اس نے حضور علیہ السلام کی دعا کو قبول کرنے کیلئے یہ اہتمام فرمایا کہ ہر شخص کا نسب بیٹے سے چلتا ہے اور حضور علیہ السلام کے بیٹے تو سارے ہی بچپن میں فوت ہو گئے تھے کیونکہ اللہ نے کافروں کے طعنے پر (کہ نبی کا بیٹا ہی کوئی نہیں) اپنے محبوب کو بیٹے عطا فرمائے اور بالغ ہونے سے پہلے ہی واپس لے لیے تاکہ آپ ﷺ کی ختم نبوت میں فرق نہ آئے کیونکہ قیامت کے دن کئی نبیوں کے بیٹے بھی نبی ہوں اور حضور علیہ السلام کے بیٹے بالغ ہو کر دنیا سے رخصت ہونے کے باوجود نبی نہ ہوں۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: لو عاش ابراہیم لکان نبیا (اوکما قال علیہ السلام) کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو اللہ تعالیٰ کا بنی بنتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبوت کو ختم فرما دیا ہے۔ لہذا حضور علیہ السلام کا نسب اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیٹی فاطمہ الزہرا سے چلا دیا اور شہادت کی دو قسمیں ہیں سری اور جہری، سری امام حسن مجتبیٰ کو دے دی اور ایسی سری تھی کہ زہر دینے

والے کا پتا بھی نہ بتایا اور جبری امام حسین رضی اللہ عنہ کو دے دی اور دونوں شہادتیں (سری و جبری) فضیلت کے اعتبار سے اپنے کمال کو پہنچیں ہوئی تھیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے جگر کے ایک سوستر ٹکڑے ہو گئے اس سے بڑھ کر اعلیٰ درجہ شہادت سری کا کیا ہوگا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو معاملہ ہوا وہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی حفاظت کا ذمہ یہ کہہ کر لے لیا واللہ یعصمک من الناس اور حضور علیہ السلام کے ان شہزادوں کو دونوں قسموں کی شہادت عطاء کر کے اپنے محبوب کی دعا کو قبول فرمالیا اور شاید دونوں شہزادوں کی جسمانی شکل کو بھی اسی لیے حضور علیہ السلام کے ساتھ مشابہت عطاء فرمائی کہ حسن کو سینے سے سر تک اور حسین رضی اللہ عنہ کو سینے سے پاؤں تک حضور علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا تا کہ ظاہر و باطن میں نواسوں کے کمالات نانا جان کے کمالات متصور ہوں چنانچہ حدیث شریف میں ہے حسین منی وانا من الحسین حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے (اوکما قال) کیا مطلب؟ کہ حسین رضی اللہ عنہ کے سارے کمالات مجھ سے ہیں اور میرے کمالات کا ظہور حسین رضی اللہ عنہ سے ہوگا۔

تو چونکہ شہادت جبری کا تقاضا یہی تھا کہ اس کا خوب چرچا ہو لہذا اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کی دھوم مچا دی کہ نہ کوئی اخفا باقی رہے اور نہ کوئی انکار کر سکے۔

لعل زہرا دا علی دا جگر گوشہ

خاندان ذی شان حسین دا اے

نیزے اتے قران حسین پڑھیا

خطبہ پڑھدا قرآن حسین دا اے

کوئی لبھدے نہیں کربل دے ٹہیاں تے

ذیرہ لامکان حسین دا اے

قدسی پڑھن درود و سلام جس تے

جبرائیل دربان حسین دا اے

جھنڈے عرش عظیم تے جھلڈے نیں

اچا شان ذی شان حسین دا اے

جہدے جہدے تے تار اسلام کیتا
بڑا وڈا احسان حسین دا اے
چ پچھیں محمد دا ناں سوہنا
اصل وچ عنوان حسین دا اے
اصغر ملکہ جنت اے ماں جس دی
ابا شیر یزدان حسین دا اے



سر حسین نوک نیزہ پر

کہتا تھا سر حسین کا نیزے کی نوک پر
آئیں لاکھ انقلاب ہم اونچے ہی رہیں گے

اور

جھکا چاہا تھا جس سر کو شام والوں نے
ٹکست دیکھئے اسی سر کو خود اٹھا کے چلے

شہدائے کربلا کے سروں کو مختلف قبیلوں نے تقسیم کر لیا ۲۲ سر ہوازن کو تیرہ بنی اشعث چھ
بنی سعد کو چودہ بنی تمیم کو پانچ کندہ قبیلے کو اور باقی سروں کو مختلف قبیلوں میں بانٹ دیا گیا اور امام
حسین رضی اللہ عنہ کا سر نیزہ پہ تھا جواب بھی پڑھ رہا تھا سبحان ربی الاعلیٰ اور قیامت کو جب امام
حسین رضی اللہ عنہ روضہ پاک سے انھیں گے تو یہی پڑھ رہے ہوں گے کیونکہ حدیث شریف میں ایسے
ہی فرمایا گیا کہ جو جس حال میں مرے گا اسی حال میں اٹھے گا جیسا کہ ایک صحابی دوران حج
تلبیہ کہتے ہوئے فوت ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا بروز قیامت یہ اسی طرح ہی انھیں گے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے بتا دیا کہ میرے سر کو جھکانے کیلئے ہی انہوں نے یہ سارا کچھ کیا ہے
لیکن میرا سر کٹ کر بھی دیکھو سب سے اونچا ہے کیونکہ میں جس کا ذکر کر رہا ہوں وہ میرا اللہ
سب سے اونچا، میرا مانا سارے نبیوں سے اونچا میرا قرآن ساری کتابوں سے اونچا پھر
کیوں نہ ہو سر حسین تب بھی سب سے اونچا اور اب بھی سب سے اونچا۔

پیدا ہر ایک دور میں ہوتے رہے یزید
لیکن کسی حسین کی گردن میں خم نہیں

قرآن مجید نے شہید کی زندگی کا خطبہ ان الفاظ میں پڑھا:

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (البقرہ)

وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران)

پہلی آیت میں شہید کو مردہ کہنے سے روکا اور اس کی بلند و بالا زندگی کا ہمارے شعور سے بالاتر ہونا بیان کیا جبکہ دوسری آیت میں ان کو مردہ گمان کرنے سے بھی منع فرمایا دیا گیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے رزق کا ملنا بیان ہوا تو قرآن نے شہید کی زندگی کا خطبہ دیا اور شہید کو بلانے قرآن کو نیزے کی نوک پر سنا کر قرآن کی صداقت کا اعلان فرمادیا۔ اس موقع پر اقبال نے کہا ہے اور کیا ہی خوب کہا ہے۔

۔ یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اگر حضرت اولیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے بنی کلب قبیلے کی بکریوں کے جسموں کے بالوں کے برابر لوگ بخشے جاسکتے ہیں تو ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر امام حسین علی اصغر رضی اللہ عنہ کے خون والا کرتہ سامنے رکھ کر دعا کر دیتے تو سارے کوئی آن واحد میں برباد ہو جاتے مگر ایسا نہ فرمایا کیوں؟ اس لیے کہ جانتے تھے کہ اگر آج میرا سر نیزے پہ ہے تو کیا ہوا آخر چودہ طبق کے رسول کے کندھوں پر بھی تو میں ہی بیٹھا ہوں ناں۔ جس کے کندھوں پہ سواری کی ہے اس کے دین کی خاطر آج نیزے کی نوک پر سوار ہونا پڑا ہے تو میں تب بھی راضی تھی اور اب بھی راضی ہوں۔

۔ کہیا ابن زیاد عبید اللہ اے حسین تو بیعت قبول کر لے
چنگا رہویں گا جان دی بچ جاسی تیری کرساں حمایت قبول کر لے
ہوسی حکم مدینے دے وچ تیرا ساڈی ایہہ شرائط قبول کر لے
بیعت من یزید دی اک واری تیری بڑی عنایت قبول کر لے
اگوں ہس کے آپ فرمان لگے تیری جان وچ دوزخاں جلدی اے

اصغر اکبر نون واراں میں لکھ واری جے شمع تانے دے دین دی بلدی اے
 آپ جیٹھنے فرمایا: لوگ تو معمولی تکلیف پر عبادت اور ذکر واذکار چھوڑ دیتے ہیں اور
 خدا سے شکوے شروع کر دیتے ہیں میں اتنا کچھ کروا کے بھی سبحان ربی الا اعلیٰ کی صدا بلند کر
 رہا ہوں تو یزیدی لشکر سن لے کہ اگر اس نے تلاوت اور ذکر بلند کرنے کیلئے یہ ساری تباہی کی
 ہے اور میرے سر کو کاٹ کر نیزے پہ لٹکایا ہے تو یہ کام تو میں کئے ہوئے سر سے بھی کرتا ہوں گا
 اور دنیا کو بتاتا رہوں گا کہ اگر تمہارے ظلم کی کوئی انتہا نہیں ہے تو میرے صبر کی بھی کوئی انتہا
 نہیں ہے اور قرآن کی صداقت میں بھی کوئی کلام نہیں کیونکہ اس کی تلاوت میں کوفہ و شام کے
 بازاروں میں بھی کرتا جاؤں گا۔

۔ شبیر دے لوں لوں وچ صائم قرآن انج ویا ہو یا سی
 سر نیزے تے چڑھیا ہو یا سی قرآن دی کر تفسیر گیا
 پہلی آسمانی کتابیں بدل دی گئیں، تحریف ہو گئی ان کی زبانیں مٹ گئیں مگر قرآن نہ
 مٹے گا نہ بدلے گا اس کا ہر حرف ہر حرکت قائم رہے گی اس کی زبان جوں کی توں قائم رہے گی
 کیوں؟ اس لیے کہ اس کو پڑھنے والا شبیر جیسا قاری مل گیا ہے۔

۔ رہتا تھا صبح و شام گلوں پیش حق مگر
 باطل کے سامنے نہ جھکا سر حسین جیٹھنے کا
 قرآن ہے صاف سینہ پہ بیٹھا ہے جس کے تو
 بوسہ کہ رسول ﷺ پہ خنجر کی دھار ہے
 انعام دونوں کو ملا، لشکر یزید کو بھی امام حسین جیٹھنے کو بھی، ان کو سر حسین جیٹھنے کاٹ کے
 ملا، آپ کو کٹا کے ملا، ان کو یزید نے دیا انکو رحمت للعالمین نے دیا۔ انہوں نے ظلم کر کے
 شیطان کو خوش کر لیا، امام نے صبر کر کے رب رحمان کو خوش کر لیا، سر کٹا لیا مگر دین بچا لیا۔

۔ حق کی صداقتوں کی نشانی حسین جیٹھنے ہے
 دنیا میں انقلاب کا بانی حسین جیٹھنے ہے

۔ تیرے غار کر دیے گل گھر کے سبھی چراغ
 حسین جیٹھنے دی ہے زمانے کو روشنی تو نے

اور قافلہ چل پڑا

امام وقت وہ ہوتا ہے جو منظور قدرت ہو

امام وقت وہ ہوتا ہے جو منصور قدرت ہو

امام وقت ہر ظالم کے سر پر وار ہوتا ہے

امام وقت ہر مظلوم کی تلوار ہوتا ہے

ابن سعد نے حکم جاری کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے تمام پسماندگان کو قیدی بنالو اور جو اپنے قتل ہوئے ہیں ان کو قریبی دیہات والوں سے جبری مشقت کے قانون کے مطابق دفن کرادو، زین العابدین کے پاس کاغذ قلم لے کر آئے کہ اس پر لکھ دو میرے باپ نے اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کر کے امن و امان میں خلل اندازی پیدا کی ہے لہذا اس کا قتل جائز تھا، فرمایا: شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ بیمار ہوں، یتیم ہو گیا ہوں، قیدی بنالیا گیا ہوں تو مجھ سے جو چاہو کرو والو گے میں شیر خدا کا پوتا ہوں سید الشہداء کا بیٹا ہوں ہم جو بات تخت پہ کرتے ہیں وہی تختہ دار پہ بھی کرتے ہیں شاید تمہیں یاد نہیں کہ میرے باپ نے آخری خطبے میں فرمایا تھا کہ اگر جنگ کرنا مقصد ہوتا تو اتنا انجان نہیں ہوں حیدر کرار کا بیٹا ہوں دودھ پیتے بچے ساتھ نہ لاتا، تمہارے ہزاروں خط اب بھی میرے پاس موجود ہیں ہم خود آئے نہیں لائے گئے ہیں اس لیے یہ توقع مجھ سے کبھی نہ رکھنا کہ میں اپنا نظریہ تبدیل کر لوں گا۔

ہجوم دیکھ کے رستہ نہیں بدلتے ہم

کسی کے ڈر سے تقاضا نہیں بدلتے ہم

ہزار زیر قدم راستہ ہو کانٹوں کا

جو چل پڑیں تو ارادہ نہیں بدلتے ہم

شمر یہ بات سن کر بگڑ گیا اور امام زین العابدین کو جھکڑی لگا کر چالیس اونٹوں کی قطار کی مہار بیمار عابد کو پکڑا دی اور ایک ہاتھ میں وہ نیزہ پکڑا دیا جس پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لٹکایا گیا تھا اب کربلا کا میدان عبور ہونے لگا اہل بیت کے مقدس خانوادے کی لاشوں کے انبار سے قافلہ گزر رہا تھا عابد بیمار صدموں سے دوچار کانپ کانپ کر قدم رکھتا ہوا گزر رہا تھا کہ

پھوپھی زینب نے فرمایا بیٹا: سنبھل کے چل، عرض کیا: پھوپھی! کیسے سنبھلوں اوپر دیکھتا ہوں تو باپ کا سر نظر آتا ہے نیچے دیکھتا ہوں تو بھائیوں کے دھڑ نظر آتے ہیں، پیچھے دیکھتا ہوں تو اونٹوں پہ سوار چادر تپہیر کی وارث بیبیاں ہیں اور وہ بھی قیدی لوگوں کے بچے گل و گلزار میں چلتے ہیں اور عابد بیمار لاشوں کے انبار میں چلتا ہے۔

۔ ان سے کہہ دو جو ہیں جو یاں پیام زندگی
دے رہی ہے کربلا درس دوام زندگی
وہ جلیل القدر فرزند شہ بدر و حنین
مرتضیٰ کا پارہ دل، فاطمہ کا نور عین
جس نے قانون شرع جاں دے کے پورا کر دیا
بیعت باطل نہ کی اور راہ حق میں سر دیا

حضرت بی بی زینبؓ نے فرمایا: بیٹا یہ وقت اپنے دکھ سنانے کا نہیں ہے میرے دل میں بھی دکھوں کا ایک طوفان ہے اور اے عابد دین کے لیے یہ دکھ ہم نہیں اٹھائیں گے تو کون اٹھائے گا لیکن ابھی اپنے باپ کا بتایا ہوا وظیفہ پڑھتا رہ۔ و بشر الصابریں۔

انشاء اللہ مدینے جائیں گے تو اپنے نانے کے سامنے یہ ساری باتیں کریں گے، عرض کیا ہمیں بھلا یہ ظالم کوئی مدینے جانے دیں گے؟ فرمایا: کیوں نہیں ہم ضرور مدینے جائیں گے ان جھوٹوں کے جھوٹ، مکاروں کی مکاریاں، دھوکے بازوں کی دھوکہ بازیاں اور ان دجالوں کا مکرو و فریب ختم ہو جائے گا مگر تیرے ابا حسینؓ کے بول بالے قیامت تک ہوتے رہیں گے کیونکہ اگر ہم نے مدینے نہ جانا ہوتا تو میرا ویر حسینؓ مجھے نہ کہتا کہ زینب: مدینے جا کر تانا کے روضے پہ میرا خصوصی سلام عرض کرنا، فرمایا: ساری باتیں بڑی تفصیل کے ساتھ اپنے نانے کو بتائیں گے کہ

۔ عابد نوں جیویں پہنائیاں سی کڑیاں
تے بیمار نے جیوں مہاراں سی پھڑیاں
اوٹھاں تے جویں پردے داراں سی چڑھیاں
گزریاں قیامت دیاں جویں گھڑیاں

ایہہ تانے نوں دکھڑے سناواں گی جا کے
تے جالی نوں چم چم ہلاواں گی جا کے
تے آکھاں گی نانا، میرا حال دیکھو
جو کیتی اے امت میرے نال دیکھو

اللہ اللہ: کیسا منظر ہوگا جب کسی عام آدمی کی بیٹی نہیں علی کی بیٹی، نبی کی نواسی اور حسین
کی بہن قیدی بن کر جا رہی ہوگی اور اپنے بیمار بھتیجے سے یہ باتیں کر رہی ہوگی۔

اور فرمایا: میں جب اپنے تانے کے روضے پر حاضر ہوں گی تو رات کے اندھیرے میں
جاؤں گی تو میرا ”نبی اللہ حی یذوق“ کی شان والا نانا مجھ سے ضرور پوچھے گا (اور اتنے
مہینوں کے بعد دوہتی تانے کے پاس جائے اور اس کے دین کیلئے اتنے صدے سہہ کر
جائے تو بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نانا نہ پوچھے) اے زینب: میری شریعت میں عورت بغیر محرم
کے گھر سے نہیں نکل سکتی تو اکیلی رات کے اندھیرے میں یہاں کیسے آگئی ہے؟ تو میں عرض
کر دوں۔ نانا جان: آپ کی شریعت کی پاسداری کیلئے سر بھی کٹائے ہیں گھر بھی لٹائے ہیں
تو میں ان بھی نہیں ہوں کہ مسئلہ کا پتا نہ ہو شریعت کو ہی سینے سے لگا کر بیٹھے رہے ہیں اکیلی
اس لیے آگئی ہوں کہ عورت کے دوہی رشتے ہوتے ہیں والدین اور سسرال کا (ساورے اور
پیلے) میں دونوں کر بلا میں تیرے دین پر قربان کر آئی ہوں ساتھ کس کو لاتی؟

۔ تانے دا دین بچایا اے زینب دے سوہنے ویراں نے
کر بل وچ عشق نماز دیاں کر چھڈیاں حسین اخیراں نے
اصغر دی پیاس بھجاون لئی، جد منگیا پانی مولا نے
اگوں پیاس بھجائی اصغر دی حٹل دے خونی تیراں نے
لئی جھوک حسین دی کوفیاں نے کیتا قیدی پردے داراں نوں
عابد بیمار دے ہتھاں نوں پایاں شمر لعین زنجیراں نے
نیزے چڑھنا حسین بیٹہ قبول کیتا، پر بیعت یزیدی نہ کیتی
اسلام نوں زندہ کر چھڈیا، ہویاں دو جگ وچ تشہیراں نے
گھٹ پانی وی نہیں پین دتا، کوثر دے نیازی وارثاں نوں
ظالم بے درد نہ جان سکے، حیدر دیاں ایہہ تصویراں نے

اور رات چھا گئی:

جب رات کا وقت ہوا تو قافلہ روک دیا گیا، اہل بیت کی چالیس اونٹنیوں میں سے ایک کو ذبح کیا گیا۔ اپنی طرف سے یزیدیوں نے بہت عمدہ سالن تیار کیا اور آواز لگا دی گئی الطعام الطعام اپنا اپنا کھانا لے جاؤ۔ تمام فوجی اپنے اپنے برتن اٹھالائے سالن برتنوں میں ڈالتے جاتے تو سیاہ ہوتا جاتا اور ہر طرف بدبو ہی بدبو پھیل گئی۔ پریشان ہو کر عابد بیمار کو بلایا گیا اور بڑے غصے سے پوچھا، اگر اونٹنی بیمار تھی تو ہمیں بتایا کیوں نہیں اتنا وقت لگا کر سالن تیار کیا ہے لشکر کو بھوک نے مٹھا لیا ہوا ہے ہماری ساری محنت 'لوازمات و مصالح' جات ضائع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ہماری تو کوئی اونٹنی بیمار نہ تھی، انہوں نے کہا، پھر ایسا کیوں ہوا ہے؟ فرمایا قطار میں سے کس نمبر کی اونٹنی ذبح کی ہے؟ انہوں نے کہا پانچویں نمبر کی فرمایا: اوہو! اس پہ تو میرا ویرا کبر سوار ہو کر مدینے سے کر بلا آیا تھا۔ انہوں نے کہا پھر کیا ہوا؟ اس سے سالن خراب ہونے کا کیا تعلق؟ فرمایا: جو ہوا سو ہوا، اللہ کو پسند نہ آیا کہ پاک علی اکبر کی سواری پلیدوں کی خوراک بنے۔

شمر نے پھر ڈانٹا کہ تم ایسی باتیں کرنے سے باز کیوں آتے ہو؟ فرمایا: تم پوچھتے ہو تو مجبوراً سچی بات بتانا پڑتی ہے اگر بعد میں جھڑکنا ہوتا ہے تو پہلے پوچھتے ہی کیوں ہو؟ اگر پوچھو گے تو صداقت کا دامن ہرگز نہیں چھوڑ سکتا ہم زمانے کی رو میں بہنے والے نہیں ہم تو زمانے کو اپنے ساتھ لے کر چلنے والے اور زمانے کے رخ بدلنے والے ہیں۔

۔ ناز ہے تم کو کہ بدلا ہے زمانے نے تجھے

مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

عابد بیمار کو فیوں کی ان باتوں سے کبیدہ خاطرہ اور دلبرداشتہ ہوئے تو پھوپھی زینب نے پھر تسلی دی کہ بیٹا میرے بھائی حسین رضی اللہ عنہ نے تجھے اس لیے ہمارے لیے چھوڑا تھا کہ تو ہمارے ساتھ رہے اور ہماری اونٹنیوں کی مہار پکڑ کر راضی برضا ہو کر آگے آگے چلتا رہے تاکہ یزیدی ہماری سواریوں کو ہاتھ بھی نہ لگا سکیں اور دنیا کو درس ہدایت دیتا رہے کہ۔

۔ عبادت ہے شجر لیکن شہادت ہے شمر اس کا

عبادت ہے دعا لیکن شہادت ہے اثر اس کا

عبادت بے شبہ بے چین دل کو چین دیتی ہے
شہادت چین لے کر ہاں گردارین دیتی ہے
عبادت کی حقیقت ہے محبت میں فنا ہونا
شہادت کی حقیقت ہے فنا ہو کر بقا ہونا

اہل بیت کے لئے ہوئے قافلے کی حفاظت کیلئے سات سو فوجیوں کو متعین کیا گیا
ساڑھے تین سو ایک طرف اور ساڑھے تین سو دوسری طرف، آج بھی سارا دن قافلہ چلتا رہا
اور شام ہو گئی تو پھر قافلہ روک دیا گیا۔

عیسائی راہب کا قصہ:

اس دوسری رات جہاں پڑاؤ کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ قریب ہی ایک عیسائی راہب کا
گرجا (یا یہودی عالم کا کنیہ) تھا۔ لشکر نے سوچا کہ یہودی عیسائی کو کیا ہمدردی ہو سکتی ہے
اہل بیت سے کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شب خون مار کر حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو غائب کر دے چنانچہ
ابوالخوق کو فی کے حوالے سر حسین رضی اللہ عنہ کیا اور خود سارا لشکر سو گیا، راہب آدھی رات کو عبادت
کیلئے اٹھا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے گرجے کی دیوار کے ساتھ نیزے پر کوئی سر لٹکا ہوا ہے وہ
دوڑ کر پہرے دار ابوالخوق کے پاس آیا اور کہا مجھے بتایہ کس کا سر ہے؟ اس نے کہا: مجھے
بتانے کی اجازت نہیں راہب نے چند ٹکوں کا لالچ دیا تو پہرے دار نے کہا یہ باغی کا سر ہے
راہب کہنے لگا تو کہتا ہے باغی کا سر ہے جبکہ مجھے لگتا ہے کہ مسجد نبوی کے کسی نمازی کا سر ہے،
ٹھیک ٹھیک بتا۔

یہ کون درد ملت بیضا کا درماں ہو گیا
یہ کس کا سر نیزے پہ لٹکا کون قرباں ہو گیا

ابوالخوق نے کہا: هذا رأس الحسين: یہ حسین کا سر ہے اس نے کہا من حسین؟
حسین کون: وہ بولا ابن علی و ابن نبی و ابن قاب قوسین او ادنی، حسین علی کا بیٹا، نبی
قاب قوسین والے کا بیٹا، اس نے کہا وہی نبی جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں وہی
نبی۔ پادری نے کہا: بنس القوم انتم لو کان للمسیح ولد لا سکنناہ احد اتنا تم کتنے

برے لوگ ہو اگر ہمارے عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اس کو آنکھوں کی پتلیوں پر بٹھاتے۔

اچھا مجھ سے اسی ہزار درہم لے لے اور جو آدمی رات رہ گئی ہے مجھے سر کو گر بے میں لے جانے دے، پہرے دار نے کہا: میں مشورہ کر کے بتاتا ہوں، اس نے شمر وغیرہ کو جگایا اور کہا ہم نے دنیا کی دولت کیلئے ہی سارا کچھ کیا ہے اگر تم اجازت دو تو سر حسین رضی اللہ عنہ کے اسی ہزار مل رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: حالات اگر ٹھیک ہیں تو دے دے مگر اس سے پوچھ تو سہی کہ تو عیسائی ہو کر اس میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے اس نے پوچھا تو عیسائی نے کہا، ساری عمر انجیل پڑھی ہے مگر وہ نور نظر نہیں آیا جو اس کٹے ہوئے سر سے نظر آ گیا ہے۔

بریدہ سر تھے مگر دے رہے تھے درس حسین رضی اللہ عنہ

ستارے ٹوٹ کے بھی روشنی لاتے ہیں

حیات خفی میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ وہ نیزہ جس پر سر کار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس لٹکایا گیا تھا ایک دیوار کے ساتھ رکھ دیا۔ جب تمام لوگ سو گئے تو اچانک رات کے وقت راہب نے دیکھا کہ سر اقدس سے نور کی شعاعیں نکل کر آسمان کی طرف جارہی ہیں اور سر مبارک سے تسبیح و تہلیل کی آواز آرہی ہے اور کوئی کہنے والا یہ بھی کہہ رہا ہے السلام علیک یا ابا عبد اللہ الحسین۔ راہب یہ عجیب نظارہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پھر راہب نے لب بام سے جھانک کر پہرہ داروں سے جا کر دریافت کیا کہ یہ سر مبارک کس کا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ حسین رضی اللہ عنہ ابن علی اور نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نبی اللہ کی بیٹی فاطمہ کے بیٹے ہیں۔ راہب نے بصورت تعجب کہا کیا وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہارے رسول ہیں تو انہوں نے کہا ہاں، تو راہب نے کہا: بئس القوم انتم لو کان للمسیح ابن لا سکناہ احد اتنا۔ تم بہت بڑے لوگ ہو کاش اگر ہمارے عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اسے اپنی آنکھوں پر بٹھاتے ان کی تعظیم و تکریم کرتے۔ پھر کہا یہ سر مبارک صبح تک میرے حوالے کر دو۔ اس پیش کش کو انہوں نے مان لیا اور دیناروں کی تھیلیاں لے لیں اور سر مبارک اس راہب کے حوالے کر دیا۔ راہب نے سر مبارک کو لیا اور پھر اپنے کسی کمرہ میں لے جا کر صاف پاک ریشمی کپڑے سے گردوغبار صاف کیا اور خوشبو لگائی اور پھر بڑی تعظیم سے

اپنے پاس رکھا اور روتا رہا جب صبح کا وقت ہوا تو سر اقدس کو خطاب کر کے کہا۔ لا اھلک الا
نفسی وانا اشھد ان لا الھ الا اللھ وان جددک محمد رسول اللھ ﷺ و اشھد
انی مولاک۔ میں سوائے اپنی ذات کے کسی اور چیز کا مالک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا
کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ کے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے سچے رسول ہیں اور
میں آپ کا غلام ہوں اور صبح پھر سر مبارک حسب وعدہ ان کو واپس کر دیا اور خود مسلمان ہو کر
پہاڑوں میں چلا گیا اور عبادت خداوندی میں مشغول ہو کر آخر دولت اسلام سے وفات پائی۔

۔ ہیں ہمارے مقتدائے محترم حضرت حسین

سید اہل عرب شاہ عجم حضرت حسین

ابن حضرت فاطمہ فرزند حضرت مرتضیٰ

پرتو نور نبی محترم حضرت حسین

ماہتاب سحر تفسی خورشید حضرت مصطفیٰ

فاطمہ منزل کے ہیں نجم دوم حضرت حسین

مظہر خلق پیبر مصدر فیض علی

عرصہ رشد و ہدایت کے علم حضرت حسین

صورت و سیرت میں تھے ہم شکل حضرت مصطفیٰ

مثل حیدر تھے بڑے عالی کرم حضرت حسین

اللہ اللہ صبر فرماتے بلاؤ ظلم پر

جھیلے تھے ہر مصیبت درد و غم حضرت حسین

راہب نے کہا: ایک بار پھر بتا یہ اسی کا سر ہے ناں جو را کب دوش رسول ہے، جگر گوشہ

بتول ہے، دل بند علی المرتضیٰؑ ہے، نور دیدہ زہراؑ ہے اس نے کہا: ہاں اسی حسینؑ کا

سر ہے۔ راہب بولا، پھر سن لے، یہ حق کا پیشوا بھی ہے صابروں کا رہنما بھی ہے، شریعت کا

مقتدا بھی ہے۔

وہ سر کو اندر لے گیا اور دروازے پر پہرے دار بیٹھ گئے راہب نے صندل کی لکڑی

کے پتوں سے حسینؑ کے سر پر لکڑی کے پتوں سے لگا کر بلا

کی ریت کے ذرے امام کے بالوں سے یوں نکل رہے تھے جیسے کالی سیاہ رات میں روشن ستارے نکلتے ہیں اور دل ہی دل میں پڑھ رہا تھا۔

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشہ بتول

ساری رات اپنی عبادت کی بجائے سر حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کرتا رہا سحری کا وقت آیا تو اس نے عجیب منظر دیکھا کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہونٹ ہل رہے ہیں اور آواز آرہی ہے اس نے کان لگایا تو وہی آواز آرہی تھی جو شہادت کے وقت آئی تھی سبحان ربی الاعلیٰ۔ اس نے اپنی آنکھیں ملیں کہ کہیں میں خواب میں تو یہ سب کچھ نہیں دیکھ رہا جب اس کو اپنے بیدار ہونے کا یقین ہو گیا تو سوچنے لگا، زندگی کے تمام ذرائع منقطع ہیں، سانس کی نالیاں کٹی ہوئی ہیں اور اگر پھر بھی اس سر سے تسبیح کی آواز آرہی ہے تو یہ ترجمان حقیقت نہیں تو اور کیا ہے؟

اس نے تورات کو بند کر کے الماری میں رکھ دیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو مخاطب کر کے کہا: اے حسین رضی اللہ عنہ میں عیسائی ہوں میں نے تیرے مانے کو نہیں دیکھا مگر تیرے سر سے سبحان ربی الاعلیٰ کی آواز سن کر بھی اگر تیرے دین کو قبول نہ کروں تو مجھ سے بڑا بد نصیب کون ہو سکتا ہے۔ جس زندگی میں تو سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ رہا ہے اسی کے ساتھ گواہ ہو جا کہ میں تیرے مانے کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ رہا ہوں اور تیرے کئے ہوئے مگر زندہ سر کو گواہ بنا کہ یہ کہتا ہوں کہ آج کے بعد انجیل نہیں چلے گی چلے گا تو محمد رسول اللہ کا قرآن ہی چلے گا۔

نہ کچھ کہنے کی حاجت ہے نہ کھانے کی تمنا ہے

تیرے سر کی قسم اب سر کٹانے کی تمنا ہے

یہی کہنا ہے آقا اور کچھ کہہ نہیں سکتا

کہ تجھ کو چھوڑ کر میں اس جہاں میں رہ نہیں سکتا

صبح ہونے تک سر کو دیکھتا دیکھتا اور دیکھتا ہی رہا اور ساتھ اپنے آپ کو یہ کہتا تھا کہ

یہ دیکھنے کی چیز ہے اسے بار بار دیکھ

صبح ہوئی تو سر حسین رضی اللہ عنہ کو عمدہ، ریشمی کپڑے میں لپیٹا، اسی نزار پر ہم لے کر نکلا

کا ورد کرتے ہوئے لشکر یزید کی طرف جا رہا تھا وہ بڑے حیران ہوئے کہ رات کو عیسائی تھا اب کلمہ پڑھ رہا ہے۔ انہوں نے کہا، ہم کلمہ پڑھ کے سر کو کاٹ لائے ہیں اور تو کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر کلمہ پڑھ رہا ہے تجھے اس سے کیا نظر آیا ہے اس نے وجد میں آ کر کہا: ظالموں میں تمہیں کیا بتاؤں کہ مجھے کیا کیا نظر آیا؟ پلک جھپکی تو کملی اوڑھنے والا نظر آیا۔ اگر تم اندھے ہو گئے ہو تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ سارا جہاں ہی اندھا ہو گیا ہے۔ مجھے اس سر سے رسالت کے انوار بھی نظر آئے ہیں، توحید کے چمکار بھی نظر آئے ہیں، صداقت کی لہریں بھی نظر آئی ہیں اور شرافت کی چمکیں بھی نظر آئی ہیں۔ میں تو ساری رات سر کو دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ شاید اللہ نے آج سارے جہاں کے نور کو حکم دے دیا ہے کہ اگر تو نے برسا ہے تو حسین علیہ السلام کے چہرے پہ برس، لہذا یہ اپنے اپنے مقدر کی بات ہے تم کلمہ پڑھ کے سر کو کاٹ کر مردود بن گئے ہو اور میں کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر کلمہ پڑھ کر خدا کا محبوب بن گیا ہوں۔

۔ انسان کی جبیں پہ ستارے سجا دیئے

زخموں کے پھول دشتِ بلا میں پھیلا دیئے

نوکِ سناں پہ بول کر تو نے میرے حسین علیہ السلام

ساری تاریخ کو تو نے تالے لگا دیئے

یزیدی لشکر نے اسی ہزار درہم لیے اور چند قدم ہی ابھی چلے تھے تو وہ درہم ٹھیکریان بن گئیں، ہر ٹھیکری کے ایک طرف لکھا تھا۔

ولا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظلمون۔ (ابراہیم)

اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کرتوتوں سے غافل نہ جان۔ اور دوسری طرف سورہ شعراء کی آخری آیت لکھی ہوئی تھی۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ عنقریب ظالم جان لیں گے کہ ان کا ٹھکانہ کیا ہے۔

۔ کرتی رہے گئی پیش شہادت حسین کی

آزادی حیات کا سرمدی اصول

قافلہ پھر چل پڑا:

یہ کیسا قافلہ تھا ہم نے بڑے بڑے قافلے دیکھے ہیں سینکڑوں بسوں پر مشتمل قافلہ یاد

حسین جیہ کیلئے محرم الحرام میں قصور بابا بلھے شاہ کے حرار پر انوار پر حاضری کیلئے جا رہا تھا وہاں سے ہو کر بابا فرید مسعود گنج شکر کی بارگاہ میں حاضر ہوا پھر وہاں سے چل کر سلطان العارفین کے دربار پہنچا میں نے دیکھا آگے آگے جا رہے ہیں پیچھے پیچھے مرید ہیں مگر یہ ایسا قافلہ تھا کہ

۔ جہوں ثریا سی کوئے دے دل قافلہ

انہی انہی کی سیدہ سر جا رہا

اور دیکھنے والے اس سیدہ عالی وقار کے سر انور کو دیکھتے اور آنسوؤں کے نذرانے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے۔

۔ سوار ہو کے وہ خیزے پہ سوئے شام گیا

محمد و علی جس سر کے بوسے لیتے رہے

سر شبیر کوئے میں آتا ہے

کوئے میں امن زیادہ نے قافلہ پہنچنے سے پہلے ہی یہ حکم سختی کے ساتھ نافذ کر دیا تھا کہ عورتیں چھتوں پہ چڑھ کر اور مرد کوئے سے باہر نکل کر ہمارے لشکر کا استقبال کرو اور فتح کا جشن مناؤ اور خبردار قیدیوں کی طرف دیکھنا بھی نہیں تاکہ وہ سمجھ لیں کہ صرف یزید اور ابن زیاد ہی ہم سے ناراض نہیں سارا زمانہ ہی ہم سے من موڑے ہوئے ہے اور روٹھا ہوا ہے حالانکہ

۔ یہ عام انساں نہیں تھے ساقی کوثر کے بیٹے تھے

یہ اپنے آقا رحمت عالم کی گودی میں لینے تھے

نہ چاہا آپ نے عیاسوں کے سر پہ تاج جل جائے

میرے ہوتے ہوئے انسانیت کا دم نکل جائے

مگر خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ مشیت ایزدی سمجھ کر یہ سب کچھ برداشت کرتے رہے اور لوگوں کو بتاتے رہے کہ

۔ ہمارا ہر قدم منائے قدرت کے مطابق ہے

سفر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مشیت کے مطابق ہے

مشیت کے مطابق سر جھکا دینا ہی لازم ہے

رضائے یار میں سب کچھ لٹا دینا ہی لازم ہے

قافلہ دار الامارۃ (گورنر ہاؤس) پہنچا تو ایک عورت بی بی زینبؓ کے پاس آ کر کہنے لگی، مجھے ابن زیاد نے بھیجا ہے کہ زینب سے پوچھ کے آ اگر کسی چیز کی حاجت ہو تو بتا دے ہم پوری کریں گے (اس کا مقصد یہ تھا کہ) کوئی کپڑا، پانی، کھانا دے کر خوش کر لیں گے فرمایا: خدا وہ زبان ہی نہ دے جو تم سے مانگے اور اس کو جا کر بتا دے کہ حوض کوثر کے مالک نہ تب تیرے کھانے پانی کے محتاج تھے نہ اب ان کو تیرے پانی کی ضرورت ہے اگر تو کچھ کرنا ہی چاہتا ہے تو عابد بیمار کی جھکڑیاں ذرا ڈھیلی کر دے اور جس بیرک یا جیل کی کوٹھری میں اس کو بند کرے گا اسی میں مجھے بھی قید کر دینا تاکہ اپنے بھتیجے کو ایک بار پھر دلاساہ اور تسلی دے سکوں۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا اہل کوفہ سے نیمثال خطبہ

جب لوگوں کا ہجوم ہر طرف دیکھا گیا اور آل رسول کی سیدزایاں اس حال میں کوفہ کے بازار سے گزر رہی تھیں کہ حضرت سیدہ زینب علیہا السلام بنت مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے دیکھا کہ کچھ لوگ گھور گھور کر بھی دیکھ رہے ہیں تو سیدہؓ نے بلند آواز سے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ مخدرات عصمت و طہارت خاندان نبوت آرہی ہیں اپنی نگاہوں کو نیچے کرو، سیدہؓ نے بلند آواز سے ایسے لوگوں کی نگاہ نیچی ہو گئیں اور جو شور و غل تھا ساکت ہو گیا۔ سیدہؓ نے پھر اونٹنی پر سوار کوفہ کے بازار میں مردوں عورتوں سے خطبہ فرمایا: یہ وہ سیدہؓ ہیں جو اپنے باپ کے دور خلافت میں کوفہ میں اپنے مکان کے اندر درس قرآن دیا کرتی تھیں۔ آج شیر خدا کی شہزادی واقعہ کر بلا کے عظیم سانحہ کے بعد حالت اسیری میں بھی بازار کوفہ میں خطبہ فرما رہی تھیں۔ شیر خدا کی اس شہزادی کا خطبہ شروع کرنا تھا کہ مولائے کائنات باب مدینہ العلم کا اب دلہہ تازہ ہو گیا۔ سیدہ کی فصاحت و بلاغت اور علوم قرآنی پر پہلے ہی لوگ واقف کار تھے اور آج کالب و لہجہ اور انداز خطابت ایسا تھا کہ گویا سرکار سیدنا مولائے کائنات بول رہے ہیں۔ جب ہر طرف خاموشی چھائی تو حضرت سیدہ زینبؓ نے یہ خطبہ

ارشاد فرمایا۔ (حیات النبی ص ۳۳۶)

الحمد لله والصلوة على ابي محمد وعلى اله الطيبين الاخيار
اما بعد!

ترجمہ: ہر قسم کی خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں۔ میرے باپ
(یعنی نانا جان) محمد ﷺ پر اور ان کی طیب و طاہر و نیک اولاد پر اللہ تعالیٰ کی
رحمت ہو۔

اے کوفہ والو! اے عہد شکنو، اپنی زبان سے پھر جانے والو اور اپنے الفاظ بھول جانے
والو، تم رو رہے ہو، تم روتے رہو تمہارے آنسو خشک نہ ہوں اور تمہاری آہ فغاں کبھی بند نہ
ہو۔ تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جو سوت کاتی (کپڑا بناتی) ہے اور پھر اسے ادھیر ڈالتی
ہے۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ تم میں ایک تنفس بھی ایسا ہے جو جھوٹا اور شکنی خور نہ ہو؟ جس کے
دل میں کھوٹ نہ ہو۔ لومڑیوں کی طرح چا پلوس اور خوشامدی نہ ہو دشمنوں کا سا کینہ نہ رکھتا ہو
جو راہ حق کو چھوڑ کر بے دینی پر نہ جھگڑتا ہو۔ یاد رکھو جو کچھ تم نے اپنے لیے آگے بھیجا ہے وہ
بہت برا ہے۔ تم پر خدا کا غیض و غضب ہے اور تم اس کے قہر میں مبتلا ہو گے۔ اے جھوٹے
کوفیو! تم میرے بھائی پہ گریہ اور نوحہ کر رہے ہو ہاں خدا کی قسم روؤ اور خوب روؤ تم کو رونا
مناسب ہے۔ ہنسو کم اور روؤ زیادہ تم نے بہت بری بری باتوں کی آرزوئیں کی ہیں جن کو تم
رو دھو کر بھی کبھی اپنا دامن پاک و صاف نہ کر سکو گے۔ بھلا بتلاؤ تم خاتم النبیین اور معدن
رسالت کے فرزند کے قتل کے داغ کو کیسے دھو کر صاف کر سکتے ہو؟ جنت کے نوجوانوں کے
سردار کے قتل کے دھبہ کو کیونکر مٹا سکتے ہو۔ وہ تمہاری لڑائیوں میں تمہاری پناہ گاہ تھے۔ تمہاری
جماعتوں کے محافظ تھے، تمہاری سلامتی کی قرار گاہ تھے، تمہارے کلمہ کی اساس اور بنیاد تھے۔
تمہاری مصیبتوں اور تمہارے حوادث میں تمہارے جائے پناہ تھے تمہاری معاشرت درست
کرنے والے تھے تمہاری باہمی گفتگو کا مرجع تھے۔

آہ، کتنی بری بات ہے جس کو تم آخرت میں بھیج چکے ہو اور کتنی سنگین ہے وہ چیز جس کو تم
نے قیامت کیلئے چھوڑا ہے۔ وہ چیز تم کو بڑی دور کرنے والی ہے۔ (یعنی جنت سے) تم کو
ڈس لینے والی تم کو اوندھا ڈال دینے والی ہے اور تمہاری کوشش ناکام رہی۔

حسرت و فاداری نے تمہارے چہرے بگاڑ دیئے، تم خدا کے غیض و غضب کا ٹھکانہ بن گئے۔ کوفہ والو تمہیں معلوم ہے کہ تم نے محمد ﷺ کے کون سے جگر گوشہ کو پھاڑا ہے اور محمد ﷺ کی کون سی بیٹی کی بے حرمتی کی ہے اور کون سے خون کو تم نے بہایا ہے۔ آہ تم ایک بہت بڑے حادثہ کے مرتکب ہوئے ہو۔ تم ایک ایسے جرم کے مرتکب ہوئے ہو جو منہ بگاڑ دینے والا اور مصیبت میں مبتلا کر دینے والا ہے۔ اگر اس موقع پر خون کی بارش ہو تو کیا تم تعجب کرو گے؟ یاد رکھو آخرت کا عذاب تم کو رسوا کرنے والا ہے اور وہاں ایسے لوگوں کی مدد نہ کی جائے گی۔ کوئی طاقت خدا کے کاموں میں دخل نہیں دے گی اور نہ انتقام لینے سے کوئی روک سکتا ہے اگر واہیہ، ہیار و عمیا (مختلف علاقوں) پر آسمان سے خون برسا ہے تو تم کو تعجب کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تمہارا رب مافرانوں کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ آہ! تم نے وہ جرم کیا ہے کہ آسمان گر پڑیں زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

یہ خطبہ شجاعت و فصاحت و بلاغت سن کر لوگ حیرت میں پڑ گئے اور دشمنوں کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا۔ مذلم بن کثیر عرب کے مشہور فصحا میں عمر رسیدہ بزرگ تھے جب سیدہ جعففہ نے خطبہ ختم فرمایا تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں اور ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہے ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھا اور وہ کہہ رہے تھے۔ یا ابی انتم و امی کھولکم خیر الکھول و شبابکم خیر الشباب و نساء کم خیر النساء و نسلکم خیر النسل و فضلکم فضل عظیم۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کے بزرگ سب بزرگوں سے بہتر آپ کے جوان سب جوانوں سے افضل، آپ کی عورتیں سب عورتوں سے اشرف، آپ کی نسل سب نسلوں سے اعلیٰ اور آپ کا فضل فضل عظیم ہے۔ جو نہ باطل سے دبتے ہیں اور نہ باطل کے سامنے جھکتے اور نہ حق بات میں جھجکتے ہیں پھر یہ شعر کہا۔

کھولہم خیر الکھول و نسلہم

اذا عر نسل لا یورو لا یخزی

بشیر بن خزیم اسدی کا بیان ہے کہ سیدہ جعففہ کی تقریر کے دوران مجمع پر سکوت چھایا ہوا تھا۔ سانس لینے کی آواز بھی سنائی نہ دیتی اور خطبہ سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ سرکار باب مدینہ العلم تقریر فرما رہے ہیں۔

دربار میں خطبے کبھی قرآن کی تلاوت

انداز میں باب مدینہ کی فصاحت

سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰؓ کی عبید اللہ ابن زیاد سے گفتگو:

یہ سن کر بدنہاد عبید اللہ ابن زیاد بدست بجائے اس کے کہ شرمسار ہوتا کہ آج رسول اللہ ﷺ کی نواسی ایسی حالت میں میرے دارالامارت میں پیش ہیں الٹا اس نے اپنی بے دینی کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ اچھا ہوا تم ذلیل ہوئے اور قتل بھی کیے گئے اور تمہارا جھوٹ ظاہر ہو گیا۔

سیدہ زینب کبریٰؓ نے فوراً عبید اللہ ابن زیاد کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

الحمد لله الذي اكرمنا بنبيه محمد طهرنا من الرجس تطهيرا
انما يفتضح الفاسق و يكذب الفاجر وهو غيرنا الحمد لله
سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو اپنے نبی ﷺ کے ذریعہ عزت و شرف بخشا اور ہمیں ہر قسم کی پلیدیوں سے پاکیزہ فرمایا،
ہاں البتہ ذلیل و رسوا فاسق ہوتا ہے اور جھوٹ بھی فاجر بولتا ہے۔ خدا کا شکر
ہے وہ ہم نہیں ہیں بلکہ ہمارا غیر ایسا ہو سکتا ہے۔

سیدہ زینبؓ کا یہ جواب سن کر عبید اللہ ابن زیاد نے طنزاً کہا:

رایت فصل الله با هليتك

دیکھا خدا نے تمہارے خاندان کے ساتھ پھر کیسا سلوک کیا؟

سیدہ زینبؓ نے فرمایا:

ما رایت الا جمیلا هولاء قوم كتب الله عليهم القتل فبرزوا الى
مضجعهم وسيجمع الله تعالى بينك وبينهم فتحاجون و تختصون
عنده.

میں نے تو اپنے خدا کے حسن سلوک کے سوا آج تک کچھ دیکھا ہی نہیں۔ یہ شہید ہونے والا وہ گروہ ہے جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے درجہ شہادت قلم قدرت سے لکھ دیا تھا اس

لیے وہ اپنی مقتل گاہ آیا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا جب اس حقیقی عادل کی بارگاہ ربوبیت سے فیصلہ ہوگا تو پھر معلوم ہو جائے گا کون اس کے نزدیک کامیاب ہے۔ سیدہ جنت کا یہ جرأت مندانہ جواب سن کر عبید اللہ ابن زیاد آگ بگولا ہوا اور اس نے سیدہ جنت کو کچھ گزند پہنچانے کا ارادہ کیا مگر عمرو بن حرث نامی ایک شخص نے اسے یہ کہہ کر ٹھنڈا کر دیا۔ ایہا الامیر انہا امرأۃ لا تواخذ بشیء۔ (حیات خفی)

اے امیر! یہ عورت ہے اور عورت کی کسی بات پر مواخذہ نہیں کیا جاتا اور نہ اس کے کسی خطاب پر اس کی مذمت کی جاتی ہے اور بعض نے یہ بھی کہا اے امیر! کیا بات ہے اب تجھ میں اتنی حمیت بھی باقی نہیں رہی کہ عورتوں پر ہاتھ اٹھانے لگا (جو ایک بزدل ڈرپوک کی نشانی ہے)۔

پھر عبید اللہ ابن زیاد نے سیدہ جنت کو مخاطب کر کے کہا۔ خدا نے مجھے تیرے سرکش بھائی اور تیرے خاندان کے نافرمانوں سے شفا دی ہے۔ (حیات ج ۲ ص ۲۵۰)

سیدہ زینب جنت نے فرمایا: مجھے اپنی جان کی قسم تو نے میرے بڑوں کو قتل کیا، میرے اہل و عیال کو خراب کیا، فرع کو قطع کیا اور اصل کو کچل ڈالا اگر یہ باتیں تیرے لیے شفا ہیں تو یقیناً تو نے شفا حاصل کر لی ہے۔ (حیات)

عبید اللہ ابن زیاد یہ سن کر کہنے لگا یہ عورت جج اور قافیہ میں بات کرتی ہے یعنی نہایت فصیح اور بلیغ اور صاف گو ہے۔ پھر کہنے لگا تمہارے باپ بڑے فصیح و بلیغ تھے اور خطابت میں ان کو جو ملکہ تھا وہی تم کو حاصل ہے لہذا اس میں کچھ تعجب نہیں۔

سیدہ زینب جنت نے فرمایا: جو کچھ میں نے کہا ہے یہ خطابت و فصاحت و جج و قافیہ نہیں بلکہ صداقت ہے، شرم کرو تمہیں شرم نہیں آتی فضول باتیں بنا رہا ہے۔

عبید اللہ ابن زیاد پھر خاموش ہو گیا۔

عبید اللہ ابن زیاد کی رسوائی اور زینب و سجاد کے پیار کی جھلک

اب عبید اللہ ابن زیاد نے حضرت علی اوسط المعروف زین العابدین کی طرف اشارہ کیا کہ کہا یہ کون لڑکا ہے جو اب یہ کہتا ہے کہ میں نبی کے لڑکے ہوں۔ انہیں اس وجہ سے قتل

نہیں کیا کیا تھا کیونکہ یہ عداوتیں عید اللہ بن زیاد نے کہا اچھا مگر اب اس کو میرے سوائے
 قتل کے کسی اور شخص سے عید اللہ بن زیاد کے لیے کئے گئے پر یا تو کھڑکھار یا اور فرمایا:

حسبک یا عید من عداہنا علیک وھل القوت الھنا غیر ھنا

لا ھلہ لا ھلہ فان لاحت کلہ فاکتلی ھنا (حیات ص ۱۲۵)

اب عید جس قدر تو عداوتیں بپا کا ہے سو تیرے لیے کافی ہے سوائے اس
 عداوت کے کی اور کون سے دستہ یہ عید ہے؟ خدا کی قسم اس سے عداوت ہوئی
 اگر اس کے بھی قتل کا ارادہ ہے تو مجھے بھی اس کے سر کو قتل کر دو۔ عید اللہ بن زیاد
 اس طرح عداوتیں فرمایا کہ میری بھینس بھی جان ڈرا مجھے بھی جواب دینے
 کو۔ آپ نے فرمایا اب عید اللہ بن زیاد الیہا لکل ھمونی ھما علما

ان قتلنا علما وکراما الشہداء (حیات)

کیا تو مجھے قتل ہونے سے ڈراتا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا مخالف عداوت ہے اور
 رافضی میں شہید ہونا مخالف فضیلت و کرامت ہے۔ عید اللہ بن زیاد بھینس کی اور کھینچ کی باجمی
 محبت اور ان کے جواب کا منظر دیکھ کر کہنے لگا۔ تعجب ہے اس محبت پر کہ رافضی اگر اس
 ٹوکے کو قتل کرنے کا حکم دے دیتا تو یہ عورت پہلے خود کو قتل کرنے کیسے تیار ہے، اچھا دعویٰ
 فانی اور لالہ بعد اسے معنی علی بوسط کو چھوڑ دو کیونکہ میں دیکھتا ہوں یہ اس کیسے کافی ہے۔

لا الہ الا تو پڑھ لیا اب لے مرو تاثیر کا

لا الہ الا تہ میں خوں ہے حضرت شبیر کا

لا الہ پڑھنے والو لا الہ سے پوچھ لو

لا الہ تو چاہیہا سرکٹ گیا شبیر کا

سر حسین ججو پر خونی اور ابن زیاد کا جھڑپ:

امام حسین ججو کا سر انور خونی اپنے گھر لے جانا چاہتا تھا اور ابن زیاد اپنے پاس رکھنا
 چاہتا تھا جب ججو اٹھ کر گیا تو کسی نے خونی سے کہا گورنر سے کیوں جھڑپ ہے مان لے
 اس کی بات، اس نے کہا تم نہیں سمجھتے اس راز کو، قیامت تک لوگ لعنتیں میرے اوپر

برسائیں گے اور راتوں رات یزید کے پاس سر پہنچا کر انعام یہ وصول کر لے میری آخرت تو پہلے ہی تباہ ہو چکی ہے اب دنیا بھی خراب کر لوں۔ چنانچہ خولی سر لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔ ابھی گھر نہیں پہنچا تھا کہ خیال آیا کہ میری بیوی پچھلے سال حج کرنے گئی تھی اور آ کر مجھے اس نے بتایا اور کئی بار یہ واقعہ سنایا کہ خولی کمال کی انتہا ہو گئی ہے میں جب لاکھوں حاجیوں کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہی تھی مطاف میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی کہ اچانک ایک سفید داڑھی والے بابے نے باب بنی شیبہ کی طرف سے آواز دی کہ لوگو: حسین آگیا بس پھر کیا تھا حجر اسود والوں کو بو سے بھول گئے اور انہوں نے حجر اسود کو چھوڑ کر حسین ؑ کو چومنا شروع کر دیا۔ کسی منکر نے اس وقت بھی کہا: لوگو حج خراب ہو جائے گا تو ان عاشقوں نے جواب دیا، ہمارا حج حسین ؑ کو چومنے سے خراب نہیں ہوگا بلکہ مکمل ہوگا کیونکہ ہم حجر اسود کو اس لیے چومتے ہیں کہ اس کو حضور ﷺ نے ایک بار چوما تھا اور حسین ؑ کو اس لیے چومتے ہیں کہ ان کو حضور ﷺ نے سات سال چوما اور سات سالوں میں ہزاروں بار چوما، جنت کا سردار ہونے کی وجہ سے چوما بھی اور جنت کا پھول ہونے کی وجہ سے سونگھا بھی۔

سلطان انبیاء کا نواسہ حسین ہے

یہ راز کبریا کا شناسا حسین ؑ ہے

روتے ہیں ہم تو آج بھی اے یار اس لیے

قدموں میں ہے فرات اور پیاسا حسین ہے

یہ کوئی جذباتی بات نہیں صحیح بخاری شریف میں ہے کہ صحابہ کرام ؓ حضور علیہ السلام کے وضو والے پانی کو زمین پر نہ گرنے دیتے تھے بلکہ اپنے جسموں پر مل لیتے تھے اور جس کو پانی نہ ملتا وہ دوسرے کے ہاتھ مل کر چہرے پہ مل لیتا تو جو صحابہ حضور ﷺ کے مستعمل پانی کا اتنا احترام کرتے تھے وہ خون رسول ﷺ کا کس قدر احترام کرتے ہوں گے۔

چنانچہ خولی نے سوچا کہ اگر میری بیوی کو پتا چل گیا تو میرا گھر بھی اجڑ جائے گا کیونکہ جب سے میری بیوی نے حسین ؑ کی زیارت کی ہے ذکر حسین ؑ اس کا وظیفہ ایمان، حرز جان، ثمر زندگی اور مقصد حیات بنا ہوا ہے وہ تو فوراً پہچان جائے گی کہ یہ اسی حسین ؑ کا سر

ہے بہتر تھا کہ میں اس کو گورنر ہاؤس میں ہی رکھ آتا۔ خیال آیا کہ سر حسین جیٹو کو تنوری میں رکھ دیا جائے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور تنوری کا منہ کسی برتن سے بند کر دیا، بیوی کو جگایا کھانا کھایا اور سو گیا۔ بیوی عابدہ زابدہ تہجد گزار تھی رات کو تہجد کیلئے انھی تنوری کے پاس سے گزر کر ہی پانی کی طرف وضو کیلئے جاتا تھا جب وہ تنوری کے پاس سے گزری تو تنوری کے سوراخ سے اس کو نور کے جلوے چھن چھن کر نکلتے دکھائی دیئے اس نے برتن اٹھایا تو سر حسین جیٹو کو دیکھ کر دھڑام سے زمین پر گری اور بے ہوش ہو گئی ہوش آیا تو حسین جیٹو کے سر کو تنوری سے نکالا اور اپنا دوپٹہ اتار کر رکھ صاف کرنے لگی اور رو رو کر کہنے لگی تو نبی ﷺ کی گود میں کھیلنے والا تھا تنوری میں رکھنے والا تو نہ تھا، ارے خولی ظالم! فاطمہ سے پوچھا ہوتا کہ یہ سر کہاں رکھے جانے کے قابل ہے۔ اس نے امام کا سراونچی جگہ پہ ایسے احترام سے رکھا جیسے قرآن رکھا جاتا ہے اور خاوند کے پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر زور سے مروڑا اور اس کو جگا کر گھر کی چابیاں اس کے منہ پہ ماریں اور کہا: میں جا رہی ہوں آج سے تو میرا خاوند کوئی ناں، میں تیری بیوی کوئی ناں، نہ کوئی تیرا میرا نکاح نہ کوئی رشتہ، خولی نے کہا! تو اچھی بھلی نمازی پرہیزگار ہو کر کیسی باتیں کرتی ہے نکاح کا رشتہ تب ختم ہوتا ہے اگر میں تجھے طلاق دوں یا مرتد ہو جاؤں، بیوی نے کہا: ابھی تیرے مرتد ہونے میں کوئی کسر ہے اور خدا کرے کہ تجھے پہ قہر کی بجلی نازل ہو یا زمین تجھے ہڑپ کر لے میرے لیے تو مر گیا ہے کیونکہ تیرا ایمان مر گیا ہے یہ مسئلے مجھے نہ بتا میں جانتی ہوں ایک اور مسئلہ بھی نکاح کو ختم کر دیتا ہے اور وہ اہل بیت کی محبت کا مسئلہ ہے تو قاتل حسین جیٹو کا اور میں لونڈی حسین جیٹو کی ارے ظالم! تجھے حسین جیٹو کو قتل کرتے ہوئے تو مسئلہ نہ یاد آیا، تو نے فاطمہ کا گھر اجاڑا تو سارے مسائل بھول گیا اب اپنے گھر کی بات آئی ہے تو تجھے مسئلے یاد آ گئے ہیں۔

ایک مسئلہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دوران حج کسی کوئی نے مسئلہ پوچھا کہ احرام کی حالت میں مجھ پر مارنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا، مجھے یہ تو بتاؤ اسے رسول ﷺ کو قتل کرنا کیسا تھا، ظالمو! مجھ پر مارنے کا مسئلہ پوچھتے ہو اور جو انسان جنت کے سردار کو شہید کرتے ہوئے مسئلہ یاد

نہیں آتا جن کو حضور نے اپنا پھول قرار دیا۔

قال اهل العراق يسألوني عن الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول الله

ﷺ وقال رسول الله ﷺ هماريجاني من الدنيا (رواه البخاری، مشکوٰۃ ۵۶۹)

لہذا اے خولی، تیرا مذہب اور ہو گیا میرا اور کیوں کہ میں محبت اہل بیت ہوں اور تو دشمن آل رسول ﷺ ہے اس لیے طلاق کی ضرورت ہی نہیں۔ خولی نے جب دیکھا کہ معاملہ زیادہ بگڑ گیا ہے تو اس نے بچوں کو جگایا کہ تمہاری ماں جا رہی ہے اس کو روکو ورنہ تمہیں ناشتہ کون کرائے گا، کپڑے کون پہنائے گا، بچے ماں کے قدموں میں گر گئے ماں نے بچوں کو سینے سے لگایا اور کہا: اے بچو: تم میرے لیے عصائے پیری بھی ہو، باعث روشن ضمیری بھی ہو، مرکز محبت بھی ہو، منبع الفت بھی ہو، راحت جاں بھی ہو اور میرے قلب و جگر کا اطمینان بھی ہو میرے لیے باعث مسرت بھی ہو اور میرے گلستان حیات کے مہکتے پھول بھی ہو خدا تمہیں سلامت رکھے اور جوانی کی بہاریں دیکھو، اولاد پر ماں کا نام نہیں بولتا بلکہ باپ ہی کا نام چلتا ہے اب اس گھر میں رہ کر خولی کی روٹیاں پکاؤں تو خاتون جنت کی روح ناراض ہو جائے گی۔ میں اب تمہاری دیکھوں کہ فاطمہ کے لال کی محبت کو میرا عقیدہ یہ ہے۔

ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخرة

واعدهم عذابا مهينا. (الاحزاب)

تاریخ والے کہتے ہیں کہ گھر سے نکل گئی اور عربی میں اشعار پڑھتی گئی جنہوں نے وہ اشعار سنے انہوں نے بتایا کہ کچھ اس طرح کے مفہوم کے اشعار تھے کہ اے اللہ تو نے جتنی عمر اب تک مجھے دی ہے وہ تو اپنی مرضی سے دی ہے اب میری ایک درخواست قبول کر لے اور اتنی عمر اور دے دے کہ۔

کملی والے دے دربار جالین دے

جو جو گزری اے مینوں سنا لین دے

تاکہ میں مدینے والے رسول اور ان کی بیٹی کو جا کر کہہ لوں کہ تمہارے بیٹے کے قتل میں میرا کوئی ہاتھ نہیں تاکہ خولی کے جرم میں اس کی بیوی ہونے کی وجہ سے قیامت کو نہ پکڑی جاؤں اور دشمنان اہل بیت میں مجھے شامل نہ کر لیا جائے۔

بس اس کے بعد وہ دینے پہنچی یا نہیں کدھر گئی کدھر نہ گئی کتابیں خاموش ہیں اور ہمارا اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے۔ جس قلم رک جائے وہاں ہم اپنی زبان کو روک لیتے ہیں ہم آواز آئی اور آواز گئی۔ نہ قلم ہیں اور نہ ہی غائبانہ آوازوں پہ کان دھر کر اسکو عقیدہ بتانے والے ہیں اس طرح تاریخ مسخ ہوتی ہے جو ایک بہت بڑا جرم ہے۔ آثار بتاتے ہیں کہ دوڑتی دوڑتی اتنی مذہب حال ہو گئی ہوگی کہ کربلا جاتے جاتے اس کی جان نکل گئی ہوگی۔ بہر حال خولی نے سارا ماجرا جا کر ابن زیاد کو سنایا کہ میرا تو گھرا جڑ گیا ہے اس نے کہا: تجھے کہا تو تھا کہ سر نہیں پہ رہے دے۔ خون نے کہا: میں اس لیے بتا رہا ہوں کہ جلدی کر اور قافلے کو چلنے کا حکم دے ہم تو نمازی بنیے چلے چلے لوگوں کو رکھ کر کام چلا رہے ہیں اگر لوگوں کو اصل صورت حال معلوم ہوئی تو کھرا جڑ جائیں گے کیونکہ ہم نے کوئی معمولی جرم نہیں کیا بلکہ اس کو شہید کیا ہے کہ جس کے ناز خود رسول ﷺ نے اٹھائے ہیں اور علی وفاطمہ نے اٹھائے ہیں۔

دن محمد ﷺ کیلئے زہرا کیلئے راتیں ہیں
تیری خدمت کیلئے کتنی بڑی ذاتیں ہیں
آئے جبریل امیں جھولا جھلانے کیلئے
سچ تو یہ ہے کہ بڑے گھر کی بڑی باتیں ہیں

امام کے سر کو نبیوں کے بوسے:

ابوالخناق کوئی نے بتایا کہ جس رات سر حسین رضی اللہ عنہ پر پہرے کیلئے میری باری تھی میں نے یکنخت ایسی آواز سنی ویا زمین پھٹ رہی ہے اس دوران ایک بزرگ لمبے قد والا سفید کپڑوں والا آیا تو حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسے دینے لگا: میں نے چاہا کہ سر اس سے لوں اور صندوق میں بند کر دوں کہ اچانک ایک اور شخص نے مجھے ڈانٹ کر کہا، خبردار پیچھے ہٹ جا تو نہیں جانتا کہ یہ آم علیہ السلام ہیں پھر اس طرح نوح علیہ السلام، ابراہیم واسماعیل وایمن علیہم السلام آئے اور آخر میں حضور علیہ السلام بمعہ چہار یار و صحابہ کبار، امام حسن، حضرت امیر مہرہ وجعفر طیار رضی اللہ عنہم کے تشریف لائے اور تمام سروں کو بوسے دیتے رہے۔ پھر

ایک نور کی کرسی آئی اور حضور ﷺ اس پر جلوہ فرما ہوئے پھر ایک فرشتہ آیا جس کے ہاتھ میں آگ کا گرز تھا فرشتے نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مارنے لگا تو میں نے دہائی دی کہ یا رسول اللہ میں مسلمان ہوں مجھے بچائیے فرشتے نے میرے منہ پر زور وار طمانچہ مارا جس سے میرا منہ سیاہ ہو گیا پھر مجھے چھوڑ دیا گیا تاکہ میں یہ واقعہ دن کو تمہیں سناؤں اور پچاس پہرے داروں کو قتل کر دیا گیا۔ ابوالخوق نے یہ واقعہ سنایا پھر ایک آہ بھری اس کی شکل سیاہ ہو گئی اور زمین پر گرا اور جان نکل گئی۔ لوگوں نے دیکھا اس کا کلیجہ کٹ گیا، پتا پھٹ گیا اور ذلیل رسوا ہو کر مر گیا۔

جواب چست شمارا اگر سوال کنند
محمد عربی از شمار بروز جزا
آں چہ بود کہ با اہل بیت من کردید
چومن بملک بقار فتم از سرائے فضا

(عناصر الشہادتین)

کوفہ سے دمشق (شام) روانگی:

کوفہ سے دمشق تک بعض مورخین نے پندرہ بعض نے تیس اور بعض نے چوالیس منزلیں بھی لکھیں ہیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

- | | |
|-----------------|--------------|
| ۱- تکریت | ۲- علمی |
| ۳- دیرہ عروہ | ۴- صلیا |
| ۵- راوی النخلہ | ۶- ارنیاد |
| ۷- لینا | ۸- کبل |
| ۹- جبینہ | ۱۰- تل باعضر |
| ۱۱- جبل سنجار | ۱۲- نصیبین |
| ۱۳- عین الورد | ۱۴- قسرین |
| ۱۵- معرة الصمان | ۱۶- شیرد |

۱۷- کوٹاب

۱۸- سیبور

۱۹- حما

۲۰- حمص

۲۱- کنینہ قسیس

۲۲- علبک

۲۳- صومہ راہب

ان منازل کے تذکرہ کے یہ معنی نہیں کہ ان مقامات پر ضرور اہل بیت نے رات قیام کیا ہوگا بلکہ یہ منازل و مقامات سفر کوفہ تا دمشق ہیں کہ ان راہوں اور منازل سے گزر رہا تھا۔ اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ کوفہ سے دمشق کا فاصلہ تقریباً چھ سو میل ہے جیسے بغداد شریف سے دمشق اور کتب معتبرہ سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ اہل بیت کا یہ قافلہ سیدھے راستہ سے دمشق نہیں گیا بلکہ بڑی پھیر کی گزر گاہوں اور دشوار منزلوں سے طویل راستہ طے کرتے ہوئے جو آٹھ سو میل کے فاصلہ تک ہو سکتا ہے۔ قریب کا راستہ جو جلد طے ہو سکتا تھا وہ کیوں چھوڑا گیا۔ یاد رہے کہ آج کل یہی سیدھا راستہ کوفہ سے دمشق جاتا ہے اور پختہ سڑک بنی ہوئی ہے اور اس پر موٹر کاریں بسیں چلتی ہیں اور موصل و حمص کی راہ کے غیر معروف مقامات کی طرف جو طویل راستہ اور جس کے طے کرنے میں کافی دن لگے یہ کیوں اختیار کیا گیا اس کی وجہ مختلف کتب کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسیران کر بلا کو زیادہ سے زیادہ تک کیا جائے اور مختلف قبائل کی طرف سے مزاحمت کا جو خطرہ تھا اس سے بچا جاسکے کیونکہ جس راستے کو انہوں نے محفوظ سمجھ کر اپنایا تھا اس راستے میں بھی چند جگہ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا جیسا کہ عنقریب آپ پڑھیں گے تو اگر معروف راستے کی طرف سے جاتے تو مزید خطرات سے دوچار ہونا پڑتا۔ (مگر عذاب خداوندی سے نہ بچ سکیں گے فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن)

کھرے کھوٹے کی پہچان

عابد بیمار کی آزمائش پھر شروع ہو گئی اور اپنے باپ کے سردالا نیزہ لے کر سوئے شام روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کا صبر بھی دنیا کو دکھانا چاہتا تھا اسی لیے نہ کوئی ابابیل بھیجے نہ کوئی طوفان اتار نہ مچھر بھیجا یہ تو مانا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان موسیٰ علیہ السلام اور نوح علیہ السلام

جنتی نہیں ہے کیونکہ وہ نبی تھے یہ نبی نہیں اور کوئی غیر نبی کسی بھی نبی سے افضل تو کیا برابر بھی نہیں ہو سکتا لیکن یہ تو کوئی بھی نہیں مانے گا کہ نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر طوفان سے بچ جانے والوں کی شان حسین علیہ السلام سے زیادہ ہو اور کعبہ کے دشمن ابرہہ کو ابابیل کے ذریعے اللہ نے تباہ کیا تو کیا حسین کی شان کعبہ سے کم تھی؟ جبکہ حدیث میں ہے کہ ایک مومن کی شان کعبہ سے زیادہ ہے (ابن ماجہ) تو جنتی جوانوں کے سردار مومن گر کی شان کتنی ہوگی لیکن کوئی ابابیل کا جھنڈ کیوں نہ آیا۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ یزید کے ظلم کی انتہا دکھانا چاہتا ہے اور حسین علیہ السلام کے صبر کی انتہا دکھانا چاہتا ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کی نمرود کے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کے مقابلے میں نوح علیہ السلام کی منکرین کے مقابلے میں اور بیت اللہ شریف کی ابرہہ کے مقابلے میں بزرگی مسلم تھی ہر کوئی جانتا تھا حق یہ ہے اور باطل وہ لیکن یہاں کربلا میں معاملہ گڈمڈ ہو گیا تھا وہ بھی کلمہ پڑھنے والے یہ بھی کلمہ پڑھنے والے وہ بھی نمازیں پڑھتے یہ بھی۔ تو عام بندہ حیران تھا کہ حق پر کس کو کہیں اور باطل پر کس کو اور جب کھرا کھوٹا سونا گڈمڈ ہو جائے تو سنا اس کو تیزاب میں ڈالتا ہے جس سے کھرا علیحدہ ہو جاتا ہے اور کھوٹا علیحدہ چنانچہ کربلا کی بھٹی میں بھی امام حسین علیہ السلام کھرا بن کے نکلا اور یزید کا کھوٹ طشت از بام ہو گیا۔

بیٹے کے چہرے پر باپ کا خون

امام زین العابدین جب اپنے ابا کا سراٹھا کر چلتے تو آپ کے چہرے پر امام حسین علیہ السلام کے سر سے خون کے چھینٹے گرتے مجھے تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ دکھائیں کہ باپ کے سر سے بیٹے کے چہرے پر خون کے قطرے گرے ہوں۔

جو آنکھ غم شبیر میں نم نہیں ہوتی

یزید و شمر کی آنکھوں سے کم نہیں ہوتی

عابد بیمار یہ سارا کچھ برداشت کر رہا ہے اور پھوپھی زینب مسلسل حوصلہ دے رہی ہیں کہ بیٹا آزمائش کے دن ختم ہو جائیں گے اور انشاء اللہ ہم ہی سرخرو ہوں گے۔ واقعہ کربلا راز

قدرت ہے اور

۔ اس راز دے وجہ توں دخل نہ دیوں تقدیر واجہٹ لنگ ولسی

اج ایہہ ازماندے من مانے کوں کل مانا چا ازمانیسی

بلد الحران میں آمد:

کوفہ سے چل کر شام کی طرف جاتے ہوئے راستے میں جو پہلا شہر آیا اس کا نام تاریخ والے بلد الحران بتاتے ہیں اس شہر کا من بازار جہاں سے قافلہ گزر رہا تھا چالیس فٹ چوڑا تھا اچانک زین العابدین نے کسی ضرورت کی وجہ سے باپ کے سر والا نیزہ ذرا بلند کیا تو ایک مکان کی دوسری منزل پر کھڑکی کے سامنے بیٹھ کر ایک یہودی تورات کی تلاوت کر رہا تھا سر حسین جھجھو میں خیال آیا کہ میں قرآن کیلئے سر دوں اور تو اب بھی تورات پڑھتا رہے حسین پاک جھجھو نے اس کے مقابلے میں قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔ کوئی اگر پوچھے کون سی آیت تھی تو سورہ شعراء کی آخری آیت تھی: وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

بھلا وہ نظارے تحریف شدہ تورات پڑھنے میں کہاں جو قرآن کی تلاوت میں ہیں اس کی آیات پڑھنے اور سننے سے زادتھہ ایمانا۔ ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور پھر تلاوت کی آواز بھی کئے ہوئے سر کے ان ہونٹوں سے آئے جن کو ہمارے آقا ﷺ محبت سے چومتے رہے ہوں۔

اس یہودی نے تورات بند کر دی دوڑتا ہوا نیچے آیا اور عابد بیمار سے پوچھنے لگا: یہ کس کا سر ہے آپ نے فرمایا: اگر میں بتاؤں تو یہ لوگ مجھے مارتے ہیں۔ کیسے ظالم ہیں کہ بیٹے کو باپ کا نام لینے کی اجازت نہیں۔ فرمایا انہی سے پوچھ لو شمر و خولی سے پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے تو کون ہوتا ہے اس میں دخل دینے والا؟ وہ پھر عابد بیمار کے پاس دوڑ کر آیا اور کہا اگر تو نے بتانے میں دیر کی تو میں مرجاؤں گا خدا را مجھے جلدی بتا

یہ کس کا سر نیزے سے پہ لٹکا کون قربان ہو گیا؟

فرمایا یہ میرے باپ حسین جھجھو کا سر ہے۔ اس یہودی نے کہا: پھر اپنے باپ کے کئے

ہوئے سرسمیت گواہ ہو جا کہ میں نے تیرے باپ کے کٹے ہوئے سر سے قرآن سن کر آج سے تورات بند کر دی ہے اور وعدہ کرتا ہوں کہ اب قیامت تک نہ کھولوں گا۔ بس اب مجھے کلمہ پڑھا دے۔ فرمایا: تیرا نام اگر کوئی پوچھے تو کیا بتائیں عرض کیا میرا نام یحییٰ ہے۔ وانا رئیس بلد الحران میں یہاں کا سردار ہوں۔ آپ نے اس کو کلمہ پڑھایا اس نے اپنے نوکر کو کہا: میری دو بیویوں اور تین بچیوں کو بلا کر لاؤ وہ آکر عابد بیمار کی پھوپھی جان کے ہاتھ پر اسلام قبول کریں۔ (کیسے خوش نصیب لوگ تھے کہ کسی کو کوئی مفتی کلمہ پڑھا کر مسلمان کرتا ہے کسی کو کوئی عالم یا پیر مگر ان کو وہ کلمہ پڑھا رہے ہیں جن کے گھر میں کلمہ اترا) نوکر نے کہا: اے امیر ریاست! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں اتنے بڑے لشکر کے سامنے آپ کی بیویاں اور جوان بیٹیاں آئیں گی تو کیا یہ آپ کی توہین نہ ہوگی اس نے کہا: چھوڑ ان باتوں کو جہاں علیؑ کی بیٹی آسکتی ہے میری کیوں نہیں آسکتی۔ چنانچہ پورا گھر یہودیت سے اسلام کی طرف آگیا۔

یحییٰ نے نوکروں سے کہا: سادات کرام کیلئے ٹھنڈا پانی، بہترین چادریں اور دیگر اشیاء لے کر آؤ چنانچہ سب کچھ لایا گیا تو یزیدی برداشت نہ کر سکے اور شمر نے عابد بیمار والے پیالے کو تلواریں مار کر توڑ دیا پانی زمین پہ بہہ گیا اور کہا: یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے یحییٰ نے کہا: اب یہ تمہارا صرف ذاتی معاملہ نہیں رہا بلکہ اب یہ ہمارا پیری مریدی کا معاملہ بھی ہو گیا ہے ہم صرف پیروں کو نوٹ دے کر ووٹ دینے سے انکار نہیں کریں گے بلکہ نوٹ بھی دیں گے ووٹ بھی دیں گے اور جان اپنے پیر کے قدموں میں قربان بھی کریں گے اگر ہمارا پیر ہی پانی نہ پی سکے تو یہ کیسی مریدی ہے والی ریاست بھی تھا اور پھر نو مسلم کا جذبہ بھی قابل دید ہوتا ہے۔ اس نے کہا: اب یا تو یہ بھی پانی پیئیں گے یا پھر ہم نے ان کے قدموں میں جام شہادت پیئیں گے۔

کر بلا والوں کی شہادت ہمیں یہی درس دیتی ہے کہ غلط بندے کو ووٹ نہ دو چاہے سر کٹانا پڑے گھر لٹانا پڑے۔ یزید نے امام عالی مقام سے ووٹ ہی تو مانگا تھا یہ بیعت کیا ہے عربی میں بیعت ہے ہماری زبان میں اسی کو ووٹ کہا جاتا ہے۔

جب پیالا ٹوٹ کر پانی زمین پہ بہہ گیا تو امام زین العابدین نے آسمان کی طرف دیکھ کر عرض کیا: مولیٰ شکوہ نہیں مگر تیری بے نیازی پہ قربان جائیں کہ ظالم عیش کر رہے ہیں اور حوض کوثر کے مالک بدستور پیاسے ہیں۔

چنانچہ یحییٰ نے اپنے حواریوں کو لے کر لڑائی شروع کر دی اور کئی یزیدی واصل جہنم کر کے خود شدید زخمی ہو کر عابد بیمار کے پاس آیا اور قریب المرگ ہو کر آپ سے پوچھا کہ آپ کے نانا جان نے بنی الاسلام علی خمس فرمایا ہے اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں میں نے تو صرف کلمہ پڑھا ہے نہ روزہ رکھا نہ حج زکوٰۃ نماز ادا کی کیا اس حالت میں مر جاؤں تو میرے ایمان میں فرق تو نہیں آئے گا جبکہ قرآن تو دیکھا ہی نہیں بلکہ وہی ایک آیت آپ کے باپ کے کٹے ہوئے سر سے نئی ہے۔ آپ نے فرمایا: کیسی باتیں کرتے ہو۔

ایمان ہماری محبت کا نام ہے تیرے ایمان میں بھلا کیا شک ہو سکتا ہے جس کا گواہ خود میں ہوں اور میرے زندہ باپ کا وہ سر ہے جس کو کلمے والے رسول نے ہزاروں بار محبت سے چوما بھی ہے اور سونگھا بھی ہے۔

۔ آل بنی کو ذات نبی سے جدا نہ جان

ہر موج کا وجود سمندر کے ساتھ ہے

وہ اک مکاں کہ جس کا مکیں باب علم تھا

اپنا تو رابطہ ہی اسی گھر کے ساتھ ہے

آل نبی کے درد سے میں بھی جدا نہیں

میرا نصیب ان کے مقدر کے ساتھ ہے

لاکھوں شقی ادھر ہیں اور ادھر اک حسین ہے

کانٹوں کی نوک جھوک گل تر کے ساتھ ہے

کس پہ کھلے گا معرکہ کربلا کا راز

یہ وہ معاملہ ہے جو داور کے ساتھ ہے

تنہا اسی کے نام سے دشمن تھا بدحواس

اب کیا کرے حسین جیچہ بہتر کے ساتھ ہے

سچ بچ ہو دل میں غم تو بھر آتی ہے آنکھ بھی
اشکوں کا سلسلہ دل مضطر کے ساتھ ہے

اس ذات پاک کا ہوں دل و جاں سے میں غلام
دعویٰ غلط نہیں ہے مگر ڈر کے ساتھ ہے

دشمن کی گفتگو میں کہاں خیر کی جھلک
جو بات ہر شریہ کی اک شر کے ساتھ ہے

بھیجوں یزیدیت پہ نہ کیوں لعنت میں اے نصیر
یہ دشمنی ہے اور مرے گھر کے ساتھ ہے

(صاحبزادہ نصیر الدین نصیر گولڑوی)

شہر موصل:

بلد الحران سے اگلا شہر موصل تھا بلد الحران میں یحییٰ حرانی کا اسلام قبول کرنا اور پھر اس کی فوج کے ساتھ جھڑپ اور یحییٰ کی شہادت کی خبر یزید کو مل چکی تھی اور اس نے والی موصل عماد الدولہ کو قاصد بھیج کر حکم جاری کیا کہ یہ واقعہ ہو جانے کی وجہ سے میری فوج کے حوصلے پست یا آج کل کی اصطلاح میں مورال ڈاؤن ہو گیا ہے لہذا تیرے شہر میں ہماری فوج آرہی ہے ان کی خوب تواضع کرتا کہ وہ خوش ہو جائے اور اس واقعہ سے جو بددلی پیدا ہوئی ہے اس کا کفارہ ہو جائے۔

آج بھی شہر موصل دنیا کے نقشے میں جیتا جاگتا اور صحیح سلامت ہے اس کی تاریخ پڑھو تو یہ واقعہ ملے گا کہ عماد الدولہ نے یزید سے لشکر کے بارے میں تفصیل مانگی کہ لشکر کیسا ہے کہاں سے آرہا ہے کیا کر کے آرہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ قاصد نے کہا زیادہ تفصیل بتانے کی مجھے اجازت نہیں بس اتنا بتا سکتا ہوں کہ حکومت وقت کے باغیوں کے ساتھ لڑائی ہوئی ہے اور باغیوں کو شکست دے کر نمازیوں کا لشکر واپس آرہا ہے۔ عماد الدولہ نے کہا: اتنی تفصیل سے میں مطمئن نہیں ہوں مجھے مزید بتا۔ آخر کار قاصد نے سارا کچھ بتا دیا کہ نمازیوں کے ساتھ باغی قیدی بھی ہیں اور قیدی کون کون ہیں اگر بتاؤں تو زمین کانپتی ہے۔ آسمان پھٹتا ہے صرف اہل بیت کا خانوادہ ہی نہیں ان میں حسینؑ کا بیٹا زین العابدینؑ بھی ہے اور علیؑ

کی بیٹی اور رسول ﷺ کی نواسی زینب بھی قیدی بن کے آرہی ہے۔
 عماد الدولہ نے اتنی بات سنی تو غصے سے کانپنے لگا اور قاصد کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دے کر
 عماد بن موصل اور ارکان ریاست (اپنی کابینہ) کا اجلاس بلایا اور ساری بات بتا کر پوچھا کہ
 بتاؤ اب تمہارا کیا پروگرام ہے انہوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

۔ اسیں تیرے توں ڈر دے بول دے نہیں

مونہوں راز محبت کھول دے نہیں

ہمارا پروگرام چھوڑ تو اپنا بتا۔ اس نے کہا: میرا تو پروگرام یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے نانے کا
 صدقہ بڑی حکومت کر لی ہے اب اگر خدا نے موقع دے ہی دیا ہے تو زین العابدین کے
 قدموں میں اور حسین رضی اللہ عنہ پاک کے سر کے سائے میں یزیدی فوج سے ٹکرا کر اس کو پاش پاش
 کر دیں یا خود شہید ہو جائیں اگر ہم نے ایسا کر لیا تو یقیناً کل قیامت کے دن حسین رضی اللہ عنہ کے
 نانا اپنے سینے سے لگا کر ہماری شفاعت فرمائیں گے کیونکہ

۔ اللہ بھی اہل بیت پیمر کے ساتھ ہے

اسلام کا وقار اسی گھر کے ساتھ ہے

جو شخص نور دیدہ حیدر کے ساتھ ہے

روز جزا وہ شافع محشر کے ساتھ ہے

پیاسے نہ ہم رہیں گے قیامت میں دیکھنا

اپنا بھی ربط ساقی کوثر کے ساتھ ہے

قاصد کو سارا پروگرام معلوم ہو گیا اور اس نے بھاگ کر یزید کو اطلاع دی ابھی لشکر
 موصل سے چند میل دور ہی تھا کہ اس کو موصل میں داخل ہونے سے منع کر دیا گیا۔

اسی جگہ ایک پتھر پہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر رکھا گیا تو خون کا ایک قطرہ اس پتھر پہ گرا اور
 ہر سال دس محرم والے دن وہ قطرہ پتھر پہ چلنا شروع کر دیتا اور یزید کے دور سے لے کر
 عبدالملک بن مروان کے دور تک ہر سال اسی طرح ہوتا۔ عبدالملک کے آخری دور میں اس
 پتھر کو دفن کر دیا گیا پتھر کیا دفن ہوا اس کی حکومت ہی دفن ہو گئی۔

گویا پتھر پہ خون کا قطرہ منکرین حیات النبی کو یہ درس دیتا تھا کہ دیکھو میں نبی کا نواسہ ہوں اور شہید ہوں اور شہادت رسول پاک علیہ السلام کا کلمہ پڑھ کر رسول کے صدقے میں ملتی ہے جب میرے خون کا ایک قطرہ ہر سال پتھر پہ چل کر اپنی زندگی کا ثبوت دے رہا ہے تو تمہارے دل کتنے پتھر ہو گئے ہیں کہ خود رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا انکار کرتے ہو جنہوں نے اعلان فرمایا: نبی اللہ حی یرزق۔ اللہ کا نبی نہ صرف زندہ ہوتا ہے بلکہ اس کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔

اے نور چشم حیدر کرار المدد
افتادہ ام بہ خاک تو روحی لك الغداء
پس خوردہ سگان درت رزق من
حاشا اگر نگاہ کنم سوئے اغنیاء
حب نبی وال نبی از ازل نصیر
فضل خداست ذلك یوتیه من یشاء

شہر نصیبین:

موصل کے بعد جو شہر آیا اس کا نام نصیبین تھا جو آج بھی موجود ہے اور اس دور میں اس کا حاکم عیسائی تھا جس کا نام منصور بن الیاس تھا یزید نے اس کو لشکر کی آمد کی اطلاع کی کہ تو عیسائی ہے تجھے کیا لگے اہل بیت کے ساتھ میرا لشکر آ رہا ہے اس کی خوب خدمت کر میں بھی کسی وقت تیرے کام آؤں گا۔

چنانچہ منصور نے لالچ کر لیا اور شربت بنا کر لشکر کو پلانا چاہا جب پہلا پیالا ہی شمر نے پینے کیلئے ہاتھ پہ رکھا تو عابد بیمار کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یا اللہ تیرے امتحان کا باب جتنا بھی وسیع ہو ہم حاضر ہیں مگر تیری شان بے نیازی کے قربان جاؤں ہم تو دس محرم سے بدستور پیاسے ہیں اور یہ ہماری آنکھوں کے سامنے شربت پیتے رہیں۔ بس آپ کو یہ خیال آیا ہی تھا اور شمر نے پیالا منہ کے ساتھ لگایا ہی تھا کہ اس قہر کی بجلی پڑی کہ پیالا ٹوٹ گیا اور کئی لوگ جل کر مر گئے اور کچھ زمین میں بھسم ہو گئے مگر خدا جانے کیوں شمر بھی بچ گیا اور خولی بھی دہائی

مچ گئی الرحیل الرحیل چلو چلو نکلو کوچ کرو بھاگو یہاں سے۔

لہو حسینؑ کا کہتا ہے یہ مورخ سے
تو میرے قطرے نہ گن تیغ اور گلو کو دیکھ

بلد مامورہ:

نصیبین کے بعد مامورہ شہر آیا جس شہر کے بالکل قریب ہی ایک پہاڑ تھا جس کو جبل مامورہ کہا جاتا۔ اس پہاڑ میں ایک لمبی غار تھی حاکم کا نام عزیز تھا جو مذہباً یہودی تھا۔ یزیدی لشکر نے سوچا کہ جہاں جاتے ہیں کوئی نہ کوئی واقعہ ہو جاتا ہے چلورات ہو گئی ہے شہر میں جانے کی بجائے اس پہاڑ کی غار میں ٹھہر کر رات گزار لیتے ہیں تاکہ شہر والوں کو کان و کان خبر ہی نہ ہو۔ چنانچہ مامورہ پہاڑ کی غار میں پڑاؤ ہوا۔

آدمی رات ہوئی تو عزیز کو خواب آیا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کی چار پائی کے پاس کھڑے ہو کر رو رہے ہیں اس نے عرض کیا اے میرے پیارے نبی! میں خادم آپ کا حکومت آپ کی آپ حکم تو فرمائیں روتے کیوں ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں تیرے ساتھ نہیں بولوں گا تو نے مجھے محمد رسول اللہ کے سامنے شرمندہ کر دیا ہے۔ عرض کیا: میں سمجھا نہیں ذرا وضاحت فرمائیں کیا ہوا ہے اور آپ کیوں شرمندہ ہوئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عزیز! تو یہ تو جانتا ہے کہ ایک مرتبہ مجھے دیدار الہی کی پیاس نے تڑپایا تھا اور میں نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا رب ادنی انظر الیک یا اللہ مجھے اپنا دیدار کرا تو جواب آیا لن ترانی اے موسیٰ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔

نہ تو دیکھے نہ چشم انبیاء دیکھے

مجھے دیکھے محمد ﷺ کی نگاہ دیکھے

اس وقت سے دیدار خداوندی کی پیاس مجھے ستا رہی تھی اور یہ پیاس بجھی کب تھی؟ معراج کی رات جب میں نے حضور علیہ السلام کو معراج سے واپس آتے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا۔

جہاں اکھیاں دلبر ڈٹھاوا کھاں اساں تک لیاں

تو ملیوں تے ساجن ملیا من آساں لگ پیاں

مجھے کیا تھا چاہے نمازیں پچاس کی بجائے پچاس ہزار ہو جائیں نہ میں نے پڑھنی تھیں نہ میری امت نے جس کی امت پہ فرض ہوئی تھیں وہ جانے اور پڑھنے والے جانیں۔ میں تو دیدار الہی کرنے والی آنکھوں سے اکتساب نور کرنے کیلئے اور نور الہی کے جلوے سمیٹنے کیلئے اور اپنی پیاس بجھانے کیلئے حضور علیہ السلام کو بار بار واپس بھیجتا رہا کہ نماز کم کرا کے آؤ وہ جاتے رہے آتے رہے نمازیں بھی کم ہوتی رہیں اور ان کو دیدار خدا ہوتا رہا مجھے دیدار مصطفیٰ ﷺ ہوتا رہا اور دیدار مصطفیٰ ﷺ کے پردے میں پھر دیدار خدا ہوتا رہا۔

ہاں اب اگلی بات سن اگر کل قیامت کو امام الانبیاء علیہ السلام نے مجھے یہ فرما دیا کہ اے موسیٰ: تیری پیاس تو میں نے بجھائی تھی مگر میری اولاد کو تیرے امتی کے شہر میں رات آئی تو میری اولاد پیاسی ہی رہی اور اس نے ان کی پیاس نہ بجھائی تو کیا میں شرمندہ نہیں ہوں گا؟ عزیز نے خواب ہی میں عرض کیا: حضور ابھی تک بات پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئی مزید وضاحت سے فرمائیں کہ آپ فرمانا کیا چاہتے ہیں اور مجھے کرنا کیا چاہیے؟

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مامورہ پہاڑ کی غار میں آخر الزمان نبی کی دوہتی قیدی بن کر آئی ہے فوراً اٹھ اور اس کے بھتیجے عابد بیمار کو جا کر مل اور جو وہ حکم کریں اس کی تعمیل کر۔ عزیز نے عرض کیا: اتنی لمبی غار میں رات کے وقت کہاں اور کیسے تلاش کروں کوئی طریقہ بھی بتادیں آپ نے فرمایا: میں خواب ہی خواب میں ادھر بھی چکر لگا کے آیا ہوں نبوت کے لحاظ سے میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا بھائی لگتا ہوں تو اس طرح زینب میری بھی نواسی لگتی ہے میں اس کو مل سکتا تھا مگر نبوت اپنی جگہ اور احترام اہل بیت اپنی جگہ میں زینب کو ملنے کی بجائے اس کی لونڈی شیریں کو ملا ہوں۔ تیرا شہر دو دروازوں والا ہے فلاں دروازے پہ جا اور اکیلا جا جب تو دروازہ کھٹکھٹائے گا تو شیریں دروازے پہ کھڑی ہوگی۔ تیرا نام میں نے اس کو بتا دیا ہے اس کا تجھے بتا رہا ہوں بس اب اٹھ اور دیر نہ کر اور حسین رضی اللہ عنہ کی بہن جو حکم کرے اس کو پورا کر۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب عزیز غار میں داخل ہوا تو پہرے دار جاگ پڑا اور ایک شور و ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ الریحیل الریحیل کی آواز بلند ہوئی اور راتوں رات قافلے کو چلنے کا حکم دے دیا گیا۔

خون حسین رضی اللہ عنہ کی قسم دنیا ہے کر بلا کا نام

لاکھوں یزید ہیں یہاں کلمہ حق بلند تو کر

دمشق شہر میں عابد بیمار آتا ہے

قیدی قافلہ کربلا والیاں دا ویلا شام دا سی جدوں شام آیا
 وجے طبل یزید دی فوج اندر دیکھن واسطے ہر خاص و عام آیا
 ملی شام دی بانگ جد شام اندر آؤ طرف نماز پیام آیا
 زناں لعل حسین دا مار نعرہ جدوں پاک محمد ﷺ دا نام آیا
 کسے پچھیا قیدیا کیوں رونائیں عابد آکھیا گلاں ایہہ دل دیاں نہیں
 اوہدیاں دھیاں قیدی نہیں نال میرے جہدے نام دیاں بانگاں ملدیاں نہیں
 ابھی دمشق سے تھوڑا دور ہی تھے کہ لشکر کو حکم ہوا اسکنوا ہنا کہ اے لشکر والو: ذرا
 یہیں پہ ٹھہر جاؤ، شہر بجایا جا رہا ہے، جینڈا جا بجایا جا رہا ہے، نقارے اور ڈھول کی تھاپ پہ
 اعلان ہو رہا ہے غازی آرہے ہیں ان کا استقبال کرنے کیلئے شہر سے باہر نکلو چنانچہ چالیس
 ہزار افراد استقبال کیلئے شہر سے باہر آئے۔ شمر و خولی کو مبارکبادیاں دی گئیں۔ عابد بیمار اور
 قیدیوں کی طرف کوئی تکتا بھی نہیں کہ کہیں یزید ناراض نہ ہو جائے۔ ایک بوڑھا بابا اشعت
 اغبر بال بکھرے ہوئے داڑھی گرد آلود زین العابدین کے سامنے آیا اور امام پاک کے
 نیزے پر لٹکے ہوئے سر کو دیکھتا دیکھتا اور دیکھتا ہی رہ گیا آخر کار موٹے موٹے آنسوؤں سے
 رونا شروع کر دیا۔ امام زین العابدین نے فرمایا: بابا زمانہ ہمیں دیکھ دیکھ کر چلا گیا ہے اور یہ
 یزید کی خوشنودی چاہنے والے ہماری طرف توجہ ہی نہیں کر رہے اور تو ہے کہ نظریں ہٹا ہی نہیں
 رہا۔ من انت من این جنت کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ بابے نے کہا: میرا نام سمرہ
 ہے جندب کا بیٹا ہوں نبی کا صحابی ہوں دمشق کے قریب میرا گاؤں ہے وہاں کا زمیندار
 ہوں۔ چند دن پہلے میں نے دمشق میں کھجوریں بیچی تھیں آڑھتی نے آج پیسے دینے کا وعدہ کیا
 تھا میں جب دمشق آیا تو اعلان ہو رہے تھے غازی آرہے ہیں ان کی زیارت کرنا ثواب ہے
 میں رک گیا لیکن اب عین وقت یہ پتا چل رہا ہے کہ جن کو وہ غازی کہتے ہیں ان کے چہروں
 پر لعنتیں برس رہی ہیں اور اس کٹے ہوئے سروالے پہ انوار رسالت کی بارش ہو رہی ہے رب
 نہ بھلائے تو میں نے رسول اللہ کو یہ سر چومتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر یہ تب بھی

حسین علیہ السلام تھا اب بھی حسین علیہ السلام ہے یہ تب بھی بیمار نہ ہو تھا اب بھی علامت حق ہے مجھے ذرا یہ بتایا حسین بن علی علیہ السلام بن ابی طالبؑ نو اسے رسول اللہ ﷺ جگر گوشہ بھول اور جوانان جنت کے سردار کا سر ہے ہاں؟ جب زین العابدینؑ کی زبان سے نعرہ یعنی ہاں نکلا تو بابا فطش کھا کے زمین پر گر گیا اور یہ کہتے ہوئے بے ہوش ہو گیا کہ۔

۔ کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے

دن و بازے لٹ گیا ہے کاروانِ اہل بیت

جب ہوش آیا تو عابد بیمار سے کہا: اگر اجازت ہو تو یہ اڑتالیس درہم مجھے بھجوروں کے ملے ہیں ان کی تلواریں خریدو اور ان خالموں سے لڑ کر اہل بیت پہ قربان ہو جاؤں۔

عابد بیمار نے کہا: باباجی آپ کی محبت کا شکر یہ قیامت کے دن مانا جان کی بارگاہ میں اچھے الفاظ سے آپ کا ذکر کروں گا آپ اگر لڑیں گے بھی تو کشتوں کو مار لیں گے آخر کار شہید ہو جائیں گے کیا آپ کے بچے نہیں ہیں؟ باباجی نے کہا بچوں کیلئے ہی تو شہر آیا تھا کہ رقم لے کر ان کیلئے کپڑے اور دیگر سامان لے جاؤں۔ عابد بیمار نے کہا: باباجی ایسے ہی آپ کے بچے قیم ہو جائیں گے میرا باپ حسین علیہ السلام دس محرم کو شہید ہوا ہے آج دس صفر کی ہو گئی ہے قیسی کے بوجھ اٹھا کر دیکھے ہیں اب اندازہ ہوا ہے کہ یہ بوجھ حسین علیہ السلام کا بیٹا ہی اٹھا سکتا ہے اور کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ باباجی نے کہا: پھر میرا نام اہل بیت کے ٹھہرنے کی فہرست سے کاٹ تو نہیں دیا جائے گا۔ عابد بیمار نے کہا جس کے جذبات محبت کا گواہ میں ہوں اور میرے زندہ باپ کا قرآن پڑھنے والا سر ہوگا اس کی محبت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ باباجی نے کہا: پھر کسی خدمت کا موقع تو مجھے ضرور ملنا چاہیے۔ زین العابدینؑ نے کہا اگر کچھ کرنا ہی چاہتے ہو تو یہ کرو کہ ان خالموں کو کہو۔ جہاں ہمیں لے جانا ہے جلدی لے جائیں ہماری بے بسی پر جشن منانے سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ باباجی شرم و خولی کے پاس گئے اور وہی اڑتالیس درہم ان دنیا کے کتوں کو دے دیئے اور فرمایا: تم اس رقم کو جو کچھ بھی سمجھو مگر میری طرف سے حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں نذرانہ ہے گناہ ہوگا تو تمہیں ہوگا اور مجھے جو ثواب ہوگا وہ حسین علیہ السلام کی روح پر فتوح کو بدیہ عقیدت ہوگا۔ اس واقعہ سے بھی ثابت ہوا کہ صحابہ نے

کبھی بھی محمد و آل محمد سے بے وفائی نہیں کی اسی لیے ہم یاد حسین علیہ السلام مناتے ہیں مگر دامن صحابہ کو تمام کے مناتے ہیں کیونکہ

اسلام ما اطاعت خلفائے راشدین

ایمان ما محبت آل محمد است

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اولاد کیلئے تو سارے جیتے ہیں اور جو خدا کیلئے جیتا مرتا ہے وہ مر کے بھی جیتا ہی رہتا ہے

نکتہ: الحسین شہید امام حسین علیہ السلام شہید ہیں ثبت بالحديث والتاریخ یہ بات حدیث شریف اور تاریخ اسلام سے ثابت ہے وکل شہید حی اور ہر شہید زندہ ہے۔ ثبت بالقرآن و الحدیث و التاریخ جو قرآن و حدیث اور تاریخ سے ثابت ہے (ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احياء ولكن لا تشعرون۔ البقرہ) تو نتیجہ یہ نکلا کہ الحسین حی امام حسین علیہ السلام زندہ ہیں اور

حب زندگی ثابت ہے حسین ابن علی علیہ السلام کی

ہم موت نہ مانیں گے زمانے کے نبی کی

نیز یہ قرآن پڑھنے والے قاری کو سلام:

حضرت منہال بن عمرو فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر کو نیزے کے اوپر چڑھائے دمشق کی گلیوں اور بازاروں میں پھرایا جا رہا تھا تو میں اس وقت دمشق میں تھا۔ میں نے پچشم خود دیکھا کہ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ وہ اس آیت پر پہنچا

”ام حسبنا ان اصحاب الکھف الرقیم کانوا من ایتنا عجباً (الکھف ۹)
کیا تو نے جانا کہ بے شک اصحاب کہف اور رقیم ہماری نشانیوں میں سے ایک
عجوبہ تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو قوت گویائی دی اور اس نے بہ زبان فصیح کہا:

اعجب من اصحاب الکھف قتلی و حبلی۔

اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا زیادہ عجیب ہے۔
 اور بلاشبہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا قتل کیا جانا اور آپ علیہ السلام کے سر مبارک کو نیزے پر
 چڑھا کر پھرایا جانا یہ اصحاب کہف کے واقعہ سے عجیب تر ہے۔ کیونکہ اصحاب کہف جن لوگوں
 کے خوف سے گھریا اور ساز و سامان وغیرہ چھوڑ کر لٹکے اور غار میں چھپے تھے وہ کافر تھے لیکن
 حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کے اہل بیت اور باقی ساتھیوں کے ساتھ ظلم و ستم اور انتہائی بے
 حرمتی کرنے والے ایمان اور اسلام کے دھویدار تھے۔ اصحاب کہف ولی اللہ تھے اور یہ سید
 الانبیاء علیہ السلام کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ اصحاب کہف سال ہا سال کی فیند کے بعد اٹھے اور بولے
 لیکن بہر حال وہ زندہ تھے۔ مگر حضرت امام پاک علیہ السلام کے سر انور کا جسم سے جدا ہونے کے کئی
 روز بعد نیزے کی نوک پر بولنا یقیناً اصحاب کہف کے واقعہ سے عجیب تر ہے۔ قرآن تو
 سارے ہی پڑھتے ہیں مگر سارے جیتے جی پڑھتے ہیں مگر شہید کر بلا نے مرنے کے بعد بھی
 قرآن پڑھا جو صرف آپ نے ہی پڑھا اور ایسا پڑھا کہ

حشر تک آکھے گی دنیا کر بلا والا حسین
 دین دا حامی تے بنیاں لاالہ والا حسین
 قاسم و عباس دے کے دی نہ سیدھا ریا
 تیرا دتا قینوں دتا تیرے اتوں واریا

دربار یزید آگیا:

قافلہ یزید کے دربار میں پہنچا تو کیا دیکھا کہ دربار خوب سجا ہوا ہے خاندان نبوت کی
 پاک بیبیاں ایک کونے میں ہو گئیں امام حسین علیہ السلام کا سر انور یزید نے تخت کے سامنے میز پر
 رکھوا دیا اور عابد بیمار نے آج پہلی بار اپنے باپ کے سر کو بار بار دیکھا اور خوب دیکھا۔

قلم کا سر کاٹ لینا صبر کی کھوار سے

یہ سبق سیکھا ہے میں نے عابد بیمار سے

کبھی صبر سے قلم جیتا نہیں ہے

کبھی قلم سے صبر ہار نہیں ہے

جب آئیں تمہارے مقابل یزیدی

مثال شر کر بلا دیتے رہنا

تھوڑی دیر کے بعد یزید ٹھہلا ہوا چھری ہاتھ میں گھماتا ہوا قافرخہ لباس پہن کر ایسے آیا کہ جیسے اس کی نظر میں کچھ ہوا ہی نہیں ہے سیدہ زینبؓ نے یزید کے اس متکبرانہ اور ظالمانہ انداز کو دیکھ کر یزید کے بھرے دربار میں ایک بے مثال اور دل ہلا دینے والا خطبہ ارشاد فرمایا جو ترجمے کے ساتھ یہاں درج کیا جا رہا ہے۔ خطبہ سے پہلے آپ نے امام عالی مقامؓ کے سرانور کو مخاطب کر کے یہ کلمات کہے۔

یا حسیناہ یا بن فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء بنت المصطفیٰ۔

یہ کلمات سن کر کئی لوگ دربار یزید میں چٹخیں مار مار کر رونے لگے اور یزید خاموش بیٹھا رہا۔ پھر سیدہ زینبؓ نے یزید کے دربار میں مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا: الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی رسولہ و آلہ اجمعین صدق اللہ کذالك يقول ثم کان عاقبة الذین اساء والسوء ان کذبوا بایات اللہ وکانوا بها یتہزون سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور درود سلام ہو اس کی اہل بیت پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے۔ ان لوگوں کا برا انجام ہوا جو برابر برے کام کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کیساتھ تمسخر کیا تو نے اے یزید ہم پر زمین کے گوشے اور آسمان کے کنارے جگ کر دیے اور ہمیں قیدیوں کی طرح لایا گیا اور یہ گمان کرتا ہے کہ ہم ذلیل اور تو جلیل ہے اور تو دیکھتا ہے اس کو کہ دنیا تجھ کو حاصل ہے اور تمام اسباب ہیں۔ اس لیے تو ناک جڑھا کر اتر رہا ہے اور اس کام سے بڑا خوش ہے ٹھہر جا اور جلد نہ کر کیا تو خدا کا یہ فرمان نہیں جانتا کہ کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے جو ان کو ڈھیل دے رکھی ہے یہ ان کو مہلت دیتے ہیں کہ وہ دل کھول کر گناہ زیادہ کر لیں ان کیلئے رسوا کرنے والا عذاب موجود ہے۔ تو نے ہمارے زخم کو گہرا کر دیا اور ذریت رسول اور عبدالمطلب کی اولاد میں سے ستارہ ہائے زمین کے خون مقدس کو بہا کر ان کی جڑ کو اصل سے اکھیڑ دیا عنقریب تو اس کے انجام سے دوچار ہوگا اور انہی کے مورد میں وارد ہوگا اس

وقت تو اپنے رویہ کی بنا پر پسند کرے گا کہ کاش تیرے ہاتھ شل ہوتے اور جو کچھ کہا اور کیا ہے نہ کہتا نہ کرتا۔ میری دعا ہے اے باری تعالیٰ ہمارا حق ہم کو دے اور ہم پر ظلم کرنے والوں سے انتقام لے اور جن لوگوں نے ہمارا خون بہایا ہے اور ہمارا ساتھ دینے والوں کو قتل کیا ہے ان پر اپنا قہر و غضب نازل فرما۔ اے یزید! اللہ کی قسم تو نے اپنا ہوا کاٹا ہے اور اپنے ہی گوشت کے ٹکڑے کیے ہیں تو ذریت رسول کے خون اور ان کی ذریت کی توہین کرنے کا یہ جہاد تھا کر معتریب رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا جب کہ روز قیامت اللہ ان سب کو ایک جگہ جمع کرے گا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں ان کے حلق قرآن گواہ ہے کہ ان کے مردہ ہونے کا گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں رزق پاتے ہیں۔ تیرے لیے اے یزید! اللہ تعالیٰ کا حاکم ہونا اور نبی کا دشمن ہونا اور جہیل کا تہارے برخلاف ہمارا مددگار ہونا کافی ہے جن لوگوں نے تیرے لیے جگہ ہموار کی اور تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کیا ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کا کس قدر بڑا انجام ہے اور کون کزور لشکر ہے۔ اے یزید! یہ بھی انقلاب روزگار و حوادث زمانہ کا شاہکار ہے کہ میں تجھ سے خطاب کروں میں تیرے مقام کو اس سے کہیں پست تر اور تیری زبرد تو بیخ کرنے کو سخت عظیم سمجھتی ہوں مگر کیا کروں آنکھ روتی ہے اور سینہ جلتا ہے کس قدر تعجب کی بات ہے کہ شیطانی گروہ اور اولاد مطلقاً نے خدا کے نبیب (پتے ہوئے) گروہ کو قتل کر دیا ہے۔ اے یزید! اگر تو ہماری ظاہری کمزوری کو اپنے لیے قیمت سمجھ رہا ہے تو فردائے قیامت تو اس بات کو تاوان سمجھے گا جب تو سوائے اپنے ہاتھوں کے کرتوں کے کچھ نہ پائے گا اور خدا اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں فرماتا ہم بارگاہ خداوندی میں ہی شکوہ کرتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں تو جس قدر رنجی چاہے مگر و فریب کر لے اور جس قدر چاہے ظلم و ستم کر لے اور جو کچھ کر سکتا ہے کر لے اللہ تعالیٰ کی قسم تو ہرگز ہمارے ذکر جمیل کو نہیں مٹا سکتا اور نہ ہی ہمارے مقام کی بلندی کو چھو سکتا ہے اور نہ اپنے کرتوت کی عار کو دور کر سکتا ہے تیری رائے و کوشش کمزور اور یہ سلطنت چند گنتی کے دن اور تیری جماعت پر اگندہ ہو وہ وقت قریب ہے جب ایک ملاوی کرنے والا خدا کرے کائنات ہوائی قوم پر جس نے یہ ظلم و ستم کیا ہے۔ اس اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثناء ہے

جس نے ہمارے پہلے کا خاتمہ سعادت و مغفرت کے ساتھ اور آخری کا شہادت و رحمت کے ساتھ فرمایا ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ان کے اجر و ثواب کو مکمل فرمائے اور مزید اجر میں بلندیاں فرمائے اور ہمیں ان کی صحیح جانشینی کرنے کی توفیق عطاء فرمائے وہ بڑا مہربان اور محبت کرنے والا ہے وہی ہمارے لیے کافی اور وہی ہمارا کارساز ہے۔ **حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔** (حیات ج ۲ ص ۳۶۰)

سیدہ زینبؓ کے اس خطبہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سب یزیدیوں کو سانپ سونگھ گیا ہے تمام یزیدی خاموش بیٹھے رہے اور کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ سیدہ زینبؓ نے حق و صداقت اور حق گوئی کا حق ادا کر کے اسلام کی ناقابل فراموش خدمت سرانجام دی جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ شیر خدا کی شہزادی نے ماضی و حال اور مستقبل کے وہ نقشے کھینچ کر رکھ دیئے کہ یزیدی ایوان حکومت کے در و دیوار ہلا کر رکھ دیئے۔

۔ قدم قدم پہ چراغ ایسے جلا گئی ہے علیؓ کی بیٹی
یزیدیت کی ہر ایک سازش پہ چھا گئی ہے علیؓ کی بیٹی

کہیں بھی ایوان ظلم تعمیر ہو سکے گا نہ اب جہاں میں

ستم کی بنیاد اس طرح سے ہلا گئی ہے علیؓ کی بیٹی

عجب مسیحا مزاج خاتون تھی کہ لفظوں کے کیمیا سے

حسینیت کو بھی سانس لینا سکھا گئی ہے علیؓ کی بیٹی

بھٹک رہا تھا دماغ انسانیت جہالت کی تیرگی میں

جنم کے اندھے بشر کو رستہ دکھا گئی ہے علیؓ کی بیٹی

خبر کرو اہل جور کو اب حسینیت انتقام لے گی

یزیدیت سے کہو سنبھل جائے آگنی علیؓ کی بیٹی

نبی کا دیں اب سنور سنور کے یہ بات تسلیم کر رہا ہے

اجڑ کے بھی انبیاء کے وعدے نبھا گئی ہے علیؓ کی بیٹی

کئی خزانے سفر کے دوران کر گئی خاک کے حوالے

کہ پتھروں کی جڑوں میں ہیرے چھپا گئی ہے علیؓ کی بیٹی

یعنی نہ آئے تو کوفہ و شام کی فضاؤں سے بچہ لینا
 بڑھت کے نقوش سارے ملاگئی ہے علی ھجۃ کی جی

اب ملک اب نہ سرائی کے چلے گا کوئی بڑھ زادہ
 فردر شاہی کو خاک میں یوں ملاگئی ہے علی ھجۃ کی جی

گزر کے چپ چاپ لاش اکبر سے بارہ ہند سن ہجری
 خود اپنے بیٹوں کے کاکوں کو ملاگئی ہے علی ھجۃ کی جی

میں اس کے در کے گداگروں کا قلام بن کر چلا تھا حسن
 اسی لیے مجھ کو رنج و غم سے بچاگئی ہے علی ھجۃ کی جی
 امام عالی مقام کے سراقہ کے علاوہ مندرجہ ذیل شہدائے کربلا کے سرور بار بڑھ میں
 پیش کیے گئے اور پھر ان کو (امام عالی مقام ھجۃ کے سرانور کے علاوہ) دمشق کے پرانے
 قبرستان میں جو باب صغیرہ میں ہے ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

۱- سیدنا ابو بکر ابن علی المرتضیٰ

۲- سیدنا عمر ابن علی المرتضیٰ

۳- سیدنا عثمان ابن علی المرتضیٰ

۴- سیدنا عباس ابن علی المرتضیٰ

۵- سیدنا جعفر ابن علی المرتضیٰ

۶- سیدنا عبداللہ ابن علی المرتضیٰ

۷- سیدنا جعفر و سیدنا عبداللہ ابن عقیل رضی اللہ عنہما

۸- سیدنا محمد ابن مسلم

۹- حبیب ابن مظاہر

۱۰- سیدنا عون بن عبداللہ بن جعفر طیار

۱۱- سیدنا حرب بن یزید الریاضی

۱۲- سیدنا علی اکبر ابن حسین

۱۳- سیدنا عبداللہ ابن الحسین

۱۴- سیدنا قاسم بن الحسن

(تاریخ کربلا ۲۲۰)

یزید جب دربار میں آیا تو اس کا چھوٹا بیٹا بھی اس کے ساتھ تھا جب امام زین العابدین کے پاس سے گزرا تو ابن یزید نے ابن حسین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ دیکھا تم ختم ہو گئے ہو اور ہمارے نقارے پورے شہر میں بج رہے ہیں جب اوپر سے چکر لگا کر یزید اور ابن یزید واپس آئے تو اذان شروع ہو گئی اور جب بالکل عابد بیمار کے پاس پہنچے تو مؤذن پڑھ رہا تھا

اشھد ان محمد الرسول اللہ

ابن حسین رضی اللہ عنہ نے ابن یزید کا بازو پکڑا اور جھٹکا دے کر کہا تمہارے نقارے ختم ہو گئے اور غور سے سن ہمارا نقارہ تا قیامت ساری دنیا میں بجتا رہے گا۔

۔ مجھ ناتوان عشق کو سمجھا ہے تو نے کیا

دامن پکڑ لیا تو چھڑایا نہ جائے گا

اس موقع پر یزید نے اپنا غصہ نکالتے ہوئے امام حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک ہونٹوں پہ چھڑی ماری اور بڑے متکبرانہ انداز میں کہا این شیوخی آج میرے بڑے ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے بدر کا بدلہ آل محمد رضی اللہ عنہم سے لے لیا ہے۔ اس بات پہ کئی آئمہ نے یزید کو کافر اور لعنتی کہا ہے۔

۔ جو ظلم پہ لعنت نہ کرے آپ لعین ہے

جو جبر کا منکر نہیں وہ منکر دیں ہے

ایک صحابی دربار میں بیٹھے ہوئے تھے یزید کی یہ کفریہ حرکت دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور فرمایا ارے ظالم! جن ہونٹوں پہ تو چھڑی مار رہا ہے میں نے خود رسول اللہ کو یہ ہونٹ چومتے ہوئے دیکھا ہے۔

آں لب کہ بوسہ داد برو بارہا رسول رضی اللہ عنہ

سولش بچوب کردن اشارت کبار و است

آل سرکہ بر کنار نبی داشتی وطن

در طشت زرنہادہ بہ پیش تو کے رواست

یزید نے صحابی کو کہا چپ رہ! اگر تو صحابی رسول ﷺ نہ ہوتا تو تیرا بھی یہی حشر کرتا۔
 صحابی نے بڑی جرأت سے فرمایا: سبحان اللہ! ظالم! صحابیت کا لحاظ تو کرتا ہے لیکن نبی ﷺ
 کے پیاروں کا اور ان کے جگر کے پاروں کا کوئی لحاظ نہیں ہے؟ یہ کہا اور صحابی رسول ﷺ
 روتے ہوئے دربار سے باہر تشریف لے گئے۔

جہاں میں اور کئی ماہ تاب آئے ہیں
 کہاں حسینؑ جلا سا ماہ ضمیر آتا ہے
 گلے میں طوق ہیں پاؤں میں تڑیاں ہیں حسن
 علی کا سارا گھرانہ امیر آتا ہے

تاریخ میں ایک یہودی کا ذکر بھی آیا ہے کہ اس وقت وہ بھی یزید کے دربار میں حاضر تھا
 اور اس نے بڑی دلیری سے یزید کو کہا: اے یزید! مسوس ہے تجھ پر مجھے دیکھ میں موسیٰ علیہ السلام
 کی تیرھویں پشت سے ہوں اور یہودی اب بھی میرا ایسے ہی احرام کرتے ہیں جیسے موسیٰ علیہ
 السلام کا۔ ارے یہ تو براہ راست تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا اور ان کے کندھوں پہ سواری کرنے
 والا تھا جس کے سر کی تو بے حرمتی کر رہا ہے اور پھر تیرا دعویٰ ہے کہ تو مسلمان بھی ہے

ہے پتر رسول دی مچھوی دا تے مخدوم ہے کل شرفا دا
 تبلیغ اسلام دی کرن دی خاطر آیا وطن توں جو صفائی دا
 گھن قلم عباس دے بازوواں دے گیا لکھ مضمون حسین اے
 اک سجدے وچ کل دنیا دے دئے بدل قانون حسین اے

ایک رومی سفیر دربار یزید میں:

جب سرکار سید الشہد الامام حسینؑ کا سراقہس دربار یزید میں رکھا ہوا تھا تو یزید کے
 پاس ایک رومی سفیر نصرانی بھی آیا اس نے یزید سے کہا: اللہ ہذا الداؤس یہ سرکس کا ہے؟ تو
 یزید نے اس سے کہا: ہذا داس الحسون ابن علی ابن ابی طالب۔ یہ سر حسین ابن
 علیؑ ابن ابی طالب کا ہے۔ نصرانی رومی سفیر نے کہا اس کی ماں کا کیا نام ہے؟ یزید نے
 کہا: فاطمہ بنت رسول اللہ۔ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

رومی سفیر نصرانی کا یہ سننا تھا کہ وہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا اف لکھ تقتلون ابن بنت نبیکم وما بینکم و بین نبیکم الا امر واحدا۔ اف تمہارے اس قتل کرنے پر تم اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کرتے ہو حالانکہ تمہارے اور تمہارے رسول کے درمیان صرف ایک ماں کا فاصلہ ہے۔ ہم نصرانی تو نشان عیسیٰ علیہ السلام کی اس قدر عزت و تعظیم کرتے ہیں اور قیامت تک روئے دنیا کے نصرانی اس پر قائم رہیں گے اور تم لوگوں کا یہ حال ہے کہ تم اپنے نبی پاک کے نواسہ کی تعظیم و تکریم کرنے کی بجائے انہیں قتل کرتے ہوئے یزید نصرانی سفیر روم کی بات سن کر کچھ جواب نہ دے سکا۔ صرف اتنا کہا: اگر تو سفیر نہ ہوتا تو تجھے بھی قتل کر دیتا اس نے کہا کہ صد افسوس! سفارت کا اتنا خیال تو ہے اور رسالت کا کوئی خیال نہیں۔ یہ بات سن کر یزید نے سر کو پیٹا اور کہا: ہائے میں دنیا میں بدنام ہو جاؤں گا۔ (امیات الہی ج ۲۶۶)

ارے یزید کے حمایتیو: ذرا سوچو تو کسی اگر ان تمام گستاخیوں کے باوجود یزید پھر بھی جنتی ہے تو پھر دنیا میں جہنمی کون ہے؟ کیا یہ عجیب بات نہ ہوگی کہ جو انسان جنت کا سردار بھی جنت میں رہے اور اس کا قاتل بھی؟ سنو! یزید جنتی ہے تو پھر شاید کوئی بھی جہنمی نہ ہو۔

۔ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

سوال:

یزید نے (مکاری کے طور پر بعد میں) تاسف کا اظہار بھی کیا تھا (جب) اس کو معلوم ہو گیا کہ اب میں ذلت سے نہ بچ سکوں گا اور

۔ تا حشر زمانہ مجھے مکار کہے گا

میں عہد شکن ہوں مجھے غدار کہے گا

اور جو حقیقت حال کو سمجھنے والے ہیں وہ امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو

۔ جو صاحب دل ہے انہیں ابرار کہے گا

جو بندہ حر ہے انہیں احرار کہے گا

نام اونچا زمانے میں ہر انداز رہے گا

نیزے پہ بھی سران کا سرفراز رہے گا

جواب:

جواب تو سوال ختم ہونے سے پہلے ہی ہو گیا ہے اس عاجز دربار حسین علیہ السلام اور اہل بیت اطہار کے ادنیٰ غلام اور مکتے (غلام حسن) سے اتنا بھی صبر نہ ہو سکا کہ سوال کو مکمل کر کے جواب لکھنا شروع کرے۔

چنانچہ بے ساختہ قلم سے دوران سوال بریکٹ میں جواب معرض تحریر میں آتا گیا۔ یزید کا ابن زیاد کو مر جائے ابن مرجانہ کہنا سراسر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے اور اہل بیت رسول کے بارے میں ان کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کیلئے تھا اور نہ وہ امام حسین علیہ السلام کے سر انور پہ چھڑیاں مار کر اپنا غصہ نہ نکالتا اور زبان سے این شیخی جیسے غلیظ کلمات تکبرانہ انداز میں نہ نکالتا اور جب اس نے ابن زیاد بد نہار کو کوٹنے کا گورنر (صحابی رسول نعمان بن بشیر کو ہٹا کر) بتایا تھا تب ہی اس کو یہ کہہ دیتا کہ خبردار کسی کو قتل نہیں کرنا۔ پھر امام مسلم اور بچوں کی شہادت کے بعد بھی اس کی آنکھیں نہ کھلیں اور اس نے ایسا کوئی حکم جاری نہ کیا۔ اب ایک جملہ بول کر کہ "مرے ابن مرجانہ" اور سر پہ ہاتھ مار کے مگر مجھ کے آنسو بھی بہا لے تو نہ لعنت کا طوق اس کے گلے سے اتر سکتا ہے اور نہ ہی قاطرہ الزہرا کے گلشن کو اجاڑنے والا دوزخ کے عذاب سے خدا کی ناراضگی سے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کی نعمت سے محرومی کی سزا سے بچ سکتا ہے۔

ما حشر زمانہ اسے خدار کہے گا
وہ عہد شکن تھا اسے مکار کہے گا

یہی یزید ہے ناں جس نے تمام شہیدوں کے سروں کو تین دن رات دمشق کے مرکزی دروازے پہ لٹکا دیا تا کہ لوگوں کو عبرت ہو کہ جو یزیدی حکومت کے خلاف بغاوت کرے گا اس کا یہ حال ہوگا۔ پھر بھی یزید بے قصور ہے تو قصور کس کا ہے؟

ان کا دعویٰ ہے کہ بیاباں کو سنوارا ہم نے

ان سے پوچھو کہ گلستان اجاڑا کس نے

خدا کی لائمی بے آواز ہے اس کی بارگاہ میں دیر تو ہے اندھیر نہیں ہے آج یزید کا نام

ایک گالی بن گیا ہے یہ انتقام قدرت ہے۔ یزید کی قبر کا یزید یوں کو بھی علم نہیں ہوگا جبکہ امام حسین علیہ السلام کا نام آج بھی باعث تسکین جاں بنا ہوا ہے اور ہر لمحے ان پر درود و سلام کی بارشیں ہو رہی ہیں۔

۔ کشتیاں سب کی کنارے پہ پہنچ جاتی ہیں

ماخدا جن کا نہ ہو ان کا خدا ہوتا ہے

یزید نے یہ سمجھا کہ جس کی حکومت ہو اس کا ہی سب کچھ ہوتا ہے اور وہ جو کچھ بھی کرتا پھرے اس کیلئے روا ہے اور شاید اہل بیت کو شہید کرادوں گا تو ہمیشہ کیلئے میرا راستہ صاف ہو جائے گا اور شاید وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ

۔ رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد

ہوش آتا ہے بشر کو ٹھوکر یں کھانے کے بعد

بعد میں اس کی آنکھیں کھل گئیں مگر اس کے چہرہ کاروں کو ہوش اب تک نہیں آئی جبکہ

بچہ بچہ اس حقیقت کو جان چکا ہے اور مان چکا ہے کہ

۔ جس دور میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی

اس دور کے سلاطین سے کوئی بھول ہوئی ہے

شام کا قید خانہ اور بیمار کر بلا:

رات ہوئی تو خاندان نبوت کے تمام افراد مرد و زن کو علیحدہ علیحدہ کمروں میں بند کر دیا گیا اس قید خانے میں زین العابدین نے وہ مشہور قصیدہ شان رسالت میں کہا جس میں انہوں نے بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام میں ہوا کے ذریعے سلام بھی بھیجا اور حضور ﷺ کی بارگاہ سے غائبانہ استغاثہ کر کے اپنا خوبصورت عقیدہ الاستمداد برسول اللہ عطا فرمایا۔ اشعار یہ ہیں:

یومنا الی ارض الحرم

فیہا النبی المحترم

من سیف ہجر المصطفیٰ

فیہا النبی المحتشم

ان نلت یاربیع الصبا

بلغ سلامی روضۃ

اکباد نامجر و حۃ

طوبی لاہلی بلدۃ

جس کے ترجمے کا خلاصہ پنجابی زبان میں عبدالستار نیازی فیصل آبادی نے یوں کیا:

آئیں سوئے لوں دوائے نی جے تیرا گزر ہووے
 میں مر کے دی نہیں مر دا جے تیری نظر ہووے
 اتنے مصائب چھوڑ کر امام الانبیاء کے ہجر و فراق کا ذکر کرنا اور مدینے شریف کی پاک
 فضاؤں کی بات کرتے ہوئے اپنے دلوں کے زخمی ہونے کی بات کرنا اہل عشق و محبت کے
 عقیدے کی کتنی ہی ترجمانی ہے جس کی وجہ سے اہل محبت مدینہ کی جدائی میں ہر وقت تڑپ
 تڑپ کر یوں عرض کرتے رہتے ہیں۔

ان کے دور پہ موت آجائے تو جی جائیں حسن
 ان کے دور سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں
 اور سوئے مدینہ جاتے ہوئے جوں جوں مدینہ قریب آتا جاتا ہے اپنے دل کو تسلی دیتے
 ہوئے کہتے ہیں۔

مدینہ نبی ﷺ کا قریب آ گیا ہے
 بلندی پہ اپنا نصیب آ گیا ہے
 نہ گھبرا نہ گھبرا مریض محبت
 کہ نزدیک کوئے حبیب آ گیا ہے

یزیدی حکومت کے خلاف بغاوت کا خطرہ:

یزید کو اطلاع ملی کہ موصل میں عماد الدولہ اور اس کا پورا لشکر ہم پر چڑھائی کا پروگرام بنا
 رہے ہیں اور وہی صحابی رسول ﷺ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ (جن کا ذکر چند صفحات پہلے
 بابا جی کے نام سے ہو چکا ہے) نے اپنے گاؤں جا کر کپڑا لہرا کر اعلان کیا: لوگو چھوڑ دو کھیتی
 باڑی دکانداری تجارت وغیرہ غضب ہو گیا زمانہ بدل گیا ہے تم ابھی کام میں لگے ہوئے ہو اور
 رسول ﷺ کی دوستی شام میں قیدی بن کر آگئی ہے نواسہ رسول ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے۔
 اور ابوسعید دمشقی کی روایت کے مطابق خزائن قبیلے کی بغاوت اور لشکر کشی کے ڈر سے
 یزیدی لشکر نے جو سر حسین رضی اللہ عنہ کو ایک بت خانے میں چھپایا تو آپ رضی اللہ عنہ کے سر کی کرامات
 دیکھ کر بت خانے میں رہنے والے بیسیوں افراد نے صبح ہوتے ہی امام زین العابدین کے

ہاتھ پر اسلام قبول کر کے انتقام لینے کا تہیہ کر لیا۔ (حاضر العبادین)
 ان تمام عواہل کی یزید کو اطلاع ملی تو اس نے فوراً امام زین العابدین کو صلح کیلئے طلب
 کیا اور کہا ہم آپ کا ہر مطالبہ ماننے کو تیار ہیں۔ یزید نے ہاتھ آگے کیا تو امام زین العابدین
 نے فرمایا! ہاتھ پیچھے کر لے اگر تیرا ہاتھ اس قابل ہوتا تو میرا باپ ہی تیرے ہاتھ میں ہاتھ
 دے دیتا لیکن

۔ سر داد نہ داد دست در دست یزید
 حقا کہ بتائے لا الہ الاست حسین
 کیونکہ

۔ شاہ است حسین بادشاہ است حسین
 دین است حسین دیں پناہ است حسین

امام زین العابدین نے فرمایا: خدا ہمیں تجھ سے مانگنے اور مطالبہ کرنے کی توفیق ہی نہ
 دے ہم تجھ سے کچھ نہیں مانگتے ہمارا سامان ہی ہمیں واپس کر دے اور ہمارے قیدی بمعہ
 سواریاں اور ہمارے قاتل اور کل جمعہ کا دن ہے بڑی دیر ہوگئی جمعہ کا خطبہ نہیں دے سکا اور
 ویسے بھی کچھ لوگوں نے واقعہ کربلا کے بارے میں غلط باتیں مشہور کر کے ہمیں قصور وار ٹھہرا
 رکھا ہے میں چونکہ اس ساری کارروائی کا چشم دید گواہ ہوں لہذا جمعہ کا خطبہ میں دوں گا اور
 لوگوں کی غلط فہمیوں کو دور کر کے صحیح صورتحال سے ان کو آگاہ کر دوں گا۔

یزید نے ساری باتیں مان لیں لیکن جب قاتلان حسین دجیٹ کے بارے میں اس نے
 لوگوں سے پوچھا کہ من قتل الحسین؟ حسین کو کس نے قتل کیا ہے تو ایک دن پہلے بھی
 اس نے یہی سوال جب لشکر سے کیا تو بشیر بن مالک نے کہا تھا انا قاتل خیر خلق اللہ
 میں نے اللہ کی مخلوق میں سے بہترین کو قتل کیا ہے تو یزید نے تلواریں نکالی اور اس کا سرا تار دیا
 تھا۔ بعض لوگ اس واقعہ کو بھی یزید کی حمایت میں لکھتے اور بیان کرتے ہیں کہ اس کا مطلب
 یہ ہے کہ وہ ناراض تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ حسین دجیٹ کو قتل کیا جائے لیکن یہ چوری اور سینہ
 زوری یا عذر گناہ بدتر از گناہ والی بات ہے کیونکہ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ یزید قتل امام پہ ناراض

تھا بلکہ یزید نے اس کی وجہ خود بیان کر دی کہ جب تو حسین کو خیر خلق اللہ کہتا ہے تو پھر قتل کیوں کیا۔

چنانچہ کوئی بھی امام کا قتل ماننے کو تیار نہ ہوا تو یزید نے حسین بن نمیر سے پوچھا کہ اگر تم نے حسین جیٹا کو قتل نہیں کیا تو پھر کس نے کیا ہے۔ شمر لعین جواب تک ہیرو دینا ہوا تھا اپنے آپ کو بچانے کیلئے فوراً بول اٹھا ہمارا حسین جیٹا نے کیا بگاڑا تھا کہ ہم اسے قتل کرتے؟ یزید نے کہا! پھر کس نے کیا ہے اس کا نام کیوں نہیں بتاتے ہو؟ شمر نے کہا! اچھا نام ہی پوچھتا ہے تو سنو! حسین جیٹا کا قتل یزید نے کیا ہے کیونکہ اس کی حکومت میں ہوا ہے اس کے حکم سے ہوا ہے ہم تو حکومت کے ملازم ہیں اوپر سے جو آرڈر ہوگا ہم کر گزریں گے۔

حسین تو نے یہ مفروضہ کر دیا باطل

چراغ تیز ہواؤں میں جل نہیں سکتا

یزید یہ ساری باتیں سن کر گھبرا گیا اور عابد بیمار کی منت کرنے لگا کہ یہ شرط رہنے دو باقی سب ہمیں منظور ہیں۔ فرمایا! اچھا جاؤ پھر اعلان کرادو کل جمعہ کا خطبہ زین العابدین دے گا۔ یزید اگرچہ اس پر بھی راضی نہ تھا کیونکہ اس سے بغاوت بڑھنے کا خطرہ شدید تھا کہ جب لوگ امام زین العابدین کی زبان سے صحیح صورتحال معلوم کریں گے تو یزید کے خلاف ہو جائیں گے مگر بادل نخواستہ ہاں کر دی۔

رات گزری دن نکلا جمعہ کا وقت قریب آیا تو امام زین العابدین کی خدمت میں بہترین لباس جبہ و عمامہ بھیجا گیا کہ خطیب کا لباس اچھا ہونا چاہیے لیکن آپ نے یزید کا بھیجا ہوا لباس یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ شہیدوں کا خون پاک ہوتا ہے میں اپنے باپ کے خون کے پھینٹوں والے کپڑوں میں ہی خطبہ دوں گا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ

آئے تھے کربلا میں شہادت کے واسطے

اک دن میں گھر لٹا دیا امت کے واسطے

جمعہ کی پہلی اذان ہوئی تو مسجد نمازیوں سے کچھ کچھ بھری ہوئی تھی آپ مسجد میں

تشریف لائے تو ایک یزیدی خطیب یزید کی شان میں تقریر کر رہا تھا اور شہادت حسین جیٹا کا

جواز قرآن کی یہ آیت پڑھ کر پیش کر رہا تھا۔ من اضطر غیر باء ولا عاد فلا اثم
 علیہ۔ کہ حسینؑ کو اضطراری حالت میں نہ چاہئے ہوئے بھی بیعت کر لینی چاہیے تھی
 اس نے اس میں غلطی ڈالا ہے تو یزید نے مجبوراً کارروائی کر ڈالی۔ لہذا نظریہ ضرورت کے
 تحت جو ہوا ہے قرآن کی رو سے جائز ہوا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
 خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
 ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

امام زین العابدین کا خطبہ جمعہ:

جب امام زین العابدین مسجد کے دروازے پر پہنچے تو امام حسینؑ کے خون سے
 رنگین امام زین العابدین کا لباس دیکھ کر ساری مسجد کے تمام نمازی کھڑے ہو گئے یزید بھی
 مسجد میں موجود تھا یہ منظر دیکھ کر بہت گھبرایا لیکن اب کیا کر سکتا تھا امام زین العابدین سیدھے
 منبر کی طرف تشریف لے گئے اور اس یزیدی خطیب کا جب زور سے کھینچ کر فرمایا! بنس
 الخطیب انت مردود ملعون و مبطوض۔ تو بہت برا خطیب ہے ارے ذلیل خطیب
 کیا تو کربلا میں موجود تھا۔

ہٹ پیچھے میں واقعہ کربلا کا چشم دید گواہ ہوں اور میں لوگوں کو بتاتا ہوں کہ حقیقت کیا
 ہے (اسی خطیب کی اولاد آج تک منبروں پر یزید کی شان بیان کرتی ہے اور امام حسینؑ کو
 باغی کہتی پھرتی ہے تاکہ سندر ہے) کہ یزیدی کون ہے اور حسینی کون ہے۔

امام زین العابدین نے جب واقعہ کربلا بیان کیا تو لوگ مسجد کی دیواروں کے ساتھ
 نکریں مارنے لگے اور جب آپ نے یہ فرمایا! دس محرم تک بات ختم ہو جاتی تو معاملہ اور تھا
 سارے دکھ بھول جائیں گے لیکن پھو پھی زینب کے قیدی ہونے کا صدمہ کبھی نہ بھولے گا۔
 مردوں کی داستانیں پھر بھی ایک نہ ایک دن پردے میں چلی جاتی ہیں مگر شرم و حیا کی ملکہ اور
 پردے کی علمبردار رسول اللہؐ کی دوستی آج تک بدستور قیدی ہے۔

دیر کے داکرے بے ذبح کوئی
 دیکھے ادھی ہمشیر تے پتا لگدا

اصغر وچ پردیس پرویاں نوں
قیدی لوے کوئی کرتے پنا لگدا

امام زین العابدین خطبہ دے رہے تھے اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے یزید نے پکار کر کہا اذن یا المودن ارے مودن کہاں مر گیا ہے جلدی اذان پڑھ مودن نے اذان شروع کر دی عابد بیمار ادباً خاموش ہو گئے۔ مودن نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا عابد نے نعم لا شیء اکبر منہ فرمایا۔ مودن نے اشہدان لا الہ الا اللہ کہا عابد نے نعم شہد بہا لحمی و شعری و دمی فرمایا! مودن نے اشہدان محمد رسول اللہ کہا تو عابد بیمار نے اس کو کہا اس نام کا واسطہ ذرا ٹھہر جا مودن

عابد بیمار نے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا! یا یزید محمد جدی ام جدک اے یزید ذرا بتا تو محمد میرا نانا ہے کہ تیرا؟ یزید نے مودن کو ڈانٹ کر کہا اذان مکمل کرو جمعہ کو دیر ہو رہی ہے عابد نے فرمایا اذان بھی مکمل کرو نماز بھی میں نے جو کہنا تھا کہہ لیا ہے۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی

ہم نے تو دل جلا کر سرِ بام رکھ دیا

نماز ہوئی یزید بھاگا بھاگا گھر گیا اور گھر والوں کو ساری صورتحال بتائی اور مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کرنا کیا ہے تو چادر اتار دے ہم دوپٹے اتار لیتی ہیں سر پہ خاک ڈال لیتے ہیں اور مسجد کے دروازے پہ جا کر سینوں پہ ہاتھ مار مار کر کہتے ہیں ہمیں تو پتا ہی نہیں تھا بڑا افسوس ہوا ہے یہ محض کسی پر تنقید نہیں ہے بلکہ تاریخ ہے۔ جلاء العیون صفحہ ۵۰۰۔ اخبار ماتم ص ۹۶۷۔ ص ۸۰۵ اقمین علیہم ثلثۃ ایام۔ انہوں نے تین دن ماتم کیا اور ان کی یہ مکاری دیکھ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اتبعون وتنوحون واللہ فابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا۔

اب روتے ہو اور نوحہ کرتے ہو خدا کی قسم تم زیادہ روتے رہو اور تمہیں ہنسنا کم ہی نصیب ہو۔

اسی دوران ایک قصاب دکان پہ گوشت بیچ کر بکرے کی سری لے کر گھر جا رہا تھا امام زین العابدین کی نظر پڑی تو آپ نے فرمایا: یا القصاب اسکن هنا۔

بریدہ سر کی جانب آپ نے جو خیال فرمایا
اسی دم تھو میدان کرمل سامنے آیا
مٹا نیچے چھری کے تو نے جب اس کو لٹایا تھا
تو اس بکرے کو پہلے تو نے پانی بھی پلایا تھا

اے قصاب رک جائے ایک مسئلہ بتا جاوہ رک گیا اور عرض کیا وہ کون سا مسئلہ ہے جو
باب مدینہ العلم کے پوتے کو نہیں آتا اور ایک قصائی کو آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: آتا مجھے بھی ہے
مگر میں تیری زبان سے یزید کو سنوانا چاہتا ہوں (یزید پاس ہی کھڑا ہوا تھا اور کسی گہری سوچ
میں پڑا ہوا تھا) آپ نے فرمایا! یہ بتا کہ جب تو نے بکرا ذبح کیا تھا اس کو چارہ پانی دیا تھا؟ اس
نے کہا! جناب ہم ذبح کرنے سے پہلے چارہ بھی کھلاتے ہیں اور پانی بھی خوب پلاتے ہیں
کیونکہ شریعت کا مسئلہ یہی ہے کہ جانور کو ذبح کرنے سے پہلے خوب کھلاؤ پلاؤ۔ فرمایا! اب تو جا
اور یزید کو فرمایا! ظالم تو نے ہمارے ساتھ بکریوں جیسا بھی سلوک نہ کیا میرے باپ اور
بھائیوں کی خشک رگوں کو جس طرح تم نے کاٹا یہ دکھ یا عابد جانتا ہے یا معبود جانتا ہے۔

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرنے کیلئے چھری اس کے سامنے تیز نہ کرؤ ایک کے
سامنے دوسرے کو ذبح نہ کرو۔ مگر یہ کیسے ظالم تھے کہ زینب کے سامنے اس کے بچے ذبح کر
رہے ہیں اور حسین جنت کے ہاتھوں میں علی اصغر پہ تیر چلا رہے ہیں۔

ن خون پینے کو دیا اور زہر کھانے کو دیا
خوب دعوت کی بلا کر دشمنان اہل بیت

شہادت امام حسین جنت کا مقصد یہ ہے کہ جان دی جاسکتی ہے سر کٹائے جاسکتے ہیں
گھر لٹائے جاسکتے ہیں مگر دین قربان ہوتا نہیں دیکھا جاسکتا اور سبق صرف صبر کا ملتا ہے۔

آسمان تھا زلزلے میں اور سلاطین میں زمین
اس سے آگے کیا ہوا مجھ سے کہا جاتا نہیں

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

نہ گھبراؤ مسلمانو! خدا کی کی شان باقی ہے
ابھی اسلام زعمہ ہے ابھی قرآن باقی ہے
یہ کافر کیا سمجھتا ہے جو اپنے دل میں ہنستا ہے
ابھی تو کربلا کا آخری میدان باقی ہے

لمحہ فکر یہ:

حضور علیہ السلام کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو جب وحشی نے قتل کیا اگرچہ بعد میں وحشی نے اسلام قبول کر لیا اور صحابی رسول ہو گئے لیکن حضور ﷺ نے ان کو فرمایا کہ میری بارگاہ میں جب بھی آؤ مرے سامنے نہ بیٹھا کرو بلکہ پچھلی طرف بیٹھا کرو کہ مجھے میرے چچا کی درد ناک شہادت کا منظر دکھائی دینے لگتا ہے۔

اسی طرح جب آپ ﷺ کے دوسرے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں قیدی ہوئے اور ان کو مدینے شریف لایا گیا ان کے بازوؤں کو رسیوں سے کچھ زیادہ ہی کس کر باندھا گیا تھا جس کی وجہ سے رات بھر کراہتے رہے تو صبح کے وقت حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنے چچا کے کراہنے کی آواز نے ساری رات سونے نہیں دیا۔ میرے چچا کا فدیہ مجھ سے لو اور اس کو آزاد کرو۔ اگرچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن پھر بھی دنیا کو صلہ رحمی کی تعلیم دینے والے آقا اپنے خونی رشتوں کا اس قدر پاس فرماتے۔

اس موقع پر جبکہ سارے قیدی فدیہ دے کر رہا ہو رہے تھے تو آپ ﷺ کا داماد ابوالعاص بھی حاضر خدمت ہوا اور وہ بار جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو شادی کے موقع پر دیا تھا ابوالعاص نے فدیہ کے طور پر وہ پیش کر دیا تو حضور ﷺ کے ذہن میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آنے لگی اور اپنی بیٹی کی بے بسی یاد آئی تو آپ ﷺ رونے لگے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا! اگر تم محسوس نہ کرو تو یہ ہمارا بیٹی کو واپس بھیج دوں اور ابوالعاص کو آزاد کر دوں؟ سب کے سب صحابہ پر رقت طاری ہو گئی اور سب نے بخوشی اجازت دی۔

ان واقعات اور اس طرح کے دیگر بے شمار واقعات کی روشنی میں بڑی آسانی کے ساتھ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ جب حضور ﷺ کے نواسے جن کو آپ ﷺ نے اپنا بیٹا فرمایا اور ان کے ساتھ مثالی پیار فرمایا بلکہ اللہ سے دعا کی یا اللہ میں حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس

سے محبت کر اور بلکہ ان سے محبت کرنے والوں کے ساتھ بھی محبت کر اور جن کے بچپن میں رونے کی آواز حضور ﷺ کو تڑپا دیتی تھی خدا ہی جانتا ہے کہ جب ان کو کربلا میں بھوکا پیاسا شہید کیا جا رہا تھا تو امام الانبیاء کی حالت کیا ہوگی۔

چہ عایا ان کو کندھوں پہ رسول اللہ نے اکڑ
کوئی ہم مرتبہ شبیر و شیر ہو نہیں سکا
(سید علی حسین پکھڑی)

مندرجہ ذیل روایت سے اس غم کا کچھ اندازہ ہو سکے گا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک خواب کے ساتھ تعلق رکھتی ہے آپ فرماتے ہیں: رایت رسول اللہ ﷺ فی المنام ذات یوم نصف النهار اشعث اغبر وبیدہ قارورة فیہا دم فقلت یا ایہذا قال ۛ رسول اللہ ما هذا قال ۛ دم الحسین واصحابہ۔ (مسند احمد)

فرماتے ہیں کہ میں نے (دس محرم ۶۱ھ میں اس وقت کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا) دوپہر کے وقت خواب میں (مکہ کے اندر) حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کے بال مبارک بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں اور آپ ﷺ نے ہاتھ میں خون سے بھری ہوئی شیشی پکڑی ہوئی ہے میں نے پوچھا! حضور ﷺ یہ خون کیسا ہے (اور آپ کیوں پریشان ہیں) تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ میرے حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے (میں اپنے رب کو دکھاؤں گا کہ یا اللہ دیکھ تو نے تو میرے قریبوں کیساتھ محبت کرنے کا حکم دیا تھا مگر یہ ان کو شہید کرتے رہے اور ان کے سر کاٹ کر نیزوں پہ چڑھاتے رہے) یہ تو حضور ﷺ کی پریشانی تھی آپ کی لخت جگر سیدہ فاطمہ الزہرا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے غم کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

پایہ پکڑ کے عرش کا زہرا نے یہ کہا
بندوں نے تیرے میرے پسر کو ذبح کیا
امت کو میرے ابا کی تو بخش دے خدا
سمجھوں کی مل گیا مجھے بدلہ حسین رضی اللہ عنہ کا

شام سے مدینہ واپسی

رحمت ربّ دی گوی وچہ چکدی رہی
 ہویا کی جے مس کئی وار نہوا
 کیوے باغ دی سولی آن مس دو
 ہر کوئی نیکیاں دا دعوے وار بھلا
 بھل بھل کے کیاں نے رہ لکھے
 کوئی آہ بھلاتے کوئی پار نہوا
 جہا بھلاتے نظر حلیت ہوئی
 جُجُجُ کے کہدا ی پار نہوا
 اتے سدرہ تے جا کے جبریل ریا
 ابرہہ پر نہیں مدنی تاجدار نہوا
 اک نہیں بھلاتے پتر فاطر
 نہ نہ نہیں پنہ توار بھو
 تے ہوتے سادات دے قافے دی
 چر کے عابد دی نہیں تہر بھو
 مغربی دی امت دے قافے نوں
 نبیوں کرہا یا شہسوار بھو

واپس نہ سنے آنا پسند فرمایا! یہ وہی صحابی ہیں جو ابن زیاد بدنہاد سے پہلے کوفہ کے گورنر تھے اور اہل بیت اطہار کی محبت کی پاداش میں یزید نے ان کو گورنری سے معزول کر دیا تھا اور ابن زیاد کو ان کی جگہ گورنر بنا دیا جب یزید کے نمائندوں نے ان کو کہا! مسلم سر عام بیعت کر رہے ہیں آپ یزیدی حکومت کے گورنر ہو کر انکو روکتے کیوں نہیں آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے تو انہوں نے جواب دیا! میرا ان کے ساتھ ایمان کا رشتہ ہے جس پر میں گورنری تو کیا جان بھی قربان کرنے کو تیار ہوں۔

۔ سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے

دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

فرمایا! اب گورنری کیلئے میں اپنا ایمان ضائع کرنے سے رہا یزید کے حمایتیوں نے کہا پھر یزید ناراض ہو جائے گا تو کیا کرو گے؟ فرمایا: یزید کی ناراضگی پسند ہے حسین جی! ناراض ہو گیا تو خدا و مصطفیٰ ﷺ ناراض ہو جائیں گے اور ویسے بھی یزید نے حکومت کے نشے میں جو اہل بیت کو ستانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے یہ ایک فتنے سے کم نہیں جو اس کی حکومت کو مفقرب ختم کر دے گا اور ایسے فتنوں کیلئے پھر حسنی کرداری سامنے آتا ہے۔

۔ ہر دور میں اٹھتے ہیں یزیدی فتنے

ہر دور میں شبیر جنم لیتے ہیں

اور باقی رہی حکومت تو ان الحکمہ اللہ حکومت اللہ ہی کی ہے وہ جتنی دیر تک جس کو چاہے عطاء کر دے یہ اس کی امانت ہے جو اس میں خیانت کرے گا وہ خود ذمہ دار ہوگا اور نہ اس کو خدا معاف کرے گا نہ خدائی معاف کرے گی۔

۔ کسی سلطان کی حکومت نہ کسی شاہ کی ہے

سارے عالم پہ حکومت فقط خدا کی ہے

چنانچہ جب یہ قافلہ شام سے براستہ کربلا مدینہ شریف جا رہا تھا جب کربلا معلیٰ آیا تو میدان کربلا کا رنگ ہی کچھ اور تھا جہاں دو لاکھ کالشکر جمع تھا وہاں اب قبرستان اور چند لاشیں خانوادہ نبوت کی ابھی بے گورد کفن پڑی تھیں جن سے خون ابھی تک جاری تھا جو یزید کے ظلم

کا اعلان کر رہا تھا

۔ ختم ذرا بے تابی دل ٹھہر جانے دے مجھے

اور اس بستی پہ چھ آنسو بہانے دے مجھے

بعض لاشوں کی پوری طرح پہچان نہیں ہو رہی تھی حضرت بی بی زینب ؓ علم لدنی کے ذریعے زین العابدین کو بتاتی گئیں اور وہ ان ٹکڑوں کو جمع کر کے دفناتے گئے جبکہ دوسری لاشیں قریبی بستی والوں نے دفنادی تھیں۔

چلتے چلتے مدینہ شریف پہنچے تو چالیس اونٹنیوں پر سوار ہو کر جانے والا قافلہ جب مدینے والوں نے اتنا مختصر پایا تو ایک کہرام تھا مردوں میں سے صرف عابد بیمار ساتھ آئے ہیں ہر کوئی پوچھتا اکبر کہاں ہیں اصغر کہاں ہے عباس علمدار کہاں ہے عون و محمد کدھر گئے آگے سے جواب ملا

۔ جو مصیبت ہم پہ گزری کیا کریں اس کا بیاں

کوئی دنیا میں نہ ہوگا اس طرح زار و نزار

روایت میں ہے کہ اس سے بڑی قیامت اس سے پہلے مدینہ شریف میں کبھی نہ آئی تھی تمام مہاجرین و انصار جمع ہو گئے اور واحسناہ و اسیداہ کا شور مچ گیا جب زین العابدین کے کپڑوں پر شہدائے کربلا کا خون دیکھا تو سینے شق ہونے لگے اور مرغ بسل کی طرح اہل مدینہ تڑپنے لگے۔

زہرۃ الریاض میں ہے کہ مدینے میں یہ پانچویں مرتبہ ایسی قیامت پھا ہوئی اس سے پہلے چار مرتبہ اس سے ملتے جلتے حادثات ہوئے۔ (۱) جنگ احد کا واقعہ (۲) حضور ﷺ کی وفات (۳) جس دن حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت کی خبر کوفے سے مدینے آئی (۴) جس دن امام حسین مدینہ چھوڑ کر کوفے کی طرف روانہ ہوئے (۵) اور آج کا دن مگر آج کا دن اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت ہی المناک تھا۔

آفتابے از مدینہ رفتہ سوئے کربلا

بانے کرب و بلا در خاک پنہاں گشتہ است

لیکن ہم رب کی رضا پر راضی بھی ہیں اور شکوہ بھی نہیں کرتے کیونکہ جتنا بڑا کسی کا مرتبہ و مقام ہوتا ہے اسی قدر اس پر آزمائش بھی آتی ہے اگر اس نے اس خانوادہ کو جنت کی سرداری عطا فرمائی ہے تو آزمائش بھی اتنی ہی بڑی ڈالی تاکہ کوئی کہہ نہ سکے کہ ہم بھی تو آخر انسان ہیں مسلمان ہیں مدینہ میں رہتے ہیں پھر کیا وجہ ہے حسین رضی اللہ عنہ کو جنت کے جوانوں کا سردار کہا گیا ہمیں کیوں نہ کہا گیا۔ اس سوال کا جواب بھی واقعہ کر بلا ہے۔

ہوں خوشیاں جن کی قسمت میں پھر ان کو غم بھی ہوتے ہیں

جہاں بھتی ہے شبنائی وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

خانوادہ نبوت حضرت نعمان بن بشیر پر بہت خوش ہوا بلکہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حضرت نعمان نے اتنے بڑے سفر میں ہمارا ہر طرح کا خیال کیا تعظیم و توقیر بجالاتے رہے حوصلہ دیتے رہے ان کو اخروی انعام کے علاوہ دینی انعام بھی ملنا چاہیے چنانچہ اور تو دنیا کے سامان سے تھا کچھ نہیں دونوں بہنوں نے جو کانوں میں تھوڑا بہت زور تھا وہ اتار کر ان کو پیش کر دیا اور ساتھ شفاعت کا وعدہ فرمایا حضرت نعمان نے یہ کہہ کر زور واپس کر دیا کہ مجھے شفاعت کا ہی انعام کافی ہے اور یہ خدمت تو میں نے اپنے نبی کو خوش کرنے کیلئے کی ہے۔ (حاضر اشہادین)

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے بغیر مدینہ شریف کی رونقوں میں نمایاں کی آگنی درود یواریں و غم میں مبتلا ہو گئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے زین العابدین رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور فرمایا!

کہو قاسم کی کیا خبر لائے

اپنے بابا کا تم تو سر لائے

مائی کہہ کون اب پکارے گا

قبر میں مجھ کو کون اتارے گا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا الگ الگ کونے میں جا جا کر رو رہی تھیں اور فرط جذبات محبت میں بے ہوش ہو رہی تھیں۔ حضرت شہر بانو بے چاری مصیبت کی ماری کی آنکھیں پتھر انگلیں آنسو ختم ہو گئے حیرت سے ہر ایک کا منہ تک رہی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

سیدہ ام سلمہ ؓ کے گلے لگ کر کہہ رہی تھیں اسے ہانی! ہم تو کربلا میں سب کچھ لٹا کر آ گئے
پھر حضرت ام سلمہ ؓ کی معیت میں روضہ پاک پہ حاضری دی جس کا حال بیان میں
نہیں آ سکا عرض کیا۔

۔ یا رسول اللہ! برآز از روضہ سر تا نگری
اہل بیت خوشن آزار و غمناک و حزیں
در بلائے دشمنان دیں گرفتار آمدہ
کس مبادا در جہاں ہرگز گرفتار این چنین

یزید اور اس کا انجام:

۔ بنائے آسمان بھی اس ستم پہ ڈلگائے گی
مگر مومن کے قدموں میں کبھی جنبش نہ آئے گی

باطل حق کو مٹانے کیلئے اپنا پورا زور لگا دیتا ہے مگر نہ تو حق کا کچھ ہکا بکاڑ سکتا ہے اور نہ ہی
حق کا ایک جھوٹا برداشت کر سکتا ہے۔ نمرود نے ایک ابراہیم کو ختم کرنے کیلئے ہزاروں بچے
مروائے حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا اور کیا کیا جتن نہ کیے مگر وہی ابراہیم نمرود کی وسیع و
عریض حکومت اور خود اس کی اپنی بدبودار ذات کے خاتمے کا سبب بن گئے۔ فرعون نے موسیٰ
علیہ السلام کو مارنے کیلئے یذبھون ابناہ ہم ویستحیون نساء ہم ہزاروں بچے ذبح
کر ڈالے۔ یزید علیہ ما علیہ نے امام حسین ؓ اور ان کی اولاد کو مٹانے کیلئے دو لاکھ کا لشکر بھیجا
شاید اس نے علی المرتضیٰ ؓ قاتح خیبر کی قوت پروردگار کے بارے میں سن رکھا ہو گا اسی لیے
چھ ماہ کے علی اصغر کیلئے بھی لاکھوں کا لشکر بھیج دیا مگر ہوا کیا آج اس حسین جیٹو کی اولاد ہر گلی
ہر محلہ ہر گاؤں ہر بستی ہر شہر ہر ملک اور پوری دنیا میں موجود ہے مگر کوئی بھی غیرت مند انسان
یزید تو کیا یزید کے کسی سپاہی کی اولاد کو بھلوانے کیلئے بھی تیار نہیں ہے تو پھر یزید کو ٹھیک ہی تو
کسی نے کہا تھا کہ تیرا ظلم ہمیشہ نہیں رہے گا۔

اک نہ اک دن یہ رات بدلے گا

وقت اپنا حراج بدلے گا

ہم پہ صدیوں سے جو مسلہ ہے
 غلطیوں کا رواج بدلے گا
 مانج اچھلیں گے بادشاہوں کے
 آمریت کا رواج بدلے گا
 ہو چکا ہے یہ طے نسیم اک دن
 نہ رہے گا یہ آج بدلے گا

یہی وجہ ہے کہ تاریخ انسانی میں بڑے بڑے واقعات ہوئے فتوحات بھی ہوئیں ظلم
 بھی ہوئے مگر کسی واقعہ کو بھی اس قدر یاد نہیں کیا گیا جتنا کہ واقعہ کر بلا کو۔ کہ چند سو سال کے
 بعد آج بھی جب محرم الحرام کا مہینہ آتا ہے تو ہر طرف محرم کی جاتی ہے اور ایسے لگتا ہے جیسے
 آج ہی یہ واقعہ ہوا ہے اور پھر بطور واقعہ یا کہانی کے اس کو یاد نہیں رکھا گیا بلکہ مشن کے طور پر
 اور دوسری طرف دیکھو کہ یہ یہ کے اس ظلم کے بعد کیا ہوا؟ جو ہونا تھا وہی ہوا۔ حضرت علی
 المرتضیٰؑ فرماتے ہیں حکومتیں کفر سے تو مل سکتی ہیں مگر ظلم سے نہیں مل سکتیں کیونکہ
 - اندھیروں کے مقابل آفتاب آیا ہی کرتے ہیں
 بشر بے یمن ہو تو انتخاب آیا ہی کرتے ہیں



یزید کے خلاف نفرت پھیل گئی

جب واقعہ کربلا کے بارے میں ہر کسی کو پتا چل گیا تو یزید کے خلاف نفرت کی لہر دوڑ گئی بالخصوص مدینہ شریف کے لوگ یزید سے شدید نفرت کرنے لگے۔ یزید نے اپنے چھ خوشامدی بھیجے کہ جا کر ان کو سمجھاؤ کہ حسینؑ کے قتل میں یزید کا ہاتھ نہیں ہے۔ مدینہ شریف کے محبان اہل بیت نے ایک کمپنی تشکیل دی اور صحیح صورتحال معلوم کرنے کیلئے وہ کمپنی کربلا کو فوج اور شام گئی اور پوری چھان بین کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ یہ سب کچھ یزید ہی کے حکم سے ہوا ہے لہذا ہم یزید کے باطل مشن کی تائید نہیں کر سکتے چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

عزت سے جنے تو جی جی لیں گے

یا جام شہادت پی لیں گے

کیونکہ عزت کی موت مرنا ذلت کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے اور کہا گیا ہے کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ صرف زندہ رہنا ہی مقصد نہیں بلکہ ایمان کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے۔

مفت بھی لیتے نہیں عاشق حیات خضر کو

خالی جینا اور ہے مر مر کے جینا اور ہے

اسی لیے راہ حق میں قتل ہونے والے کو شہید کہتے ہیں کہ شہید کا معنی گواہ ہے اور شہید کو قرآن پاک نے زندہ بھی کہا ہے بلکہ اس کو مردہ کہنے سے ہی نہیں مردہ سمجھنے سے بھی منع فرمایا ہے اگرچہ اس کے گلے ہو گئے وہ دفن ہو گیا اس کا جنازہ پڑھا گیا بچے یتیم ہو گئے بیوی بیوہ ہو گئی مگر پھر بھی زندہ ہے کیونکہ اس نے راہ حق میں جان دے کر لاکھوں انسانوں کی

صرف جان ہی نہیں بچائی بلکہ ان کو عزت سے زندہ رہنے کا سلیقہ بھی سکھا دیا ہے کہ

یا تو خود مٹ جائیں یا باطل کی شرک کاٹ دیں

ایک ہی رستہ نکلا ہے حق پسندوں کے لئے

جن کے دل پتھر کے ہیں ان پر تو کیا ہوگا اثر

میرے دل کی یہ صدا ہے درد مندوں کیلئے

جس طرح ماچس کی تیلی خود تو جل کر راکھ ہو جاتی ہے لیکن پورے گھر کو روشن اور منور کر

دیتی ہے امام عالی مقامؒ نے اپنے نانا جان کی امت کو دین کی روشنی عطا کرنے کیلئے حریت

و آزادی کا درس دینے کیلئے اپنی جان راہ حق میں قربان کر دی اور امت کو عزیمت، غیرت، حمیت

کے ساتھ ظالم حکمران کے ساتھ ٹکرا کر اس کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا حوصلہ اور

اسکے ظلم کے عمل کو پاش پاش کر دینے کا جذبہ عطا کیا ہے ابتداء میں اتمام حجت کیلئے آپ نے

یزید یوں سے کچھ اس طرح کی باتیں بھی فرمائیں کہ مجھے کسی سرحد کی طرف چلا جانے دو میں

اپنی بقیہ زندگی وہاں گزار لوں گا لیکن جب سلسلہ شروع ہو گیا تو آپ نے ذرا ہمدردی بھی کسی موڑ پر

کمزوری نہیں دکھائی بلکہ آنے والے خطرات سے ان کو آگاہ کرتے رہے کہ

ہمیں نہ چھیڑو کہ پھر ہماری زباں پیام قضا بنے گی

جہاں جہاں تم ستم کرو گے وہاں وہاں کر بلا بنے گی

چنانچہ یزید نے مدینہ و مکہ شریف لشکر بھیجا اور ایک اور کر بلا پھا کر دی کہ خلاف کعبہ کو

آگ، اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے بدلے جنت سے آنے والے دہنے کے سینکڑے جو کعبہ

کے اندر تھے وہ جل گئے کہتے ہیں اسی دن یزید مہلک مرض میں مبتلا ہوا یعنی واقعہ کر بلا کے

صرف دو سال کے بعد درد قویج اٹھا تین دن بستر مرگ پہ ترپتا رہا پانی پانی کرتا لیکن جب

قطرہ منہ میں ڈالتے تو تیر بن کر حلق سے اترتا اور کوار بن کر پیٹ میں جاتا، ایڑیاں رگڑتا، سر

پٹختا ہوا کتے کی موت مر گیا۔ اس کے بیٹے معاویہ اصغر کو زبردستی تخت پہ بٹھایا گیا تو وہ چٹخیں مار

مار کر تخت سے نیچے اتر آیا کہ جس تخت کی بنیاد میں اہل بیت کا خون ہو میں اس پہ تھوکتا بھی

نہیں ہوں، روتا روتا کمرے میں داخل ہو گیا اور پندرہ دن کے بعد اس کی لاش ہی باہر نکالی گئی

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ زیاد کی وہ جفا رہی

جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

اسی طرح قاتلان امام کو مختار ثقفی کے حکم سے پکڑ کر کھڑے کیے گئے اور ان کو آگ

میں جلا دیا گیا۔ مالک بن بشیر جس نے امام کے سر سے عمامہ اتارا تھا اس کے ہاتھوں کو

کاٹ دیا گیا۔ جو قاتل بھاگ گئے وہ طرح طرح کی آفات و بلیات میں مبتلا ہو کر واصل

جہنم ہوئے۔



قدرت خداوندی سے

ظالموں کے سروں پر اڑدھا کا مسلط ہونا

عمارہ ابن عبید اللہ ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر رکھے گئے اور میں اس وقت ان لوگوں کے پاس موجود تھا جب کہ وہ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ وہ آگیا آگیا احنے میں ایک اڑدھا نے آکر ان سروں میں گھسا شروع کر دیا اور عبید اللہ ابن زیاد کے نتھنے میں گھسا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر باہر آ جاتا۔ (مشعلی ۸۵۰ ج ۲)

پھر اللہ تعالیٰ نے قاسم ظالم عبید اللہ ابن زیاد کو بدلہ یہ دیا کہ اس کا قتل ابراہیم ابن الاشر کے ہاتھ شنبہ کے دن ۸ ذی الحجہ ۶۶ھ کو اس سر زمین پر کر لیا جسے جازر کہا جاتا ہے اور اس میں اور موضع وصل میں پانچ میل کا فاصلہ ہے جس کا واقعہ یہ ہوا کہ مختار بن عبید ثقفی نے اسے ابن زیاد سے جگ کرنے کیلئے بھیجا اور جب ابن زیاد قتل ہو گیا تو اس کا سر اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے اور مختار کے سامنے (دار الامارت کوفہ) میں رکھے گئے تو ایک اڑدھا پتلا سانپ آیا جو ان کے سروں کے درمیان گھوما اور چھانٹ کر ابن مرجانہ (عبید اللہ ابن زیاد) کے منہ میں گھسا اور اس کے ناک کے نتھنوں سے لٹکا اور پھر اس کے نتھنوں سے گھستا ہوا منہ سے لٹکا وہ یہی کرتا رہا کہ ان سب سروں میں سے صرف ابن زیاد کے سر میں گھستا ہے اور لٹکا ہے پھر مختار نے ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو محمد ابن الحنفیہ اور کہا گیا کہ ابن الزبیر کے پاس بھیجا تو وہ مکہ معظمہ میں لٹکائے گئے اور ابن الاشر نے ابن زیاد کی لاش اور باقی لاشوں کو جلا دیا۔

سانپ کا واقعہ ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۹ پر بھی موجود ہے جبکہ دیگر واقعات مبرتاک

البدایہ ج ۸ صفحہ ۱۷۲ اور صفحہ ۱۸۹ پر ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

کسریٰ ایران نے حضور علیہ السلام کا خط پھاڑا تو آپ نے فرمایا! اس نے میرے خط کے ٹکڑے نہیں کیے بلکہ اپنی حکومت کے ٹکڑے کر دیئے ہیں چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد کسریٰ رہا نہ اس کی حکومت رہی تو خط کے ٹکڑے کرنے والے کی حکومت جب نہیں بچ سکتی تو نبی پاک ﷺ کی اولاد کے ٹکڑے کرنے والے کی حکومت کیسے باقی رہ سکتی تھی۔

۔ یہ کوٹھی جو تم کو نظر آ رہی ہے

جو اپنی اداؤں پر اترا رہی ہے

اگر اس کے گیلے کے پھولوں کو سونگھو

تو خون شہیداں کی بو آ رہی ہے

چنانچہ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مروان نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا ادھر کوفہ میں معتز ثقفی نے شہدائے کربلا کے انتقام کا نعرہ لگایا۔ ابن زیاد جو یزید کی حکومت میں پہلے بھرے کا اور پھر کوفے کا گورنر ہوا مروان کے دور میں وزیر اعظم بن گیا مگر معتز ثقفی کا نعرہ رنگ لایا ساری عوام اس کے شانہ بشانہ ہوئی مروان کی حکومت بھی ختم ہوئی ابن زیاد بد نہاد کا سر کاٹ کر واقعہ کربلا کے ٹھیک چھ سال بعد دس محرم الحرام کو ہی اسی قہال میں رکھ کر معتز ثقفی کے سامنے لایا گیا جس میں امام حسین علیہ السلام کا سر ابن زیاد اور یزید کے پاس لایا گیا تھا۔

۔ اپنی اس تحریک میں ایسے اٹھاؤں کا شہید

جن کے دفن کو زمین کر بلا دینی پڑے

اتنا ماؤں کی محبت کو میں کر دوں گا بلند

دل کے ٹکڑوں کو شہادت کی دعا دینی پڑے

جو یزید پلید امام حسین علیہ السلام کے قدموں کو ذرہ برابر پھسلانے کا وہ امام کو راہ حق سے ہٹا کیسے سکتا تھا کیونکہ حسین علیہ السلام کے تو غلاموں کی یہ شان ہے کہ وہ ڈٹ جاتے ہیں اور کٹ جاتے ہیں اور یزید کے حجاجی بھاگ جاتے ہیں ڈر جاتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ حسین علیہ السلام کے غلام کو راہ راست سے ہٹایا نہیں جاسکتا اور یزید کے پیروکار کو سیدھی راہ پر لایا نہیں جاسکتا

اور دونوں کے پیروکاروں میں اسی لیے ہی فرق ہے کہ رہنماؤں میں فرق ہے یزید باطل کا
نمائندہ ہے اور حسین علیہ السلام حق کا امام ہے۔ وہ فتنہ و فحش و فجور کا دلدادہ ہے اور یہ تقویٰ و طہارت کا
خوگر ہے حسین علیہ السلام وہ ہے اگر منبر پر کھڑا ہو تو ایسا خطیب کوئی نہیں اور میدان جہاد میں ہو تو ایسا
کمانڈر انچیف کوئی نہیں۔

خدا فی اللہ کی تہ میں جا کا راز مفسر ہے

جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

الغرض ہر بدی کا نام یزید ہے اور ہر نیکی کا نام حسین ہے

یزیدی کردار

جو اہل بیت کا دشمن شدید ہوتا ہے

کسی بھی دور میں ہذا کا یزید ہوتا ہے

وہ جس کے دل میں حب نبی نہیں ہوتی

وہ مر کے سیدھا جہنم رسد ہوتا ہے

جن صحابہ کرام علیہم السلام نے کسی مصلحت عدم واقفیت یا امن و امان یا رخصت کے چشم نظر

یزید کی بیعت کی تھی حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے مطابق واقعہ کربلا اور جنگ حرہ کے بعد

ہمیں یقین ہو گیا کہ اگر ہم نے یزید کی بیعت نہ توڑی تو ہم پہ پتھروں کی بارش ہوگی۔ اس

لیے سب نے یزید کی بیعت توڑ دی۔

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ (دور یزید میں مظالم یزید کا بالخصوص جنگ

حرہ میں اہل مدینہ پر یزید کے ستم کا ذکر کرتے ہوئے) فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہ بچا جو یزید

کے ظلم سے محفوظ رہا ہو جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جیسے

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کو بڑھاپے کی حالت میں نوچا گیا یزید کے دور میں

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کو شہید کیا گیا اور ان کا گھر لوٹ لیا گیا۔ یزید کے دور میں مسلم

بن عقبہ کو بارہ یا بائیس ہزار کا لشکر دے کر یزید نے مدینہ شریف پہ چڑھائی کروائی سات

بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور کل دس ہزار افراد شہید ہوئے۔ جنگ حرہ کے دوران مدینے شریف کی تین ہزار عورتوں سے بدکاری کی گئی ایک ہزار کنواری لڑکیوں کا ازالہ بکارت بوجہ بدکاری کیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۳۷) ڈیڑھ ہزار عورتیں ناجائز حاملہ ہوئیں۔

(ابن جریر)

حدیث شریف میں تو یہ ہے کہ من اخاف اهل المدينة ظلما اخافه الله و عليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه يوم القيمة صرفا ولا عدلا۔ (مسند احمد ص ۱۵۵ ج ۳ ص ۳۸) جو مدینہ والوں کو خوفزدہ کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کے فرض قبول ہیں نہ نفل اور اللہ اس کے بدلے اس کو خوف زدہ فرمائے گا۔ اذابه الله كما يذوب الملح في الماء (اصحاح) جس طرح پانی میں نمک پھل جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس طرح اس کو (عذاب میں) پگھلا دے گا۔ تو جب صرف ڈرانے والا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں ایسا ہے تو یزید کے ظلم و ستم دیکھو اور پھر حدیث کی روشنی میں خود فیصلہ کرلو۔ یزید کے دور میں تین دن مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی نہ جماعت۔ یزید کے دور میں مسجد نبوی میں گھوڑے اور خچر باندھے گئے جو منبر رسول اور ریاض الجنت میں لید اور پیشاب کرتے رہے کس کے دور میں؟ یزید کے دور میں اور کس مسجد میں؟ اس میں جہاں ایک نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور جہاں ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار شام کو سلامی کیلئے حاضر ہوتے ہیں اس پاک مسجد نبوی کو گھوڑوں اور خچروں کا اصطبل بنا دیا گیا کس کے دور میں؟ یزید کے دور میں۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دیوانوں جیسی شکل بنا کر روضہ رسول ﷺ پہ بیٹھ گیا اور لشکر یزید نے مجھے پاگل سمجھ کر چھوڑ دیا یہ ان دنوں کی بات ہے جب مسجد نبوی میں اذان جماعت بند تھی تو مجھے ہر نماز کے وقت حضور ﷺ کی قبر انور سے آواز آتی تو میں نماز کا وقت پہچان لیتا اور نماز ادا کر لیتا۔ یہ کس کے دور میں ہوا؟ یزید کے دور میں۔ خانہ کعبہ پر منجنيق کے ذریعے پتھر برسائے گئے جس سے کعبہ کی دیواریں بھی گر گئیں۔ یوں ہی تو حضرت عمر بن عبد العزیز جیسی شخصیت نے اپنے دور میں یزید کو امیر المومنین کہنے

والے کو میں کوڑے نہیں لگائے تھے؟ فقال عمر (بن عبدالعزیز) تقول عمر

المؤمنين وامر به وضرب عشرين سو طاً۔ (تذیب احمد ص ۳۳۸)

جن آئمہ نے یزید کو کافر نہیں کہا انہوں نے بھی اس کے افعال و اقوال و حرکات کو ضرور

کفر کہا ہے یعنی کفر یہ ہیں یا ایسے کام کافروں کے ہوتے ہیں یا والد علی الکفر ہیں مثلاً امام

حسین علیہ السلام کے سرانور کی توہین کرتے ہوئے اس کا یہ کہنا انی جازیتھم بما فعلوا باشیاع

قریش و صنادیدھم فی ہمد کہ میں نے بدر میں قریش کے سرداروں کا (آل محمد علیہ السلام

سے) بدلہ لے لیا ہے۔ (شرح کبیر ص ۸۷) اور کچھ نہ سکی (علی سبیل التنزیل) تو کم از کم

اس کا یہ منکبرانہ انداز کافروں کی حمایت کر رہا ہے اور کافر بھی وہ کہ جن کے بارے میں قرآن

پاک کی متعدد آیات ان کے غلو و فی النار پر دلالت کرتی ہیں اور امام حسین علیہ السلام کے لیوں پہ

چھری مارنے پر صحابی رسول ﷺ حضرت ابو یزید اسلمی علیہ السلام کا یزید کے بھرے دربار میں اس

کے خلاف یہ فتویٰ کہ اعا انک یا یزید تجنی یوم القیمة و ابن زیاد شفیعک و

بحسنی هذا یوم القیمة و محمد شفیعہ (البدر یہ طبری)

اے یزید تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ تیرا سفارشی ابن زیاد ہوگا (خود تو

اے بے ہیں صنم تمہیں بھی لے ڈوبیں گے) اور حسین علیہ السلام کا سفارشی اس کا نانا محمد رسول اللہ

ہوگا۔

تمہارا یہ کہنا کہ وہ اس کام سے راضی نہ تھا اگر درست ہے تو بتاؤ اس نے کتنوں سے

انتقام یا قصاص یا اور کس کس کا لیا اور یہ کہنا کہ اس نے کوئی خود قتل کیا تھا تو بتائیے فرعون و

نمرود نے کوئی بچے خود قتل کیے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے مرنے سے پہلے توبہ کر لی ہو؟ اس نے کی

ہے یا نہیں ارے ظالم! تو تو توبہ کر لے اور ایسے کے ایسے فطلوں سے عی کم از کم نفرت کا اظہار

کر۔ یزید اس وقت مر رہا تھا جب اس کے لشکر کے ہاتھوں کعبہ کو آگ لگی ہوئی تھی اور خلاف

کعبہ جل رہا تھا پھر توبہ کب کی؟ یہ سارے کام کس کے دور میں ہوئے؟ ہمت اور ایمانی

فیہت ہے تو کہو۔ یزید کے دور میں نہ اس ضائع کی گئیں یزید کے دور میں شراب پیئے تو

یزید عمرات سے نکاح کرے تو جہ۔ کیا اس کے باوجود بھی جہ جنتی اور نبی ﷺ کے کندھوں پہ ساری کرنے والا باقی؟ سیدنا خاتم سلاطینؑ تو ایسے ہی ہوا جس کے کوئی اپنے جہد باپ کے مرنے کے بعد اس کی زندگی کا سب سے اچھا نصیبان کرتے ہوئے کہہ سکتا تھا کہ میرا باپ جنتی گھوڑی کھولنے گیا تو گھوڑی کا مالک کچر تھوڑا جہد ہاتھ دے کچر بھڑے میں گیا اور اپنے جنتی نے گھوڑی کھول دی اور چڑھنے سے پہلے اس جنتی نے سلام پھیر دیا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ آپ جہد کر بھی جنتی اور سب سے چھوڑ کر بھی کچر اور جنتی کہتے ہیں حدیث فقیر کے مطابق جہ جنتی ہے (اس کا تفصیلی جواب تو آگے آئے گا یہاں پر اتنی بات یاد رکھو کہ) یہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ جس کا نام محمدؐ و علیؑ ہو وہ کسی چیز کا مالک دھار نہیں ہو سکتا اور کوئی کسی کو فتح تھکان نہیں دے سکتا (تقویۃ الایمان) کوئی کسی کی شرافت نہ کر سکے گا (مگر صرف یزید کی۔ لعنہ اللہ علیکم دشمنان المل بیت)

کیا یہی منظور الہم کے احاطہ حاکمی کیلئے بھی حدیث میں نہیں ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ حج کرنے کے بعد جو چاہے کرتا پھرے چاہے نفوذ ہاتھ مرتد ہو جائے۔ حدیث میں کل جیش نہیں ہے بلکہ قول جیش ہے جس میں یزید نہ تھا کیونکہ یہ لشکر ۳۶ھ یا ۳۸ھ میں گیا اور یزید صاحب ۳۵ھ یا ۳۷ھ میں پیدا ہو رہے ہیں۔ اور اس کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبدالمطلب اور اس پیدائش کے بارے میں تہذیب المعذیب لابن حجر العسقلانی صفحہ ۳۳۰ ج ۱۱ سطر ۱۵ پر ہے ولد فی خلافة عثمان وقد ابطال من زعم انه ولد فی العهد النبوی۔ (السنن لمیر بن مؤسسون ص ۱۵)

یہ عثمان غنی کے دور خلافت میں پیدا ہوا اور وہ لوگ قطعی پر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ یزید مہد نبوت میں پیدا ہوا تھا۔

اسی طرح عوام الناس میں جو بات مشہور ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ جہد یزید کو اپنے کندھوں پہ اٹھا کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں لائے تو حضور ﷺ نے فرمایا جنتی کے کندھوں پہ جہنمی سوار ہے اگرچہ حضرت امیر معاویہؓ کے جنتی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ اللہ سنت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ (مگر اس واقعہ کی کوئی اصل نہیں)

ہاں حضور ﷺ نے یہ ضرور فرمایا تھا: عن ابی عیینہ بن الجراح قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال هذا امر امتی کائنا بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ رجل من امیۃ یقال لہ یزید۔ (مجمع المصابیح ص ۱۳۳)

میری امت کا معاملہ انصاف کیساتھ چلتا رہے گا اور سب سے پہلے جو شخص اس امت اور دین میں رخنہ ڈالے گا وہ بنی امیہ سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔ اس کتاب میں اسی صفحہ پہ ہے بقول اول من یثلم من یثلم من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔ میری امت کو سب سے پہلے یزید بد لے گا اور صاحب مجمع المصابیح فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (ج ۵ صفحہ ۱۳۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر دعا فرمایا کرتے اور ان کی دعا قبول ہوئی۔ اللہم انی اعوذ بک من راس الستین و اعارة الصبیان اے اللہ! مجھے ساتھ بھری کے آخری دور سے بچا (جب یزید حاکم بنا) اور لوٹو دوں کی حکومت (دیکھنے سے) بچا۔ چنانچہ آپ کا وصال ۵۹ھ میں ہوا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۳۶ صواعق مرقہ ۲۱۹) اور آپ لوگوں کو بھی یہی دعا کرنے کا فرماتے (اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ دور کتنا خطرناک دور تھا) حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے دور کو ان لفظوں میں بیان فرمایا: واللہ ما خرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارة من السماء ان رجلا ینکح امہات الاولاد و البنات والاخوات ویشرب الخمر ویدفع الصلوۃ۔ ہم نے یزید کے خلاف اس وقت خروج کیا کہ ہمیں خطرہ ہوا کہ اگر ہم نے خروج نہ کیا تو ہم پہ آسمان سے پتھروں کی بارش نازل ہوگی کیونکہ یزید ایسا شخص تھا عمرات سے نکاح کرتا شراب پیتا اور نمازیں ضائع کرتا تھا۔ بہر حال قصہ مختصر یزید اول جیش میں نہ تھا بلکہ دوسرے لشکر میں تھا جس کیلئے مفسود اللہ کی خوشخبری نہیں ہے اس میں بھی نہیں جا رہا تھا جب حضرت امیر معاویہ نے اسکو بلا بھیجا کہ آ کر لشکر کی قیادت کر۔ تو یزید صاحب شراب کے نشے میں دھت اور بدست تھے اور قیادت کرنے کی خبر سن کر قحش عربی اشعار پڑھنے لگے اگر یزید کے کسی صحابی کو بھی وہ اشعار پڑھنے کا شوق ہو تو ابن اثیر نے وہ اشعار نقل کئے ہیں اپنا شوق پورا کر لے اور اگر مان

بھی لیا جائے کہ یزید پہلے لشکر میں ہی تھا (علی بیل القتل) تو ہم ۶۱ ہجری سے پہلے کے اس کے کرتوتوں کی تو بات ہی نہیں کر رہے ہم تو ۶۱ھ کے بعد والے ظلموں کی وجہ سے اس پر پھٹکار کر رہے ہیں اور قسطنطینہ کے محاذ پر یزید کو مجاہدانہ کردار ادا کرتا ہوا دیکھنے والا ذرا ایک نظر کر بلا پر بھی تو ڈالو۔

۔ جس نے بچایا خلق کو دوزخ کی آگ سے
 افسوس اس کی آل کے غمے بھی جل گئے
 اصغر کی ہنگی آخری گرچہ تھی بے صدا
 پھر بھی زمین و آسمان کے دل دھل گئے
 صائم کمال ضبط کی کوشش تو کی مگر
 پلوں کا حلقہ توڑ کر آنسو نکل گئے

مدعی ست اور گواہ چست والا معاملہ ہے خود یزید کے بیٹے نے کہا کہ میرے باپ کو اس کے کارناموں کی وجہ سے دوزخ میں عذاب ہو رہا ہے۔ (تاریخ الخلفاء) اصلی بیٹا کیا کہہ رہا ہے اور یہ نقلی بیٹے اس کو جنت کا سرٹیفکیٹ دے رہے ہیں (اصل سے نقل بہتر ہے) کیسی لائق اولاد ہے کہ نبی کسی کو نہیں بچا سکتا (بلکہ ان کے بڑوں کو ایسے ایسے خواب آتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ دوزخ میں گر رہے تھے تو میں نے پکڑ کر بچایا) (نعوذ باللہ من ذلک) اور حضور ﷺ نے اردو زبان ہماری مدرسے سے یکھی (استغفر اللہ) مگر کہتے ہیں کہ ایک شخص کو آپ نے دوزخ سے بچا لیا کس کو؟ ہمارے والد صاحب یزید کو۔

حدیث قسطنطینہ کا وظیفہ پڑھنے والا! یہ حدیث بھی پڑھ لو کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ثلثة لا ينظر الله يوم القيامة ولا يذكهم وله عذاب اليم۔ تین قسم کے لوگوں پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ ان تین میں سے ایک وہ ہے: رجل له فضل ماء في الطريق و منعه من ابن السبيل۔

(بخاری شریف صفحہ ۳۱۷ ج ۱)

جس کے پاس راستے میں فالتو پانی ہو اور مسافر سے روک لے۔

مہر فرات سے زیادہ قاتل و پانی کہاں ہو گا اور شہید کر دیا سے اس سفر قہسب کہاں ملے

۶

دشت بلا میں ہائے وہ بادِ حتم ملی
 بکھری ہیں ہر سو چھاں زہرا کے پھول کی
 کرب و بلا میں ریت کے ذرے بھی رو دیئے
 سچا حتم نہ حتم سکی لیکن جھول کی
 کمر میں بلا کے علم کے اہل بیت پر
 کی شامیوں نے خوب ہے عزت رسول کی
 مٹے نہیں مٹانے سے ولہاد گان حق
 جھٹی بھی کی یزید نے کوشش فضول کی
 راہ حق میں اصرار و اکبر کتا دیئے
 لیکن نہ ش نے طاعت قاسم قبول کی
 کہیں بند نا مراد نے اہل مراد پر
 قہسب جس قدر بھی راہیں حصول و حصول کی
 یہ جرم ہے وہ جس کا مداوا نہ ہو سکے
 ملتی نہیں مثال کہیں ایسی جھول کی
 سینہ فلک کا چھد گیا لرزاں زمین تھی
 تڑپتی تھی سائیں لاش جب ابن رسول ﷺ کی
 اک راہ حق میں صدھا مصیبت قبول کی
 زمین کو مل رہی ہے وارفت جھول کی

لہذا اس عقیدے سے توبہ لازم ہے کہ یہ جگ دو شہزادوں کی جگ تھی نہیں نہیں بھڑا
 یہ دو شہزادوں کی جگ نہ تھی بلکہ یہ شرابی اور صحابی کی جگ تھی۔ دین کے باغی یزید اور حرمین
 کے نمازی حسین ﷺ کی جگ تھی یہ دوزخ کے حق دار کی اور جنتی جوانوں کے سردار کی جگ

تھی۔ یہ فرعون کی طرح تخت عیسیٰ پہ بیٹھ کر سرور ہونے والے یزید کی اور چودہ طبق کے رسول اللہ کے کندھوں پر سواہی کر کے سرور ہونے والے حسینؑ کی جگہ تھی یہ بحر نجاست و غلاطت یزید اور بحر قنوی و طہارت حسینؑ کی جگہ تھی یہ بیخ فتن و لہجور یزید اور بھگے ہوؤں کے لئے یہاں نور حسینؑ کی جگہ تھی یہ ہاٹل کے شہزادہ اور حق کے رہنما حسینؑ کی جگہ تھی یہ قاسم و عاشق کی جگہ تھی یہ جاہل و عالم کی جگہ تھی یہ مجرم و عزم کی جگہ تھی یہ سوا اور بھل کی جگہ تھی یہ نور حق اور ہاٹل کی جگہ تھی یہ صمدت و صورت کی جگہ تھی یہ مسکن و مدفن کی جگہ تھی یہ رحمت و زحمت کی جگہ تھی نور اور انکارہ کی جگہ تھی یہ ذی عزت و آوارہ کی جگہ تھی یہ باہمت و ناکارہ کی جگہ تھی اور یہ ہمیشہ کی زندگی پانے والے حسینؑ اور مردہ خمیر و مردہ ایمان اور مردہ یزید کی جگہ تھی۔

۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بہلا غلاطت کے ناپاک کیڑے کا مرثیہ معلیٰ سے کیا نسبت اور عظمت 'جھوٹ زات' ستم کا نور بھی روشنی اور صبر سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ یزید سرِ پاپا علم کا نام ہے اور حسینؑ صبر کی معراج کا نشان ہے۔

اتے دنیا دے کوئی نہیں رب ورم
 نہ کوئی اوسدے پاک رسول ورم
 ابوبکر ورم نہ کوئی عمر ورم
 نہ عثمان نہ علی مقبول ورم
 مبر کسے دا نہیں حسین ورم
 رتبہ کسے دا نہیں بتول ورم
 اصغر ورم جہان تے جن لکھاں
 نہیں پر ورم کوئی عشق رسول سچے ورم

حبیبی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم فداک اسی و اُمی
 و عرصی و مالی و اولادی و روحی و جسمی و علی الک و اصحابک
 و اہل بیتک و ازواجک و بناتک یا حبیبی یا حبیب اللہ

اُمّی شان اے تیرے لڑکیاں دی
 بھلائی ہے کیسے لایا ای نہیں
 چہ کے تیرے دی لوک ہے قسم دی
 انج کے قرآن سنا ای نہیں
 مگر کئی حشر میدان ہد
 تیرے مال طر کے بھلائی ای نہیں
 واصل حق دے مال دی ہو کے تے
 عاصی امت لوں آکا بھلائی ای نہیں

یزید کے حاجی اور اس کو عذاب الہی سے بچانے کی عکاسی کو شش کرنے والے اور اس
 بارے میں ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر ڈوبتے کو تھکے کا سہارا دینے والے لوگ یہ جانتے ہوئے
 بھی کہ کسی کو برا اس کی نیکیوں کی وجہ سے نہیں کہا جاتا اور سزا ایسے گناہوں پر ہی دی جاتی ہے
 مثلاً ایک بندہ اگر عالم فاضل نمازی حاتی ہو اور ان ساری خوبیوں کے باوجود اگر چوری بھی
 کرے تو یہ کہہ کر اس کو نہیں چھوڑ دیا جائے گا کہ یہ تو ان ان خوبیوں کا مالک ہے کیونکہ سزا اس
 کی خوبیوں کی بناء پر نہیں بلکہ اس کے جرم چوری کی وجہ سے دی جا رہی ہے اور آپ کے
 ممدوح (یزید) کا گناہ اتنا بڑا ہے کہ اس کی ساری عمر کی نیکیاں بھی (اگر کچھ ہیں) اس گناہ کو
 مٹانے کی صلاحیت نہیں رکھتیں کسی نے سوچ کیے ہوں تہجد گزار ہو قائم ایل وصائم الدھر ہو
 مگر حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کر دے اور آپ کے دل کو تکلیف پہنچائے
 (خدا نخواست) تو کیا سارے حج اور ساری عبادت کسی کام آئے گی۔ اور اس سے بڑھ کر
 اذیت کیا ہوگی کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت پہ حضور ﷺ صحابہ کرام علیہم السلام (عبداللہ بن
 عباس علیہ السلام) اور ائمہات المؤمنین (حضرت ام سلمہ علیہا السلام) کو خواب میں بھی روتے ہوئے
 دکھائی دے رہے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث قططیہ کو ہی لے لیجے اس کی کسی بھی سند کی ضعیف سے ضعیف روایت کے
 اندر یزید کا کم از کم ایک مرتبہ ہی سہی کیا نام آیا ہے؟ ہرگز نہیں آیا تو پھر تم کھینچا تانی کر کے

کیوں وہ حدیث یزید پر ہی چسپاں کرتے ہو اور حسینؑ تو وہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں
 بیسیوں مرتبہ اس کا نام فضیلت کے ساتھ آیا ہے۔ مگر کیا روایات میں یہ نہیں کہ یزید اس لشکر
 کی قیادت کرنے پر بخوشی نہ گیا بلکہ حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو زبردستی بھیجا تو کیا ایسا
 جہاد بھی قائل قبول ہے کہ نہیں؟ پھر اس لشکر میں ابن زبیرؓ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ (جہاد) بھی تو
 شامل تھے تو وہ جب یزید کی اس فضیلت کو جانتے تھے تو جب یزید حکمران بنا تو انہوں نے اس
 کی بیعت کیوں نہ کی؟ معلوم ہوا کہ اس روایت کی بنا پر کوئی بھی یزید کی فضیلت کا قائل نہ تھا
 جبکہ حسینؑ کی عظمت کو آج بھی سارا زمانہ سلام کرتا ہے۔

ہزاروں درود ہزاروں سلام

بروح محمد علیہ السلام

ہزاروں درود ہزاروں سلام

بروضہ محمد علیہ السلام

کروڑوں درود کروڑوں سلام

بذات محمد علیہ السلام

کروڑوں درود کروڑوں سلام

برآل محمد علیہ السلام

امام حسینؑ جیسا صرف دو رکعت نماز کے امام نہیں ہیں بلکہ تمام جہان کے عاشقوں کے
 امام ہیں اور سارے جہاں کے عاشق ان کے غلام ہیں کیوں؟ اس لیے کہ امام حسینؑ میری و
 علی و فاطمہ کی جان ہیں۔ کعب کا بھی امام بنا آسان ہے مگر اہل عشق کی امامت تو گھر لٹانے
 سے ملتی ہے سر کٹانے سے ملتی ہے بچوں کا خون کرانے سے ملتی ہے۔

آں امام عاشقان پور بتول

سرو آزاد زبستان رسول

علی کے کان میں بھی محمد رسول اللہؐ نے اللہ کا نام لیا حسینؑ کے کان میں بھی
 حضور ﷺ نے اذان دی وہ شیر خدا بن گئے یہ سید الشہداء بن گئے۔ ان کے چہرے کو دیکھنا

عبادت ہے (النظر علی وجه علی عبادۃ) تو حسین علیہ السلام کا چہرہ وہ ہے کہ
 جنت کا راستہ ہے محبت حسین علیہ السلام کی
 ہفتاد حج ہیں ایک زیارت حسین علیہ السلام کی
 جس نے عبادت ریاضت فضیلت شہادت شرافت صداقت کے مجموعے کو دیکھا ہو
 وہ کر بلا کے حسین علیہ السلام کو دیکھ لے۔ جس بطن اطہر میں امام حسین علیہ السلام نے جلوہ گری کرنا تھی
 اللہ تعالیٰ نے اس کی طہارت کا کس قدر اہتمام کیا کہ خاتون جنت کو بغیر آئینہ خاس حالانکہ
 بچہ تو خون سے ہی نشوونما پاتا ہے مگر حسین علیہ السلام تو نور والا ہے اور نور والوں کو خوراک بھی نور کی
 عطا ہوتی ہے۔

شاہ حسین علیہ السلام بے شہید نہ ہوندا ہر جاندی مشق دی بازی
 شاہ جہا کوئی صابر ناہیں نہ عباس جہا کوئی غازی
 اکبر اصغر دے کے شاہ نے کر لیا رب توں راضی
 امام حسین علیہ السلام کا کام ہی بے مثال نہیں نام بھی بے مثال ہے کیونکہ آپ سے پہلے کسی
 انسان کا یہ نام بھی نہ رکھا گیا اور نام بے مثال اس لیے رکھا گیا کہ کام جو بے مثال لینا تھا۔
 پیشانی آدم کو دعا سے کھیتے دیکھا
 مسج و زکریا کو بلا سے کھیتے دیکھا
 صحابہ کو نبی کی ہر ادا سے کھیتے دیکھا
 محمد کے نواسے کو بلا سے کھیتے دیکھا



حدیث قسطنطنیہ پر ایک تحقیقی مقالہ

دنیاۓ اسلام میں کئی گروہ یا فرقے ہیں۔ ان فرقوں میں ایک فرقہ وہ ہے جو صحابہ کرام علیہ السلام کا مخالف ہے جبکہ ایک فرقہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کا مخالف ہے اور ایک جماعت وہ بھی ہے جو دونوں سے عقیدت و محبت رکھتی ہے۔ صحابہ کرام علیہم السلام کے مخالفین کو "رافضی" کہتے ہیں۔ اہل بیت عظام علیہم السلام کے مخالفین کو "خارجی" کہتے ہیں اور جو دونوں کے محب اور عقیدت مند ہیں انہیں "اہلسنت و جماعت" کہتے ہیں۔

امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کے مشن کے مخالفین اور یزید کے وکلاء خود اپنے کردار سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ کس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یزید کے وکلاء کی یزید کی حمایت میں سب سے بڑی دلیل "حدیث قسطنطنیہ" ہے۔ جس میں "مغفور لہم" کے الفاظ ہیں۔

یہ حدیث پاک بخاری شریف میں جلد ۱ صفحہ ۹۳۱۰-۳۰ پر "کتاب الجہاد باب ما قبل فی قتال الروم" (یعنی رومی نصاریٰ کے ساتھ جہاد کے بیان) میں ہے۔

حدیث پاک سند کے ساتھ اس طرح ہے۔ حدثنا اسحاق بن یزید الدمشقی ثنا یحییٰ بن حمزہ ثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان ان عمیر بنی الاسود العنسی حدثہ انه اتی عبادة بن صامت وهو نازل فی ساحل حص وهو فی بناء له ومعه امر حرام قال عمیر فحدثنا امر حرام انها سمعت النبی ﷺ یقول "اول جيش من امتی یعرون المحرق قد اوجبوا"۔

قالت امر حرام "قلت یا رسول اللہ انا فیہم؟" قال انت فیہم قالت ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جيش من امتی یعرون مدینة قیصر مغفور لہم قلت انا فیہم یا رسول اللہ "قال لا" (ترجمہ) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

”ہم سے اسحاق بن یزید دمشقی نے بیان کیا کہا ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا کہا مجھ سے ثور بن یزید نے انہوں نے خالد بن معدان سے روایت کی ہے کہ عمیر بن اسود غسی نے ان سے بیان کیا کہ وہ (حضرت) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جب کہ وہ حص کے ساحل پر ایک مکان میں تھے۔ (ان کی بیوی حضرت) ام حرام رضی اللہ عنہا ان کیساتھ تھیں۔ (حضرت) عمیر نے کہا ہم سے (حضرت) ام حرام رضی اللہ عنہا نے (حدیث پاک) بیان کی کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں (سوار ہو کر) جگ کرے گا۔ (قداد جیوا) تحقیق ان کے لئے واجب ہوگئی (یعنی بہشت)۔ (حضرت) ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ان میں ہوگی۔ کہتی ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطینیہ) میں جہاد کرے گا (مصفور لہم) وہ مغفور ہوگا یعنی اس کی بخشش ہوگی۔ (حضرت) ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اس میں بھی ہوں گی؟ فرمایا نہیں!“

ان دو لشکروں کا ذکر صحیح بخاری شریف میں چند دیگر مقامات پر بھی ہے مگر وہاں ”قداد جیوا“ اور ”مصفور لہم“ کے الفاظ نہیں ہیں اور مذکورہ دو لشکروں کا ذکر مختلف احادیث میں کچھ اس طرح پھیلا ہوا ہے۔ مثلاً بخاری شریف کے:

باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء

(یعنی مردوں اور عورتوں کیلئے جہاد اور شہادت کیلئے دعا کرنا) کے باب میں ہے۔

حدثنا عبد الله ابن يوسف عن مالك عن اسحق بن عبد الله بن ابي طلحة عن انس بن مالك انه سمعه يقول كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يدخل على امر حرام بنت ملحان فتطعمه و كانت امر حرام تحت عبادة بن الصامت فدخل عليها رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فاطمته و جعلت تغطي راسه فنام رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عليه و سلم ثم استيقظ وهو يصحك قالت فقلت ما يصحكك يا رسول الله قال ناس من امتي

عرضوا علی غزاة فی سبیل اللہ یرکبون ثمر هذا البحر ملوکا
 علی الاسرة لو مثل الملوک علی الاسرة لک انما لک قلت
 یا رسول اللہ اذ اللہ بن یحییٰ منہم فلیعالمها رسول اللہ ﷺ
 ثم وضع راسه ثم استقیظ وهو یضحک قلت وما یضحکک
 یا رسول اللہ قال ناس من امی عرضوا علی غزاة فی سبیل اللہ
 کما قال فی الاول قلت یا رسول اللہ اذ اللہ بن یحییٰ
 منہم قال انت من الاولین فرکت البحر فی زمان معاوية ابن ابی
 سفیان فصرعت عن جانبها حين خرجت من البحر فہلکت

(بخاری ص ۳۸)

(ترجمہ) ”امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہم سے عبداللہ بن یوسف نے
 بیان کیا وہ مالک سے وہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی حمزہ سے بیان کرتے ہیں وہ
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
 رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی (حضرت) ام حرام رضی اللہ عنہا بنت مکیان (جو حضرت
 انس رضی اللہ عنہ کی خالہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں) کے پاس تشریف لے
 جایا کرتے۔ وہ آپ ﷺ کو کھانا کھلاتیں۔ ان کے خاندان حضرت عبداللہ بن
 مسامت رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک دفعہ جناب رسول کریم ﷺ ان کے گھر تشریف فرما تھے
 تو انہوں نے آپ ﷺ کو کھانا کھلایا اور آپ ﷺ کے سر اور کو آرام پہنچانے
 یعنی مساج کرنے لگیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ سو گئے اور (پتھر دیکھ کے بعد)
 منے مسمات سے ہوئے جائے۔ (حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) میں نے اس
 کو یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کیوں نہیں دیکھا ہے؟ فرمایا میری موت سے
 پہلوؤں پر سے ہارنے اس حالت میں پیش ہوئے جو اللہ (تبارک و تعالیٰ) ان
 کو میں جہاد کرتے ہیں کہ وہ اس سمندر کے درمیان بادشاہوں کے تختوں پر
 سوار ہیں یا وہ تختوں پر بادشاہوں کی طرف بیٹھے ہیں۔ یہ شک اسحاق بن یوسف

ہے۔ (فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ اللہ کریم سے دعا فرمائیے کہ مجھے ان لوگوں میں سے کرے رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے دعا فرمائی۔

پھر آپ ﷺ نے سرانور سرہانے پر رکھا اور سو گئے پھر جتنے سگراتے ہوئے اٹھے تو میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو کس بات نے ہنسا یا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ میرے سامنے پیش ہوئے جیسے پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ (ام حرام جہاد فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا فرمائیے اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے ان جہاد کرنے والوں میں شامل فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم پہلے لوگوں میں ہو۔ (حضرت ام حرام جہاد حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دور میں سمندر میں جہاز پر سوار ہوئیں اور جس وقت سمندر میں جہاز سے نکلیں اور اپنی سواری پر چڑھنے لگیں تو گر کر ہلاک ہو گئیں شہید ہو گئیں)۔

اس حدیث شریف کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے کتاب الجہاد کے باب فصل من یصرع فی سبیل اللہ فمات فهو منهم (یعنی جو کوئی اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں سواری سے گر کر مر جائے وہ مجاہدین میں سے ہے یعنی شہیدوں میں سے ہے) میں دوسری سند سے بھی نقل کیا ہے۔ حدیث شریف یہ ہے:

حدثنا عبد اللہ بن یوسف ثنی اللیث ثنی یحییٰ عن محمد بن یحییٰ بن حبان عن انس بن مالک عن خالته ام حرام بنت ملحان قالت

”نام النبی ﷺ یوما قریبا منی ثم استیقظ یتبسم“

فقلت ما اضحکک: قال انس من امتی عرضوا علی یرکبون هذا البحر الاخضر کا لیلوک علی الاسرة“

قالت فادع اللہ ان یجعلنی منهم فدعا لها ثم نام الثانية ففعل مثلها فقالت مثل قولها فاجابها مثلها فقالت ادع اللہ ان

یجعلنی منهم: "فقال انت من الاولین"
 فخر جت مع زوجها عبادة بن الصامت غازیاً اول مارکب
 المسلمون البحر مع معاوية فلما انصر فوا من غزوتهم قافلین
 فنزلوا الشام فقربت اليها دابة لتمر کبها فصر عتها فباتت

(بخاری ج ۱ ص ۳۹۲)

(ترجمہ) "امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا انہوں نے لیث سے انہوں نے یحییٰ سے انہوں نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنی خالہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں ایک دن نبی کریم ﷺ میرے ہاں آرام فرما رہے تھے پھر آپ ﷺ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو کس نے ہنسایا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جو اس بزرگوار پر سوار ہو گئے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہیں (حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا دعا فرمائیے اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ آپ ﷺ نے اس (یعنی حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا) کیلئے دعا فرمائی۔ پھر دوبارہ سو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر پہلے کی طرح ہنستے ہوئے اٹھے اور پوچھنے پر پہلے کی طرح جواب ارشاد فرمایا۔ (حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے) عرض کیا اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ مجھے ان میں سے کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

انت من الاولین (یعنی تو پہلے لوگوں میں سے ہے)

چنانچہ (حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا) اپنے شوہر کے ساتھ ایک جنگ میں نکلیں جب کہ مسلمان (حضرت) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سمندر پر سوار ہوئے۔ جب وہ غزوہ سے واپس آئے اور شام میں قیام پذیر ہوئے تو ایک سواری (حضرت) ام حرام رضی اللہ عنہا کے قریب کی گئی

تا کہ وہ اس پر سوار ہوں۔ اس سواری نے ان (حضرت ام حرام علیہ السلام) کو زمین پر گرا دیا اور فوت ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اسی واقعہ کو کتاب الجہاد کے باب رکوب البحر (سمندر میں سواری کرنا) میں نقل کیا ہے۔ الفاظ حدیث شریف دوسری سند کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

حدثنا ابو النعمان ثنا حماد بن زید عن یحییٰ عن محمد بن

یحییٰ بن حبان عن انس بن مالک قال حدثنی ام حرام ان

النبی ﷺ قال یوما فی بیتھا فاستیقظ وهو یضحک قلت یا رسول

اللہ ما یضحکک قال عجبت من قوم من امتی یرکبون البحر

کالمملوک علی الاسرة فقلت یا رسول اللہ ادع اللہ ان یرفعنی

منہم قال انت منہم ثم نام فاستیقظ وهو یضحک فقال مثل

ذلك مرتین او ثلاثا قلت یا رسول اللہ ادع اللہ ان یرفعنی منہم

فیقول انت من الاولین فتزوج بها عبادة بن الصامت فخرج بها

الی الغزو فلما رجعت قربت دابة لثم کبھا فاندقت عنقھا

ترجمہ: امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا انہوں

نے حماد بن زید سے انہوں نے یحییٰ سے انہوں نے محمد بن حبان سے انہوں

(حضرت) انس بن مالک علیہ السلام سے وہ فرماتے ہیں مجھے (حضرت) ام

حرام علیہا نے بتایا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دن میرے گھر میں قیلولہ فرمایا

اور کچھ دیر کے بعد جھٹے ہوئے بیدار ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ

آپ ﷺ کس لیے ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! مجھے میری امت

سے ایک قوم پر تعجب لاحق ہوا ہے جو بادشاہوں کے تخت پر بیٹھنے کی طرح

سمندر میں سواری کر رہے گی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ دعا

فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ تو آپ ﷺ نے

فرمایا تو ان میں سے ہے۔ بعد ازیں آپ ﷺ پھر سو گئے اور (کچھ دیر کے

بعد) ہنستے ہوئے بیدار ہوئے اور اسی طرح فرمایا۔ یہ واقعہ دو تین دفعہ ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے بھی ان میں سے بھی کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پہلے لوگوں کے ساتھ۔ (حضرت) ام حرام رضی اللہ عنہا سے (حضرت) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نکاح فرمایا اور ان کو ساتھ لے کر غزوہ کیلئے گئے۔ جب واپس لوٹے اور سواری ان (یعنی ام حرام رضی اللہ عنہا) کے قریب کی گئی تا کہ وہ اس پر سوار ہوں تو وہ گر پڑیں اور ان کی گردن ٹوٹ گئی۔

۱۔ نسائی جلد ۲ ص ۶۳ بخاری جلد ۱ ص ۳۰۵ فتح الباری جلد ۳ ص ۱۰۹ عمدۃ القاری جلد ۷ ص ۱۳۷ ج ۸ ص ۱۷۸ علیہ الاولیاء جلد ۳ ص ۶۱ تنہیم البخاری جلد ۳ ص ۳۳۵ تیسیر الباری جلد ۳ ص ۱۰۶۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب غزوة المرأة فی البحر میں درج ذیل الفاظ میں بھی یہ حدیث شریف لکھی ہے فرماتے ہیں۔

حدثنا عبد الله بن محمد ثنا معاوية بن عمرو ثنا ابو اسحاق عن عبد الله بن عبد الرحمن الانصاري قال سمعت انا يقول دخل رسول الله ﷺ على بنت ملحان فاتها عندها ثم ضحك فقالت لم تضحك يا رسول الله فقال ناس من امتي يركبون البحر الاخضر في سبل الله مثلهم مثل الملوك على الاسرة فقالت يا رسول الله ادع الله ان يجعلني منهم قال اللهم اجعلها منهم ثم عاد فضحك فقالت له مثل اوهم ذلك فقال لها مثل ذلك فقالت ادع الله ان يجعلني منهم قال انت من الاولين ولست من الاخرين قال قال انس فتزوجت عيادة ابن الصامت فركبت البحر مع بنت قرظة فسا قفلت ركبت دابتها فوقعت بها فسقطت عنها فماتت

(ترجمہ)۔ حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن محمد نے انہوں نے معاویہ بن

عمرو سے بیان کی انہوں نے ابواسحاق سے بیان کی انہوں نے عبداللہ بن عبدالرحمن سے فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ رسول کریم ﷺ (حضرت) ام حرام رضی اللہ عنہا بنت سلیمان کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں تک لگا کر سو گئے پھر آپ ﷺ مسکراتے ہوتے بیدار ہوئے۔ (ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کیوں خنہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کے لوگ اللہ تبارک تعالیٰ کی راہ میں سبز سمندر پر سوار ہیں جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہیں۔

انہوں نے (یعنی ام حرام رضی اللہ عنہا نے) عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کیجئے وہ مجھے ان میں کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا! اللہم اجعلها منہم

”اے میرے اللہ جل جلالک اس کو بھی ان لوگوں میں کر“ آپ ﷺ پھر اپنا سر انور رکھ کر سو گئے۔ پھر جتنے مسکراتے ہوئے جاگے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کیوں خنہ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے اللہ جل شانہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ میرے سامنے پیش ہوئے۔ جیسے پہلی دفعہ فرمایا تھا۔ (حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے اللہ جل مجدہ الکریم مجھے بھی ان لوگوں میں سے کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا!

انت من الاولین ولست من الاخرین
”تو پہلے لوگوں میں شریک ہو چکی یعنی پہلے لشکر میں اور دوسرے میں نہیں“ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر ایسا ہوا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور وہ ان کو روم کے جہاد میں لے گئے۔ جب جہاد سے لوٹ کر آ رہی تھیں اور اپنے جانور پر سوار ہونے لگیں تو انہیں جانور نے گرایا ان کی گردن ٹوٹ گئی اور انتقال کر گئیں اور (شہید قرار پائیں)۔

(بخاری جلد ۳ ص ۳۰۳، مسند القاری جلد ۷ ص ۱۶۳، فتح الباری جلد ۳ ص ۹۵، تیسیر الباری جلد ۳ ص ۹۲، تفسیر

مذکورہ بالا تمام روایات میں رسول کریم ﷺ نے سند درجی جنگوں اور جہاد کا ذکر فرمایا ہے۔ تمام روایات میں آئندہ کی خبر ہے یعنی غیب کی خبر ہے۔

خصوصی نوٹ:

مذکورہ بالا تمام احادیث کی اصل راویہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان ہیں جبکہ دوسرے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان کے بھتیجے لگتے ہیں۔ بیان شدہ روایات کے دیگر راویان درج ذیل ہیں۔

- (1) حضرت عمیر بن الاسود غسی
- (2) حضرت خالد بن معدان
- (3) حضرت ثور بن یزید
- (4) حضرت حمزہ
- (5) حضرت یحییٰ
- (6) حضرت اسحاق بن یزید دمشقی
- (7) حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابوطالب
- (8) حضرت مالک
- (9) حضرت عبداللہ بن یوسف
- (10) حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان
- (11) حضرت لیث
- (12) حضرت حماد بن زید
- (13) حضرت ابونعمان
- (14) حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن انصاری
- (15) حضرت ابواسحاق
- (16) حضرت معاویہ ابن عمرو
- (17) حضرت عبداللہ بن محمد

مذکورہ بالا تمام روایات میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کو یہ اطلاع نصیحتی دی گئی ہے کہ تم پہلے
سندری جہاد میں جاؤ گی دوسرے جہاد میں نہیں جاؤ گی جبکہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا ہر بار یہی
مرض کرتی رہیں کہ دوسرے جہاد کیلئے بھی دعا فرمائیں مگر آپ رضی اللہ عنہا نے ہر مرتبہ یہی فرمایا!

انت من الاولین
”تو پہلے لشکر میں ہوگی“

جبکہ آخری نقل شدہ روایت میں یہ بھی واضح فرمادیا!

انت من الاولین دست من الاخرین

”یعنی تم پہلے لشکر میں ہوگی اور دوسرے لشکر میں نہیں ہوگی“

کیسا خوبصورت عقیدہ ہے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا آپ رضی اللہ عنہا نے جیسے فرمایا ویسے ہی
مان لیا اور پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بھی واضح ہے کہ رسول کریم رضی اللہ عنہ کو آئندہ
آنے والی باتوں کا اور غیب کا علم ہے۔ رسول کریم رضی اللہ عنہ ’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا صحابیات رضی اللہ عنہم کے
سامنے جب کبھی غیب کی خبریں بتاتے ’آنے والے حالات و واقعات بیان کرتے تو وہ نفوس
قد یہ کبھی بھی نہ کہتے کہ کوئی نہیں جانتا کل کیا ہوگا؟ یا اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا
کل کیا ہوگا؟ وہ سمجھتے جانتے اور مانتے تھے کہ نبی کریم رضی اللہ عنہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے رسول ہیں
اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں۔ ان کا یہ بھی ایمان تھا کہ
رسول کریم رضی اللہ عنہ کو آخری دوزخی اور آخری جنتی کا بھی علم ہے؟ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ
کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے مختلف اسناد کے ساتھ سندری جہاد والی احادیث کو
بیان کیا ہے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا ’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت امام بخاری علیہ
الرحمہ کے علاوہ دیگر راویوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول کریم رضی اللہ عنہ کو
آئندہ ہونے والے واقعات کا علم عطا فرمایا ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے میں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے
رسول کریم رضی اللہ عنہ کو قیامت تک اور قیامت کے بعد تک علم عطا فرمایا ہے قرآن مجید اور
احادیث مبارکہ کی کسی نص کی مخالفت نہیں ہوتی۔ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے علم

کے ساتھ مخلوق کے اعلیٰ سے اعلیٰ ترین فرد محبوب اعظم ﷺ اور کسی کے بھی علم کا کوئی تقابل نہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ تو عطا فرمانے والا دینے والا ہے۔ دینے والا اور لینے والا برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر کوئی نادان کلمہ گو یہ سمجھتا ہے کہ رسول پاک ﷺ کو علم غیب ماننے سے یا علم غیب کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کرنے سے شرک ہوتا ہے تو اسے کسی اللہ والے سے اپنی اصلاح کروانی چاہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کو تو شرک نظر نہیں آتا تھا بلکہ جب رسول کریم ﷺ غیب کی خبر سناتے اور بتاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نعرے لگاتے تھے شرک و کفر کے فتوے نہیں لگاتے تھے۔

آئیے اب ان روایات کے بارے میں غور کر لیں کہ رسول کریم ﷺ سے سمندری جہاد کے سلسلہ میں جتنی احادیث و روایات نقل کی گئی ہیں ان میں سے صرف ایک حدیث شریف ہے جس کے دو جملے قابل توجہ ہیں۔

(۱) قد اوجبوا

(۲) مغفور لہم

مغفور لہم سے کچھ لوگوں نے یزید کو جنتی ثابت کیا ہے کمال یہ ہے کہ یہ تمام لوگ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی نفی کرتے ہیں لیکن یزید کے معاملہ میں بھول جاتے ہیں کہ یزید کو اپنے زعم میں جنتی ثابت کرنے کیلئے وہ جس حدیث شریف کا سہارا لیتے ہیں وہ حدیث شریف علم غیب کی خوبصورت حدیث شریف ہے اور صحیح بخاری کی پہلی جلد کے صفحہ 409 اور 410 میں باب ما قیل فی قتال الروم (یعنی رومی نصاریٰ سے جہاد کے بیان) میں لکھی ہوئی ہے۔

ایک مرتبہ پھر ملاحظہ کر لیں

حضرت ام حرام صحابہ بنت ملحان فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

(۱) اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا

(۲) اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لہم

ان دونوں کا ترجمہ غیر مقلدین کے عالم وحید الزماں صاحب کی کتاب تیسیر الباری

شرح بخاری کی جلد 4 ص 125 سے نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں (سوار ہو کر) جنگ کرے گا تحقیق ان کیلئے واجب ہوگئی (یعنی بہشت)

(۲) میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں جہاد کرے گا (مغفور لہم) وہ مغفور ہوگا (یعنی ان کی بخشش ہوگی)

محو لا بالا تمام روایات میں سے صرف اسی روایت میں "مدینہ قیصر" کے الفاظ آتے ہیں جو بخاری شریف جلد 4 ص ۴۰۹ پر ہے جس کو اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔

سب سے اول اس حدیث شریف کی وضاحت میں صحیح بخاری شریف کے حاشیہ کی مہارت نقل کی جاتی ہے۔

قوله قد او جبوا ای فعلوا فعلا و جبت لہم بہ الجنة "فتح" قوله
مدینة قیصر اے ملک الروم قال القسطلانی کان اول من غزا
مدینة قیصر یزید بن معاویة و معہ جماعة من سادات
الصحابہ کا بن عمرو ابن عباس و ابن الزبیر و ابی ایوب
الانصاری و توفی بها ابو ایوب سنة الثین و خمسون من الهجرة
(انتہی) کذا قالہ فی خیر البحاری و فی الفتح قال المہلب فی
هذا الحدیث منقبة لمعاویة ؓ لانه اول من غزا البحر و منقبة
لولدہ لانه اول من غزا مدینة قیصر و تعقبہ ابن التین و ابن
المنیر بما حاصلہ انه لا یلزم من دخلوہ فی ذلك العموم ان
لا یخرج بدلیل خاص اذلا یختلف اهل العلم ان قوله عزہ
مغفور لہم مشروط بان یکونوا امن اهل المغفرة حتی لو ارتد
واحد ممن غزاها بعد ذلك لم یدخل فی ذلك العموم اتفاقا فدل
على ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة لہم منهم انتہی۔
ترجمہ: قوله قد او جبوا یعنی ان کے جنت واجب ہے مدینہ قیصر یعنی ملک

روم قسطنطینی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطینہ) پر یزید بن معاویہ نے جہاد کیا اور اس کے ساتھ سردار صحابہ کرام صحابہ کی جماعت تھی جیسا کہ ابن عمر ابن عباس ابن زبیر اور ابوالیوب انصاری (رحمہم اللہ) ۵۲ ہجری میں وہیں شہید ہو گئے۔ ”خیر البھاری اور فتح الباری میں ہے کہ مہلب نے کہا ہے اس حدیث میں (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے اس لیے کہ آپ ہی نے پہلا بحری جہاد کیا ہے نیز ان کے بیٹے یزید کی بھی فضیلت ہے کہ اس نے مدینہ قیصر میں جنگ کی۔“

”لیکن ابن اسحاق اور ابن المنیر نے مہلب کا تعاقب کیا ہے کہ یہ تو عمومی بات کہی گئی ہے کہ جو اس جہاد میں شریک ہوگا اس کی بخشش ہوگی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی کسی دلیل خاص سے خارج نہ ہو سکے۔ کیونکہ اہل علم حضرات کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مغفور لھم کا ارشاد ”مشرط“ ہے حتیٰ کہ ان میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو وہ اس عمومی (بشارت) میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور لھم کی بشارت ان کیلئے ہے جن میں شرط بشارت پائی جائے۔“

عمدة القاری کی عبارت

قوله ”قد اوجبوا“ قال بعضهم ای وجبت لھم الجنة قلت هذا الكلام لا يقتضی هذا المعنی وانما معناه اوجبوا استحقاق الجنة وقال الكرمانی قوله اوجبوا ای محبة لانفسهم قوله : قوله : اول جيش من امنی يغزون مدينة قیصر“ اراد بها القسطنطنية كما ذكرناه و ذكر ان يزيد بن معاوية غزا بلا دا الروم حتى بلغ قسطنطنية و معه جماعة من سادات الصحابة منهم ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبير و ابو ايوب الانصاري و كانت وفاة ابي ايوب الانصاري هناك قريبا من سور القسطنطنية و قبره هناك

تسقى به الروم اذا قحطوا وقال صاحب المראה والا مع ان
 يزيد بن معاوية غزا القسطنطينية في سنة اثنتين وخمسين و قيل
 سير معاوية جيشا كثيفا مع سفیان بن عوف الى القسطنطينية
 فاوغلوا في بلاد الروم و كان في ذلك الجيش ابن عباس و ابن
 عمر و ابن الزبير و ابوايوب الانصاري وتوفي ابوايوب في سنة
 الحصار قلت الاظهر ان هؤلاء السادات من الصعابة كانوا مع
 سفیان هذا ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية لانه لم يكن اهلا
 ان يكون هؤلاء السادات في خدمة و قال الهلب في هذا
 الحديث منقبة لمعاوية لانه اول من غزا البحر و منقبة لولده
 يزيد لانه اول من غزا مدينة قيسر (انهي) قلت اي منقبة
 كانت ليزيد و حاله مشهور (فان قلت) قال رحمه الله في حق هذا
 الجيش مغفور لهم قلت قيل لا يلزم من دخوله في ذلك الصوم
 ان لا يخرج بدليل خاص الا لا يختلف اهل العلم ان قوله رحمه الله
 مغفور لهم مشروط بان يكونوا امن اهل المغفرة حتى لو ارتد
 واحد من غزاها بعد ذلك لم يدخل في ذلك الصوم فدل على
 ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم

(مجموع الفتاوى جلد ۷ ص ۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹)

ترجمہ: "(قد اوجہوا) سے مراد جیسا کہ بعض نے کہا ان کیلئے جنت واجب ہے علامہ
 بدر الدین عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں یہ کلام یہ معنی بیان نہیں کرتا بلکہ اوجہوا کے
 معنی ہیں کہ جنت ان کا استحقاق ہے۔

یہ ارشاد کہ پہلا لشکر جو مدینہ قیصر پر جہاد کرے گا اس سے مراد قسطنطینیہ ہے جیسا کہ ذکر
 کیا ہم نے اس کو۔ یہ جو کہ رومی شہروں میں معروف جنگ رہا۔ حتیٰ کہ وہ قسطنطینیہ پہنچ گیا
 اور اس کے ساتھ اکابر صحابہ کرام علیہم السلام جن میں ابن عمر ابن عباس ابن زبیر اور ابوايوب

انصاری (رحمۃ اللہ علیہ) بھی شامل تھے۔ اس جہاد میں حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور وہیں شہر کی فصیل کے قریب ان کی قبر (الور) ہے اور جب وہاں قحط پڑتا ہے تو لوگ ان کے وسیلہ سے بارش کیلئے دعائیں کرتے ہیں۔

اور روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سفیان ابن عوف رضی اللہ عنہ کی پہ سالاری میں قسطنطینیہ کی طرف لشکر کو روانہ کیا جو بلادِ روم میں داخل ہوا۔ اس لشکر میں حضرات ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابوالیوب انصاری (رحمۃ اللہ علیہ) تھے اور محاصرہ کے دوران ہی حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ ہم کہتے ہیں یہ سادات صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہم حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کے زیرِ کمان تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں کیونکہ وہ اس اہل نہیں تھا کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے ماتحت ہوں اور اس حدیث میں ”المہلب“ کا یہ قول کہ اس میں (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے کہ انہوں نے پہلی بحری جنگ لڑی اور ان کے بیٹے یزید کی منقبت ہے کہ اس نے مدینہ قیصر پر جہاد کیا۔

علامہ بدر الدین عینی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں یزید کی کون سی منقبت ہے کہ جب اس کا حال مشہور ہے۔ اگر تو کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کے بارے میں مغفور لکھم فرمایا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ عموم میں داخل ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ دلیل خاص سے بھی خارج نہ ہو سکے کیونکہ اہل علم کا اس سے کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ”مشروط“ ہے کہ وہ اہل مغفرت سے ہو۔ حتیٰ کہ کوئی جہاد والوں سے اس کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ اس عموم میں داخل نہیں ہوگا پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور وہ ہے جس میں ان سے شرط مغفرت پائی جائے۔“

فتح الباری کی عبارت:

قوله: (یغزون مدینة قیصر) یعنی القسطنطنیة قال المہلب فی هذا الحدیث منقبة لمعاویة لانه اول من غزا البحر ومنقبته لولده یزید لانه اول من غزا مدینة قیصر وتعقبه ابن التین و ابن المنیر بما حاصلہ انه لا یلزم من دخوله فی ذلك العموم ان

لا يخرج بدليل خاص الا لا يختلف اهل العلم ان قوله **لَا**
مَغْفُورٌ لَهُمْ مشروط بان يكونوا امن اهل المغفرة حتى لو ارتد
 واحد من غزاهما بعد ذلك لم يدخل في ذلك العموم اتفاقا فدل
 على ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم.

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۷۷-۱۷۸)

ترجمہ: (مدینہ قیصر پر غزوہ) یعنی قسطنطینیہ پر چڑھائی مہلب نے کہا اس حدیث
 میں (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے کیونکہ انہوں نے پہلا سندری جہاد
 کیا اور ان کے بیٹے بن ہدیہ کی منقبت ہے کہ اس نے مکی بارہ مدینہ قیصر پر چڑھائی
 کی اور مہلب کا امین تھیں اور امین منیر نے تعاقب کیا ہے کہ اس سے لازم نہیں
 آتا کہ کسی کو دلیل خاص سے بھی اس عموم سے خارج نہ کیا جاسکے جبکہ اہل علم کا
 اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول **مَغْفُورٌ لَهُمْ** مشروط ہے (اہل
 مغفرت سے) حتیٰ کہ اگر کوئی اس غزوہ کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ خطہ طور پر
 اس عموم سے خارج ہے پس یہ دلیل ہے جس میں شرط مغفرت پائی جائے۔

فتح الباری میں یہ بھی ہے: وفي تلك الغزاة مات ابو ايوب الانصاري
 فاوصى ان يدفن عند باب القسطنطينية وان يعفى قبره ففعل به
 ذلك فيقال ان الروم صاروا بعد ذلك يستقون به

(فتح الباری جلد ۶ ص ۱۷۸)

(ترجمہ) ”کہ اسی غزوہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے
 (شہید ہوئے) اور فوت ہونے سے پہلے وصیت فرمائی کی کہ مجھے باب
 قسطنطینیہ میں دفن کر دینا چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق انہیں وہیں دفن کیا
 گیا۔ رومی لوگ آپ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے۔“

ارشاد الساری شرح بخاری کی عبارت:

دکان اول من غزا مدینہ قیصر یزید بن معاویہ وعنه جماعة

[illegible]

و شریعت اور حج البیت کے عبادت میں کیا کہہ کر اور احمدیوں کے بھائی

مترجم محمد رفیع مسعود

توفي في سنة ١٠٠٠ هـ في مدينة القاهرة

حقائق و سبب سے مراد ان کے لیے جس سے ان کے علم و فہم سے زیادہ

کہ سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر یزید (جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے) نے جہاد کیا اور اسکے ساتھ سردار صحابہ کی جماعت تھی جیسا کہ حضرات ابن عمر ابن عباس ابن زبیر اور ابوالیوب انصاری (رحمہم اللہ) اور ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ ۵۴ھ میں وہیں شہید ہوئے۔ فتح الباری میں ہے کہ "المہلب" نے کہا ہے فی هذا الحديث منقبة لمعاوية لانه اول من غزا البحر و منقبة لولده لانه اول من غزا مدينة قیصر

یعنی "اس حدیث (پاک) میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے اس لیے کہ انہی نے پہلا بحری جہاد کیا۔ نیز ان کے بیٹے یزید کی بھی فضیلت ہے کیونکہ اس نے پہلی مرتبہ مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کیا۔"

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے سوال ماہنامہ "بیت" نے ماہنامہ "بیت" جلد نمبر ۳۵ شمارہ نمبر ۱۰- اکتوبر ۱۹۸۳ء بمطابق صفر المظفر سن ۱۴۰۷ھ میں "مجاہدین قسطنطنیہ" کے عنوان کے تحت اپنے موبل یزید کی وکالت کرتے ہوئے مختلف کتابوں سے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ اور حوالہ نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۳ پر "المہلب" کا قول "فتح الباری" اور "حاشیہ بخاری" سے نقل کیا ہے لیکن لوگوں کے سامنے اپنے گروہ کے طریقہ کے مطابق پوری عبارت حوالہ کے طور پر نہیں پیش کی بلکہ جہاں تک ان کے موبل یزید کی تعریف کا ذکر ہے وہاں تک حوالہ نقل کیا ہے۔ حالانکہ انہیں بحوالہ بالا کتابوں میں یزید کے بارے میں مزید بحث بھی ہے جو ڈاکٹر صاحب نے انتہائی ناانصافی سے چھپائی ہے اسی سے آگے انہی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے کہ "لیکن ابن اسحق اور ابن المنیر نے مہلب کا تعاقب کیا ہے کہ یہ تو عمومی بات کہی گئی ہے کہ جو اس جہاد میں شریک ہوگا اس کی بخشش ہوگی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی دلیل خاص سے خارج نہ ہو سکے کیونکہ اہل علم حضرات کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مفسود لہجہ کا ارشاد "مشرط" ہے حتیٰ کہ ان میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو وہ اس عمومی (بشارت) میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ پس یہ دلیل سے اس پر کہ مفسود لہجہ کی بشارت ان کیلئے ہے جن میں شرط بشارت پائی جاتی ہے۔

عمدة القاری کی عبارت اور ڈاکٹر اسرار احمد:

اسی حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔

”پہلا لشکر جو سمندری جہاد پر گیا وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ ہوا۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں یہ جہاد ۲۷ھ کو ہوا اور ”یہ قبرص کا جہاد ہے“ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ واقدی نے کہا ہے یہ جہاد ۲۸ھ کو ہوا اور ابو معشر نے کہا یہ جہاد ۳۳ھ کو ہوا اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ تھیں۔

(قد اوجبوا) سے مراد ہے جیسا کہ بعض نے کہا ان کے لئے جنت واجب ہے۔

پہلا لشکر جو مدینہ قیصر پر جہاد کرے گا اس سے مراد قسطنطینیہ ہے جیسا کہ ذکر کیا۔ یزید جو کہ رومی شہروں میں مصروف جنگ رہا حتیٰ کہ وہ قسطنطینیہ پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابوالیوب انصاری (رضی اللہ عنہ) بھی شامل تھے۔ اس جہاد میں حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور وہیں شہر کی فصیل کے قریب ان کی قبر (انور) ہے اور جب وہاں قحط پڑتا ہے تو لوگ ان کے وسیلہ سے بارش کیلئے دعائیں کرتے ہیں۔

اور روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سفیان ابن عوف رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں قسطنطینیہ کی طرف لشکر کو روانہ کیا جو بلا دروم میں داخل ہوا۔ اس لشکر میں حضرات ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابوالیوب انصاری (رضی اللہ عنہ) تھے اور محاصرہ کے دوران ہی حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ ہم کہتے ہیں یہ سادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کے زیرِ کمان تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں کیونکہ وہ اس اہل نہیں تھا کہ اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کے ماتحت ہوں اور اس حدیث میں ”المہلب“ کا یہ قول کہ اس میں (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے کہ انہوں نے پہلی بحری جنگ لڑی اور ان کے بیٹے یزید کی منقبت ہے کہ اس نے مدینہ قیصر پر جہاد کیا۔

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس میں یزید کی کون سی منقبت ہے جب کہ اس کا حال مشہور ہے اگر تو کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کے بارے میں ”مغفور لہم“ فرمایا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ عموم میں داخل کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ دلیل

خاص سے بھی خارج نہ ہو سکے کیونکہ اہل علم کا اس سے کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ”شروط“ ہے کہ وہ اہل مطہرت سے ہو۔ حتیٰ کہ کوئی جہاد والوں میں سے اس کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ اس عہد میں داخل نہیں ہوگا پس یہ دلیل ہے اس پر کہ منظور وہ ہے جس میں ان سے شرط مطہرت پائی جائے۔

ڈاکٹر صاحب نے مذکورہ بالا ماہنامہ ”بھاق“ صلی ۲۲ پر حوالہ نمبر ۴ میں محدثہ بخاری شرح بخاری کا حوالہ دیا ہے مگر انتہائی چالاک کی سے یزید کی وکالت کرتے ہوئے ساری وہ عبارت جس میں مہلب اور یزید کا تعاقب ہے اور یہ عبارت کہ

اور جب وہاں قحط پڑتا ہے تو لوگ ان کے وسیلہ سے بارش کیلئے دعائیں کرتے ہیں“ سے اخیر عبارت تک ساری تحریر منہدم کر لی ہے۔

ایک تو اس لیے کہ ڈاکٹر صاحب وصال شدہ بزرگوں کا دعاء میں وسیلہ لینے کے منکر ہیں دوسرے اگلی عبارت جو ہم نے پوری کی پوری تحریر کی ہے اس سے ڈاکٹر صاحب کے قاسق و فاجر موکل کا مقدمہ کمزور ہو جاتا ہے۔

تاریخ کامل ابن اثیر اور تاریخ ابن خلدون:

فی هذه السنة وقيل: سنة خمسین، سر معاویة جوشا کشیفا الی
بلاد الروم للمزاة وجعل علیهم سفیان بن عوف وامر ابنه یزید
بالمزاة معهم، فتناقل واعتل، فاصک عنه ابوه، فاصاب الناس
فی غزاتهم جوع ومرض شدید فانشا یزید یقول:

ما ان ابالی بما لاقت جموعهم

بالفر قنونة من حمی ومن موم

اذا اتکات علی الانباط مرتقفا

بدیر مران عندی ام کلثوم

ام کلثوم امراته وهي ابنة عبد الله بن عامر فبلغ معاویة شعره

فاقسم علیہ لیطعن سفیان فی ارض الروم لیصبیه ما اصاب

الناس' فار ومعه جمع كثير اضافهم اليه ابوہ' وكان في هذا
العجش ابن عباس وابن عمر و ابن الزبير و ابو ايوب الانصاري
وغيرهم

(ترجمہ) تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے "۵۰ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے
ایک لشکر جرار بلاد روم کی طرف سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا
اور اپنے بیٹے کو اس لشکر میں شامل ہونے کا حکم دیا تو یزید پہلے بہانے بنا کر بیٹھا
رہا اس کے حیلے بہانوں میں آکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو رخصت
دے دی (شان خداوندی) وہ لشکر راستے میں اہتلا کا شکار ہو گیا اور قحط اور
بیماری نے لپیٹ میں لے لیا۔ یزید کو پتا چلا تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

(ترجمہ) "مجھے ہرگز اس کی پروا نہیں کی ان لشکروں پر مقام فرقد نہ پر بخار
اور سختی کی بلائیں نازل ہو گئی ہیں جب کہ میں دیر میراں میں اونچے تخت پر تکیہ
لگائے ہوئے ہوں اور ام کلثوم میرے پاس بیٹھی ہے"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ شعر سنے تو قسم کھالی اب یزید کو حضرت سفیان بن
عوف رضی اللہ عنہ کے پاس ضرور بھیجوں گا تاکہ اس کو بھی ان مصیبتوں کا حصہ ملے جو لوگوں پر نازل
ہوئی ہیں۔ چنانچہ یزید کو ایک جماعت کثیرہ کے ساتھ جس میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر
اور ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) بھی تھے روانہ کیا۔

اسی طرح یہ واقعہ تاریخ ابن خلدون عربی جلد ۳ صفحہ ۱۰ پر بھی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے مذکورہ بالا رسالہ کے صفحہ نمبر ۲۵ پر لکھا ہے۔ "اگرچہ بعض
دوسری تاریخی روایات میں ارض روم پر حملہ آور ہونے والے پہلے اسلامی لشکر کے سپہ سالار کی
حیثیت سے حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام بھی آیا ہے جیسے کامل ابن اثیر کی روایت کے
مطابق لیکن اول تو ایسی متذکرہ روایات بالا کثیر اور معتمد علیہ روایات کے مقابلے میں زیادہ
وقت کی حامل نہیں ہیں۔"

دوسری طرف ڈاکٹر صاحب نے "تاریخ ابن خلدون" کا حوالہ دے کر اس کی روایت

کو معتد روایات میں شامل کیا ہے۔ جس میں "کمال ابن اثیر" ہی کی مثل تحریر موجود ہے مگر کمال ابن اثیر کی روایت کو غیر معتد لکھ دیا ہے اور پھر "تاریخ ابن خلدون" کی عبارت نقل کر کے اس میں بھی ایک سطر کاٹ کر خیانت کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب بے چارے مجبور ہیں جس گروہ سے ان کا تعلق ہے اس گروہ کا کام ہی احادیث اور روایات میں کتر بیعت کرنا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے عمدۃ القاری شرح بخاری کو معتد روایات میں شمار کیا ہے کیونکہ عمدۃ القاری میں یزید کی قیادت کا بھی ذکر ہے حالانکہ اسی کتاب کی اسی عبارت کے آگے حضرت سفیان بن عوف رحمہ کی قیادت میں کبار صحابہ رحمہ کی لشکر کے ساتھ روانگی کا ذکر ہے لیکن ڈاکٹر صاحب تو عمدۃ القاری کی یہ عبارت ہی ہضم کر گئے ان کو کیسے نظر آتی کیونکہ یہ ان کے موکل کے خلاف تھی ان کا موقف کمزور پڑ جاتا ہے جبکہ ان کا مقصد تو اپنے موکل کو سچ اور مغفور ثابت کرنا ہے چنانچہ ماہنامہ "بیتاق" کے صفحہ ۱۳ پر لکھا ہے۔

"یہ ایک حقیقت ہے کہ سب سے اول تحفہ پر جہاد کرنے والا لشکر مغفور ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس لشکر کا امیر و قائد یزید تھا۔"

ارشاد الساری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے

اس سے "المہلب" نے یزید کی خلافت اور اس کے جنتی ہونے کی دلیل پکڑی ہے کہ وہ مغفور لحم کے ارشاد کے عموم میں داخل ہے اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے "ہان هذا جار علی طریق الحمیۃ لبی امیہ" کہ یہ بات "مہلب" نے بنو امیہ کی حمایت کی وجہ سے کی ہے۔

یزید کے دکلاء نے مختلف کتابوں سے ایسی عبارتیں پیش کی ہیں۔ جن سے یزید کا قصیدہ بیان کرنا مقصود ہے۔ لیکن قارئین کرام کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ ان یزیدی دکلاء نے مختلف کتابوں سے "مناجی فقرے" کاٹ کر پیش کیے ہیں۔ پچھلے صفحات میں ان کتابوں کی پوری پوری عبارات پیش کی گئی ہیں تاکہ یزید کے دکلاء کی خیانتوں کے بارے میں سیدھے سادھے مسلمان آگاہ ہوں۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے رسالہ "بیتاق" سے حوالہ جات جو یزید کی حمایت میں لکھے گئے

ہیں۔ کچھ اس طرح ہیں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال المهلب في هذا الحديث منقبة لمعاوية لانه اول من غزا البحر و منقبة لولده لانه اول من غزا مدينة قنصر.

(معالم المہلب ص ۱۸۷)

(ترجمہ)۔ ”مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت معاویہؓ کی فضیلت ہے اس لیے کہ انہی نے پہلا بحری جہاد کیا نیز ان کے صاحبزادے یزید کی فضیلت بھی ہے کیونکہ اس نے پہلی مرتبہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔
علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

كان اول من غزا مدينة قنصر يزيد بن معاوية ومعه جماعة من سادات الصحابة كما بن عمرو ابن عباس و ابن الزبير و ابی ایوب الانصاری و توفی بها ابو ایوب۔ (در شاہ ساری ص ۱۰۴ طبع دار الفکر)
(ترجمہ) قسطنطنیہ پر سب سے پہلے جہاد یزید بن معاویہ نے کیا جس کے ساتھ کبار صحابہ کرام علیہم السلام کی ایک جماعت بھی شریک تھی جس میں عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ ابن زبیرؓ اور ابوالجہاد انصاریؓ شامل تھے۔

مشہور شارحین بخاری علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ اور علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ان یزید بن معاویہ غزا بلاد الروم حتی بلغ قسطنطنیة و معه جماعة من سادات الصحابة عنهم ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبير و ابی ایوب الانصاری و كانت وفاة ابی ایوب الانصاری هناك قریب من سور القسطنطنیة و قبره هناك

”یزید رضی اللہ عنہ نے روم میں جہاد کیا یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ تک پہنچا۔
اس کے ساتھ کبار صحابہ جہاد کی جماعت بھی موجود تھی جس میں عبداللہ بن عمرؓ

عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ ابن زبیر اور ابوالیوب انصاری (مملکت) شامل تھے۔
 اسی جہاد میں حضرت ابوالیوب انصاریؓ کی وفات ہوئی اور وہیں شہر کی
 فیصل کے پاس ان کی قبر بھی ہے۔ (ہاتی مہارنیں اکثر اسرار احمد نے ہمیں سنائی ہیں)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فیصلہ:

مذکورہ بالا ماہنامہ "جہاد" کے صفحہ ۷۲ پر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے حسب
 ذیل الفاظ جو شرح تراجم ابواب بخاری میں وارد ہوئے ہیں قول فیصل کے طور پر درج کیے
 گئے ہیں اور اپنے موکل یزید کی صفائی پیش کرتے کرتے اپنا صفایا کر دیا ہے۔

حضور ﷺ کی اس حدیث میں "مصفود لہم" فرمانے سے بعض لوگوں نے یزید کی
 نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ بھی اس دوسرے لشکر میں نہ صرف شریک بلکہ اس کا سربراہ
 تھا۔ جیسا کہ تاریخ شہادت دیتی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت
 ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے جو اس نے گناہ کیے تھے وہ بخش دیئے گئے کیونکہ جہاد کفارات
 میں سے ہے اور کفارات کا کام یہ ہے کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو زائل کر دیتے ہیں بعد
 میں ہونے والے گناہوں کے اثر کو نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا ہوتا کہ قیامت
 تک کیلئے اس کی بخشش کر دی گئی تو بے شک یہ حدیث اس کی نجات پر دلالت کرتی اور جب
 یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں بلکہ اس صورت میں اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد
 ہے۔ (بحوالہ یزید کی مصیبت از عبد الرشید نعمانی ص ۳۳۳)

پروفیسر ابو بکر غزنوی اور یزید کے وکلاء:

پروفیسر ابو بکر غزنوی کے مقالات کو "قربت کی راہیں" کا عنوان دے کر مکتبہ غزنویہ
 ۴۔ شیش محل روڈ لاہور والوں نے چھاپا ہے پروفیسر صاحب اور ناشر ہر دو کا تعلق اہل حدیث
 (یعنی غیر مقلدین) سے ہے۔

پروفیسر صاحب نے یزید کے خارجی و کیلوں کی افسوسناک حالت بیان کی ہے۔
 آہ کیسی للہیت کی موت اور ایمان کی جانگزی ہے کہ بعض علماء مین منبر رسول ﷺ پر
 کھڑے ہو کر اس محبوب بارگاہ رسالت اس جگر گوشے بتول کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے

ہیں۔ وہ گھرانہ جس سے تم نے فیض حاصل کیا، وہ جن کی جوتیوں کے صدقے میں تمہیں ایمان و اسلام کی معرفت حاصل ہوئی تو کیا ان کی عیب چیمیاں کرتے ہو؟ پھر اس عیب چینی اور خوردہ گری کیلئے تمہیں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملتی۔ پھر تم اپنے لب و لہجہ کو تو دیکھو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شمر بن ذی الجوشن، یزید اور ابن زیاد نے اہل بیت اطہار کے خلاف مقدمہ میں تمہیں اپنا وکیل بنالیا ہے۔ (قربت کی راہیں ص ۹۱)

پروفیسر صاحب نے بڑے حقیقت پسندانہ انداز میں یزید اور محبان یزید، شمر بن ذی الجوشن اور ابن زیاد کا تعاقب کیا ہے عقل مند کیلئے اشارہ ہی کافی ہے۔

وحید الزماں اور محبان یزید:

ایک اور غیر مقلد مصنف وحید الزماں صاحب نے تیسیر الباری شرح بخاری جلد ۳ ص ۱۲۵ میں خوراج، یعنی محبان یزید کے لئے کردار یزید پیش کیا ہے جس کو من و عن پیش کیا جاتا ہے۔

”پہلا جہاد معاویہ کے ساتھ ہوا جزیرہ قبرص فتح کرنے کو اسی میں اُم حرام چھٹا شریک تھیں۔ سن ۵۸ھ میں دوسرا جہاد جو قسطنطنیہ پر ہوا۔ یزید بن معاویہ اس کا سردار تھا۔ اس میں بھی بہت سے صحابہ شریک تھے۔ جیسے ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابوالیوب انصاری (رضی اللہ عنہم) اس حدیث سے بعضوں نے یہ مطلب نکالا ہے جیسے مہلب نے کہ یزید کی خلافت صحیح تھی اور وہ بہشتی ہے۔ میں کہتا ہوں سبحان اللہ! اس حدیث سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے کیونکہ یزید جب قسطنطنیہ پر چڑھ گیا تھا اس وقت تک معاویہ زندہ تھے انہی کی خلافت تھی اور معاویہ کی خلافت تا حیات باتفاق علماء صحیح تھی کس لیے کہ امام برحق جناب امام حسن علیہ السلام نے خلافت ان کو تفویض کی تھی۔ اب لشکر والوں کی بخشش ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر فرد بھی بخشا جائے اور بہشتی ہو۔ خود آنحضرت ﷺ کے ساتھ (یعنی معیت میں) ایک شخص خوب بہادری سے لڑا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا وہ دوزخی ہے۔ بہشتی اور دوزخی ہونے میں خاتمہ کا اعتبار ہے۔ یزید نے گو پہلے اچھا کام کیا کہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی مگر خلیفہ بننے کے بعد اس نے وہ گند پیٹ سے نکالے کہ معاذ اللہ۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرایا، اہل بیت کی اہانت کی جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ عنہ کا آیا تو مردود کہنے لگا میں

نے بدر کا بدلہ لے لیا۔ مدینہ منورہ پر چڑھائی کی حرم محرم میں گھوڑے بندھوائے۔ مسجد نبوی ﷺ اور قبر شریف کی توہین کی کد مکر۔ ہر چہ حالی کی وہاں تلخ لگائی مہدائے بن زہر کو شہید کرایا حجاج ظالم نے اپنے غلام کے ہاتھ سے ایک لاکھ سچاپہ اور تالیمن اور بزرگوں کو ناحق قتل کرایا۔ ان گندگیوں کے باوجود بھی کوئی یزید کو منظور اور بخشی کہہ سکتا ہے؟

قسطانی نے کہا یزید امام حسین علیہ السلام کے قتل سے خوش اور راضی تھا اور اہل بیت کی اہانت پر بھی اور یہ امر متواتر ہے اس لیے ہم اس کے باپ میں توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں بھی ہم کو شکام ہے۔ اللہ کی لعنت اس پر اور اس کے مددگاروں پر اٹھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی یزید کا حشر بیان کرتے ہیں:

شیخ الحدیث ابن ہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ السلام اپنی کتاب "تکمیل ایمان" میں "یزید کا حشر" بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "بعض علماء اہلسنت تو یزید کے معاملہ میں بھی توقف سے کام لیتے ہیں مگر بعض غلو و افراط کی وجہ سے اس کی شان و منزلت بیان کرنے میں جھجھکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ وہ مسلمانوں کی اکثریت کی ہمارے امیر مقرر ہوا تھا امام حسین علیہ السلام پر ضروری تھا کہ اس کی اطاعت کرتے۔ نعوذ باللہ من هذا القول وهذا الاعتقاد۔ (یعنی اللہ کی پناہ اس قول بدتر از قول اور اس اعتقاد سے)

"مدینہ شریف سے جانے والے لوگوں نے بر ملا کہا کہ وہ خدا دشمن ہے شراب نوش ہے تارک الصلوٰۃ ہے زانی ہے قاسق ہے محارم سے صحبت کرنے سے بھی باز نہیں آتا یزید کی اہل بیت سے عداوت اور اہل بیت کی اہانت و ذلت کے واقعات مسلسل کے ساتھ اس سے سرزد ہوتے رہے۔ ان تمام واقعات سے انکار ازراہ تکلف ہے۔

ایک طبقہ کی رائے یہ ہے کہ قتل حسین علیہ السلام گناہ کبیرہ ہے کیونکہ مومن کو ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ میں آتا ہے مگر لعنت تو کافروں کیلئے مخصوص ہے۔ انہی رائے کا اعہاد کرنے والوں پر افسوس آتا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے کلام سے بھی بے خبر ہیں۔ کیونکہ حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام اور ان کی اولاد سے بغض و عداوت اور ان کو تکلیف پہنچانا ان کی توہین کرنا باعث

ایذا و عداوت نبی کریم ﷺ ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں یہ حضرات یزید کے متعلق کیا فیصلہ کریں گے۔ کیا اہانت و عداوت رسول اللہ ﷺ کفر و لعنت کا سبب نہیں ہے اور یہ بات جہنم کی آگ میں پہنچانے کیلئے کافی نہیں ہے آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

ان الذین يؤفون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخرة واعد لهم عذاباً مهيناً (پ ۱۲۲ احزاب آیت ۵۷)

ترجمہ: بے شک وہ جو اللہ (جل شانہ) اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (اور اللہ جل جلالہ) نے ان کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ علمائے سلف اور مشاہیر امت میں سے بعض جن میں امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ جیسے بزرگ شامل ہیں نے یزید پر لعنت کی ہے۔ ابن جوزی جو شریعت اور حفظ سنت میں بڑے قشد تھے اپنی کتاب میں لعنت بر یزید کو علمائے سلف سے نقل کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”ہماری رائے میں یزید مبعوض ترین انسان تھا۔ اس بد بخت نے جو کارہائے بد سر انجام دیئے ہیں امت رسول ﷺ میں کسی سے نہیں ہوئے۔ شہادت حسینؑ اور اہانت اہل بیت سے فارغ ہو کر اس بد بخت نے مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی اور اس مقدس شہر کی بے حرمتی کے بعد اہل مدینہ کے خون سے ہاتھ رنگے اور رسول اللہ ﷺ کے باقی ماندہ صحابہ کرام علیہم السلام اور تابعین اس کی تیغ ستم کی نذر ہو گئے اور اس کی توبہ اور رجوع کا مزید حال تو اللہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور دوسرے اہل ایمان کے دلوں کو یزید کی محبت و الفت (اس کے مددگاروں اور معاونین کی موافقت اور ان تمام لوگوں کی دوستی جو اہل بیت نبوی ﷺ کے بد خواہ رہے ہیں اور ان کے حقوق کو پامال کرتے ہیں اور ان سے محبت و صدق عقیدت سے محروم رہے ہیں) سے محفوظ و مامون رکھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اور ہمارے احباب کو اہل بیت اور ان کے نیک خواہوں کے زمرے میں رکھے اور دنیا و آخرت میں اہل بیت کے مشرب و مسلک پر رکھے۔

بحرمة النبی والہ ولا مجاہدہ منہ و کرمہ و هو قریب مجیب۔

حافظ ابن حجر کی نگاہ میں یزید

نمبر ۱- وقد روى ان يزيد كان قد اشتهر بالمعازف و شرب الخمر
والفناء والصيد واتخاذ الفلجان والقيان والكلاب والتطاح بين الكباش والدياب
والقروذ وما من يوم الا يصبح فيه معمورا وكان يشد القرد على فرس
مرجة بجمال ويسوق به ويلبس القرد قلانس الذهب وكذلك الفلجان
وكان يسابق بين الحمل وكان اذا مات القرد حزن عليه ولول ان سبب
موته انه حمل قردة وحمل ينقرها فعضته وذكروا عنه غير ذلك والله اعلم
بصحة ذلك (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۵)

ترجمہ: "اور بے شک روایت کیا گیا ہے کہ وہ یزید مشہور تھا آلات لہو لعب کے ساتھ اور
شراب کے پینے اور گانا بجانا سننے اور شکار کھیلنے اور بے ریش لڑکوں کو رکھنے اور چھینے بجانے اور
کتوں کے رکھنے اور سیٹلوں والے دنبوں اور ریچھوں اور بندروں کو آپس میں لڑانے میں اور کوئی
دن ایسا نہ تھا جب کہ وہ شراب سے مخمور نہ ہوتا اور بندروں کو زین شدہ گھوڑوں پر سوار کر کے
دوڑاتا تھا اور بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں رکھتا تھا اور ایسے ہی لڑکوں کے سروں پر بھی
اور گھوڑوں کی دوڑ کرواتا اور جب کوئی بندر مر جاتا تو اس کو اس کے مرنے کا صدمہ ہوتا تھا اور کہا
گیا ہے کہ اس کی موت کا سبب یہ تھا کہ اس نے ایک بندر کو اٹھایا ہوا تھا اور اس کو اچھالتا تھا کہ
اس نے اس کو کاٹ لیا۔ مورخین نے اس کے علاوہ بھی اس کے قبائح بیان کیے ہیں۔

نمبر ۲- وكان فيه ايضا اقبال على الشهوات وترك بعض الصلوات في
بعض الاوقات وامانتها في غالب الاوقات وقد قال الامام احمد: حدثنا
ابو عبد الرحمن ثنا حيوة حدثني بشير بن ابي عمرو الحولاني ان الوليد بن
قيس حدثه انه سمع ابا سعيد الخدري يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول:
يكون خلف من بعد ستين سنة ايضا عوا الصلاة واتبعوا الشهوات فسوف
يلقون غيا (البيان ج ۸ ص ۲۳۰)

ترجمہ: اور نیز اس (یزید) میں شہوات نفسانیہ میں انہماک بھی تھا اور بعض اوقات بعض

نمازوں کو بھی چھوڑ دیتا تھا اور وقت گزار کر پڑھتا تو اکثر اوقات رہتا تھا حضرت امام احمد بن حنبل بیسے نے سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ سن ۶۰ھ کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات نفسانیہ کی پیروی کریں گے تو عنقریب وہ (جہنم کی وادی) غی میں گریں گے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری جلد ۱۳ ص ۱۲ پر زیر نظر حدیث ”میری امت کی ہلاکت قریشی نو جوانوں کے ہاتھوں سے“ لکھتے ہیں:

وفي هذا إشارة الى ان اول الاغلبة كان في سنة ستين وهو كذا لك فان يزيد بن معاوية استخلف فيها“

ترجمہ: ”اس میں اشارہ ہے کہ پہلا نو جوان سن ساٹھ میں ہوگا اور ویسا ہی ہوا کیونکہ یزید بن معاویہ اسی سن میں صاحب حکومت ہوا۔

والذي يظهر ان المذكورين من جملتهم وان اولهم يزيد

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۳)

”اور وہ جو اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مذکور بھی ان میں سے ہیں اور ان میں سے سب سے اول یزید ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرماتے ہیں میں نے الصادق والمصدق نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے۔

”هلكت امتي على يدي غلبة من قریش فقال مروان لعنة الله عليهم غلبة فقال ابو هريرة لو شئت ان اقول بني فلاں بني فلاں لفعلت“ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۶)

”کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی تو یہ سن کر مروان نے کہا ان لڑکوں پر اللہ (تبارک و تعالیٰ) کی لعنت ہو۔ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو بتا دوں کہ وہ فلاں ابن فلاں اور فلاں

ابن قلاں ہیں۔ (مجتہد صاحب مدظلہ)

ایک وضاحت:

بعض آثار کرام نے نام لے کر یزید پر لعنت کرنے سے جو توقف کیا ہے اس کا مطلب یہ برگز نہیں ہے کہ یزید کو لعنت سمجھتے بھی نہ تھے یا اس کے کرتوتوں کو اچھا سمجھتے تھے بلکہ لعنتی سمجھتے تو سارے ہی تھے قصین کے ساتھ نام لے کر اس کو لعنتی کہنے سے بعض نے جو توقف فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا اگر جائز بھی ہو تو کوئی ثواب کا کام تو نہیں ہے تو کیوں اس پر لعنت کر کے اور اس کا بار بار نام لے کر اپنی زبان خراب کرتے ہو جتنی دیر اس پر لعنت کرنا چاہتے ہو اتنی دیر امام عالی مقام جھگڑا پر دور دورہ سلام کیوں نہیں بھیجتے ہوتا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی راضی ہو جائے اور دربار حسینیت میں نذرانہ محبت بھی ہو جائے۔

آخر حدیث قطعہ جس میں یزید کا نام تک نہیں اتنی ہی فضیلت والی ہو گئی ہے کہ یزید کا خلاف کعب جلا نا بھی جائز ہو گیا مدینہ شریف کی بربادی بھی اس کیلئے حلال ہو گئی کیا حدیث میں یہ نہیں ہے کہ من صلی البردین دخل الجنة کہ جو فجر و عشاء کی نماز پڑھ لے وہ جنتی ہے تو پھر کیا اگرچہ فجر و عشاء پڑھ کے بدکاری کرتا رہے شراب پیتا رہے کیا حدیث میں والدین کو محبت سے دیکھنے پر جنت کی خوشخبری نہیں ہے؟ کیا پھر چاہے والدین کو قتل کر دے۔ کیا حاجی کیلئے رجوع کبھوہ و لدنہ امہ کے الفاظ احادیث میں نہیں تو کیا حج کرنے کے بعد چاہے مرتد ہو جائے (العیاذ باللہ) اور ساری باتوں کو چھوڑ دیا من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة کے حدیث ہونے میں کسی کو اختلاف ہے؟ پھر کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں یا لا الہ الا اللہ پڑھ لے پھر چاہے مرتد ہو جائے بلکہ کیا مرتد ساری زندگی لا الہ الا اللہ نہیں پڑھتے رہتے۔ ایسے لوگوں کیلئے یہی دعا کر سکتے ہیں کہ یہ لوگ جتنی مبالغہ آرائی اور بھد تکلفات یزید کی حمایت و محبت کا دم بھرتے ہیں ان کو سیدھے راستے پہ گامزن فرما کر اللہ تعالیٰ ان کو اہل بیت نبوت سے محبت کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ یزید جیسے فاسق و فاجر کی محبت میں اہل حق ہونے سے بچائے۔

تحقیق مزید در بارہٴ یزید علیہ مایستھ

اگرچہ گزشتہ علمی و تحقیقی مقالے کے بعد اس موضوع پر میں کوئی تحقیقی محسوس نہیں کر رہا ہوں لیکن چند باتیں میرے رجسٹر میں بھی حامیانِ یزید کی امانت ہیں۔ میں چاہوں گا کہ ان نکحوہ الامت الی اہلہا پر عمل ہو جائے اور حق بحق وارد سید اگر بعض حوالوں کا تکرار ہو جائے تو اس کو بے کار نہ سمجھا جائے انشاء اللہ اس سے مسئلہ کے دلائل ذہنوں میں مزید پختگی پیدا کریں گے۔

جیسا کہ معلوم ہو چکا حدیث قسطنطینہ میں یزید علیہ ما یتحقہ کا نام بالکل نہیں ہے۔ امام بخاری (جو اس حدیث کے ناقل ہیں) نے تاریخ کبیر میں تقریباً ۲۱۳ یزید نامی اشخاص کے نام بلکہ حالات بھی لکھے ہیں مگر یزید بن معاویہ کا ذکر تک نہیں فرمایا۔ اس سے کیا یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ امام بخاری یزید کو جنتی تو کیا اس کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتے تھے اور پھر امت میں کوئی تو ایسا شخص دکھاؤ جو معتبر بھی ہو اور یزید کو رحمت اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ لکھ رہا ہو اور مزید یہ کہ قسطنطینہ سے آگے والے علاقے تو حضرت عمر فاروق کے دور میں فتح ہو گئے تھے۔ درمیان میں قسطنطینہ کو یزید کے جنتی ہونے کیلئے چھوڑ دیا گیا تھا؟ کہ پچیس ہجری کو پیدا ہونے والا ستائیس ہجری میں ہونے والے غزوہ میں سپہ سالار بن کر دو سال کا سپہ سالار ہونے کا ریکارڈ قائم کرے۔

یہ بھی گزر چکا کہ عہدہ القاری شرح بخاری کے مطابق کان معاویہ اول میں رکب البحر فی خلافت عسرا (۳۵۷ھ) حضرت امیر معاویہ نے عثمان غنی کے دور میں سب سے پہلے سمندری لشکر کی قیادت فرمائی اور یزید نے اگر کوئی ایسا کام کیا بھی ہے تو وہ دوسری مرتبہ ۳۵۸ھ یا تیسری مرتبہ ۳۵۹ھ یا ۳۶۰ھ میں شریک ہوا جبکہ بشارت قواں جیش کے

چالیس اوقہ چاندی۔ ہو سکتا ہے وہ مراد ہو۔

اولاً یہ روایت سند کے اعتبار سے مجروح ہے کیونکہ اس کے راویوں کے بارے میں کلام کیا گیا ہے

چنانچہ اس سلسلہ کا پہلا راوی اسحاق ہے جو کہ علامہ جلال کے نزدیک ضعیف ہے علامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب المعذیب ج ۱ ص ۲۲۰ میں لکھتے ہیں۔

قال ابن ابی حاتم کتب عنہ ابی سمعت اباز زعة يقول ادر کناہ
ولہ نکتہ عند

ابن ابی حاتم یہ سن لرتے ہیں میرے باپ نے اس (اسحاق) سے حدیث لکھی اور میں نے ابوزعدہ (راوی) سے سنا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کا زمانہ پایا ہے مگر (بوجہ ضعیف ہونے کے) اس کی حدیث نہیں لکھی۔

دوسرا راوی یحییٰ ہے اس کے متعلق تہذیب المعذیب جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ پر لکھا ہے۔

کان یروی بالقدیر روى عن ابن معین انه کان قدریاً۔
اس پر قدری ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے اور ابن معین (بڑے نقاد) سے روایت ہے کہ یہ قدری تھا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ

قدریہ میری امت کے مجوسی ہیں۔ (شرح القامد)

تیسرا راوی ثور ہے۔ اس کے متعلق تہذیب المعذیب جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے۔

یقال انه قدریاً وکان جندہ قتل یوم صفین مع معاویۃ وکان

ثوراً اذا ذکر علیا قال لا احب رجلاً قتل حدی نفاہ اهل الحمص

لکونہ قدریاً

کہا جاتا ہے کہ یہ شخص قدری المذہب تھا اس کا دادا جنگ صفین میں حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں مارا گیا چنانچہ جب ثور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ

کا ذکر کیا کرتا تو کہتا کہ میں ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا۔ اہل محض نے اس کو قدری ہونے کی وجہ سے شہر بد کر دیا تھا۔ (میرزا محمد علی)

معلوم ہوا کہ یہ شخص قدری ہونے کے ساتھ ساتھ اہل بیت کا دشمن بھی تھا اور یہ امر بجائے خود راوی کے لیے قانع ہے لہذا ایک قدری و نامحس کی روایت کی مگر قابل قبول ہو سکتی ہے۔ چونکہ راوی خالد بن معدان ہے۔ اس کے متعلق تہذیب احمدیہ جلد ۱ ص ۲۲ میں تصریح موجود ہے کہ سراسر کتبہ یہ شخص روایت کرتے وقت ارسال سے بہت کام لیتا ہے۔ اس بناء پر یہ بھی ناقابل اعتماد ہو کر رہ جاتا ہے۔

علاوہ ازیں ان تمام راویوں کا دمشق، شامی، محسسی ہونا ہی طرح نکلتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان راویوں نے اپنی طرف سے یا حکومت وقت کے اشارے پر ایسی روایات وضع کر کے اسلامی شہدوں میں پھیلا دیں جن سے سلاطین وقت کی خوشنودی حاصل ہو سکے۔ ان حقائق قویہ کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ یہ روایت بالکل وضعی و جعلی اور ناقابل استدلال ہے۔

ثانیاً

اگر اسے بالفرض صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس میں پہلے لشکر کی فضیلت وارد ہوئی ہے اور جس لشکر میں یزید شامل تھا وہ پہلا نہ تھا۔ یزید ۵۰ھ میں شریک ہوا حالانکہ اس سے بہت پہلے ۴۲ھ میں ایک مہم مدینہ طیبہ سے قبضہ قسطنطنیہ کے خلاف روانہ کی جا چکی تھی اور سالہا سال بعد میں بھی برابر جماعتیں روانہ ہوتی رہیں۔ جیسا کہ ابن خلدون اور ابن کثیر نے بیان کیا ہے۔

ثالثاً

واقعات شاہد ہیں کہ یزید نے اس مہم میں بادل ناخواستہ شرکت کی تھی۔ ظاہر ہے کہ جو عمل قلبی رضا مندی سے نہ ہو شرعاً وہ قابل اعتبار نہیں ہوتا چنانچہ کامل ابن اثیر میں کہ حضرت

معاویہ نے یزید کو شرکت جہاد کا حکم دیا مگر اس نے سستی سے کام لیا اور کوئی بہانہ کر کے رہ گیا۔ ادھر لشکر میں بخارا اور چچک کی وبا پھوٹ پڑی جب یزید کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے خوب بغلیں بجائیں اور وہ عیاں شانہ اشعار کہے جو مائل ترجمہ کے ساتھ گزر چکے ہیں۔

یزید کے یہ اشعار جب حضرت امیر معاویہ تک پہنچے **لَا لِسْمَ عَلَيْهِ لِيْلَحَقَنَ سَفِيَانُ** **لَسَى الْاَرْضُ رَوْمَ يَصْبِيْهِ مَا اَصَابَ النَّاسَ**۔ تو انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اب میں اس یزید کو ضرور سمجھوں گا سفیان بن عوف کے پاس روم کی سرزمین میں تاکہ اسے بھی ان مصائب کا حصہ ملے جو وہاں کے لشکروں کو ملا ہے۔

رابعاً

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی **رحمۃ اللہ علیہ** نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جہاد ماضی کے گناہ دھوتا ہے۔ مستقبل کے گناہوں کو محو نہیں کرتا۔ یزید سے جو گناہ بعد میں سرزد ہوئے ان کا حساب و کتاب جزا اور سزا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو انہیں بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ اس بخشش والے عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دلیل خاص کے ذریعہ نکل نہ سکے کیونکہ اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ حضور **ﷺ** کا یہ ارشاد کہ وہ لشکر بخشا ہوا ہے۔ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ شامل ہونے والا شخص مغفرت کی قابلیت بھی رکھتا ہو لہذا اگر کوئی بھی اس لشکر والوں میں سے بعد میں مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بخشش کے عموم میں داخل نہ ہوگا اور یزید نے چونکہ بعد میں وہ افعال شنیعہ کیے ہیں کہ اگر پہلے اس کا اسلام بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بعد میں اس کا مجرم ہونا ثابت ہے لہذا وہ اس عموم سے خارج ہوگا۔

ابن جوزی نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

قلنا فقد قال النبی لعن اللہ من اخاف اهل مدینتی والاخر

نسخ الاول۔ (تذکرہ الخوارج ص ۸۸) (۲۰۸) (البدایہ والنہایہ ص ۸)

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نبی **ﷺ** کا یہ ارشاد بھی ہے کہ جس نے میرے مدینہ والوں کو ڈرایا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

اور واقعہ حرہ جو یزید کے حکم سے مدینہ طیبہ میں رونما ہوا وہ فرزدہ قحطیہ کے بعد میں ہوا
لہذا آخری مل ہونے کی بجائے نئی نسل کو منسوخ کر دیا۔

ایک مشہور شبہ

رہا یہ کہ علامہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یزید میں بہت اچھی خصلتیں تھیں لیکن جو
پوری بات حافظ ابن کثیر نے لکھی ہے اس کو حذف کر دیا جاتا ہے۔
اب حافظ ابن کثیر کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وقد كان يزيد فيه خصال محمودة من الكرم والعلم والفصاحة
والشعر والشجاعة وحسن الرأي في الملك وكان ذا جمال وحسن
المعاشرة

اور یزید میں کچھ ایسی خصلتیں بھی تھیں جیسے علم و کرم اور فصاحت اور شعر گوئی اور
شجاعت اور عمدگی رائے ملک و سیاست کے بارہ میں اور صاحب جمال اور حسن
المعاشرت تھا۔

اب خود ہی حافظ ابن کثیر یہ خصلتیں بیان کرنے کے ساتھ ہی لکھتے ہیں۔
وكان فيه اقبال على الشهوات وترك بعض الصلوة في بعض الاوقات
وامانتها في غالب الاوقات (البدایہ والنہایہ ص ۸۸)

اور یزید میں یہ عادتیں بھی تھیں کہ شہوت رانی پر جھکا ہوا تھا۔ بعض اوقات کی
نمازیں بھی نہیں پڑھتا تھا اور وقت گزار کر پڑھتا تو بہت زیادہ تھا۔

دیکھا یزید کی کیسی خصلتیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ شہوات پرست اور نمازوں کو ضائع
کر دیتا تھا اور اگر کوئی پڑھتا بھی تو وقت نماز گزار کر۔ اب یزید کا نمازوں کو ضائع کرنا اور
شہوت پرست ہونا ہی اس کے فصیح و بلیغ و شاعر و علم و کرم اور سیاست کو خاک میں ملا دیتا
ہے۔ کیا ان باتوں سے یزید کے متقی اور پرہیزگار ہونے پر روشنی پڑی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ خود
حافظ ابن کثیر آگے چل کر اس حدیث کو بیان کرتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ۶۰ھ کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں

کے اور شیعوں کی جدی کریں گے تو ان کا انجام (غی) جہنم کی ایک داوی میں ہوگا۔
اس حدیث کے ساتھ ہی یہ لانا ثابت کر رہا ہے کہ حافظ ابن کثیر کا یہ ارشاد یزید کی
پارٹی کی طرف ہے جو ساتھ بھری کو ابھری اور حافظ لوگ اور غی جہنم کے مستحق یہی لوگ
ہوں گے بلکہ یہ بات قرآن میں بھی ہے۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ
يَلْقَوْنَ غِيًّا. (مریم: ۵۹)

اس کے بعد ایسے حافظ لوگ پیدا ہوئے جو شیوات پرست اور نمازوں کو ضائع
کرنے والے۔ قریب ہے کہ ایسے لوگ جہنم کے (غی) ذلیل نالے میں
ڈالے جائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یزید کے پرکھنے کی کسوٹی یہی تھی اور ظاہر ہے کہ جس شخص کی نماز
عبادت اور بالفاظ دیگر تعلق مع اللہ ہی درست نہ ہو تو اس کا علم و کرم شعر گوئی سیاست
خوبصورتی بہادری فصاحت اور اس کی زندگی اور معاشرت دین کی حیثیت سے کیا درست
ہو سکتی ہیں۔

اب دیکھیے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں اپنے اعمال و حکام کے نام
جو فرمان جاری کر رہے ہیں اس کے متعلق امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں نقل کیا ہے۔

ان عمر ابن الخطاب كتب الى عماله ان اهم امركم عندى الصلوة
فمن حفظها وحافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها فهو لما سواها
اضيع (موطا امام مالك باب الصلوة ص ۳)

عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حکام کے نام فرمان جاری کیے اور لکھا کہ میرے
نزدیک تمہارے کاموں میں اہم ترین کام نماز کی پابندی ہے جو اسے صحیح طور پر
ادا کرے گا اور اس کی پابندی رکھے گا وہی اپنے دین کو محفوظ رکھ سکے گا اور جو
اسے ضائع کر دے گا تو وہ نماز کے سوا (اپنی زندگی کی) ہر چیز کا اور بھی زیادہ
ضائع کرے گا۔ یعنی جس کا تعلق مع اللہ درست نہیں اس کا تعلق مع الخلق بھی

کبھی گج بنیادوں پر استوار نہیں رہ سکتا۔

معلوم ہوا کہ جو شخص شہوات پر جھکا ہوا اور تارکِ اصول ہے اس کی تذکرہ مختصرتیں
کچھ معنی نہیں رکھتیں اور جہاں تک اس کے علم و کرم کا تعلق ہے تو اس کے خلاف گواہی اس
کے ظلم و ستم در کر بلا اور حرمین شریفین کافی ہے۔

یزید کے متعلق دنیائے اسلام کی رائے

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اختلف فی اکفار یزید قول نعم لما روی عنه ما يدل علی كفره
من تحليل الخمر ولعل وجه ما قال الامام احمد بتكفيره لما ثبت
عنده (شرح صفحہ اکبر ۸۸)

یعنی کفر یزید کے بارے میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ہاں وہ کافر ہے
کیونکہ اس سے ایسے اقوال و افعال نقل ہوئے ہیں جو اس کے کفر پر دلالت
کرتے ہیں جیسے شراب کو حلال سمجھنا وغیرہ اور شاید ان ہی وجوہ کی بناء پر امام
احمد ضہل نے اس کے کفر پر فتویٰ دیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کے یہ
کافرانہ اقوال و افعال ثابت ہو گئے تھے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

یزید پر لعنت بھیجنی علی الاطلاق جائز ہے۔ اس لیے کہ اس نے سیدنا امام
حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دے کر کفر کیا اور تمام اس پر متفق ہیں جس نے یہ
فعل کیا یا اس کا حکم دیا اور اس پر راضی ہوا۔ اس پر لعنت بھیجنے کا جواز ہے۔

الحق ان رضا یزید بقتل الحسين واستبشاره بذلك واهانته اهل
بيت النبی علیہ السلام۔

اور سچی بات یہ ہے کہ یزید سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی اور خوش ہوا اور اس
نے عزت رسول کی بے حرمتی کی۔

نحن لا نتوقف فی شأنه بل فی ايمانه لعنة الله عليه علی انصاره

ہم یزید پر لعنت کرنے کے جواز بلکہ اس کے بے دین اور بے ایمان ہونے میں کسی قسم کا توقف نہیں کرتے اور شک و شبہ نہیں رکھتے۔ اس پر اور ان کے ایمان و انصار پر خدا کی لعنت ہو۔

اس کے حاشیہ پر ہے۔

انہ شرب الخمر ولسق فی دینہ قد قالوا ان یزید ارسل الجند

علی الحسنین فقتلوه واهانوا اهل بیت النبی علیہ السلام

یزید شراب پیتا تھا اور یہ بات تو اس سے ثابت ہے کہ یزید نے امام کے قتل کے لیے لشکر بھیجا اور پھر انہوں نے قتل کیا اور آل رسول کی توہین کی۔

۲- ابن جوزی رحمہ اللہ نے یزید کے کفر پر اور اس پر لعنت بھیجنے پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے الرد علی المتعصب العنید فی جواز اللعن علی یزید۔ اس میں انہوں نے دلائل قاطعہ اور براہین قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ یزید کے لعنتی اور کافر ہونے میں کچھ شک و شبہ نہیں۔

۳- علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

لعن اللہ قاتلہ وابن زیاد ویزید

خدا تعالیٰ سیدنا امام حسین کے قاتل اور ابن زیاد اور یزید پر لعنت کرے۔

۴- محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ واقعہ حرہ کی تفصیل بیان فرماتے

ہوئے اس حدیث کیف بک یا ابا ذر۔ "اے ابو ذر تو اس وقت کیا کرے گا جب مدینہ منورہ خون سے رنگین ہوگا" کے تحت فرماتے ہیں۔ آں شقی بدار البوار رفت۔ کہ وہ بے سعادت یعنی یزید جہنم میں گیا اور اس یزید کو ملعون و کافر و جہنمی لکھا ہے اور شیخ محقق نے یزید کے نام کے ساتھ ملعون کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۵- علامہ سید امیر علی رحمہ اللہ مترجم کتب کثیرہ (منہا الہدایہ و شرح وقایہ) اپنی تفسیر پارہ

اثنا عشر سورہ حشر میں فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جانتے تھے کہ آپ کے بعد

سیدنا ابو بکر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی المرتضیٰ کی خلافت میں ایک کردہ قریش و بنی امیہ سخت منافقت کریں گے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قحطین میں ظاہر ہوگا بلکہ آپ جانتے تھے کہ یزید پلید اور ولید و قہاج وغیرہ کی مانند ایسے ظالم ہوں گے کہ قرآن پر ایمان لانے سے منحرف ہو کر توہین کرنے لگیں گے اور آپ کی پاک عزت کے ساتھ ظلم سے پیش آئیں گے۔ اصل حدیث میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی محبت کا ذکر ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے اور آپ نے یہ محبت تمام فرمائی۔ اگرچہ آپ جانتے تھے کہ یزید پلید جیسے بدکار ہوں گے جس پر قیامت تک لعنت ہوتی رہے گی کیونکہ یزید مردود اور اس کے ساتھیوں کی ذات سے اہل بیت کے حق میں شہید کرنے اور تعظیم نہ کرنے کی جڑاتی سرزد ہوئی۔ حتیٰ کہ امام الدین سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ائمہ کرام نے یزید پلید سے بیعت کو منکور نہ فرمایا۔ (مواہب الرحمن ص ۱۲۷)

۶۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی سیکنڈ فرماتے ہیں۔ ابن جوزی نے کہا کہ قاضی ابوالحسن نے کتاب میں اپنی سند سے روایت کی ہے کہ صالح بن احمد ضبل نے کہا اپنے باپ سے کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم یزید ابن معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔ پس احمد نے کہا اے بیٹے! جو اللہ پر ایمان رکھے اسے چاہیے کہ وہ یزید سے اس طرح لعنت کی محبت کرے جس طرح اللہ نے اس پر لعنت کی محبت کی ہے۔ میں نے کہا کہ یزید پر اللہ تعالیٰ نے کہاں لعنت بھیجی ہے؟ تو آپ نے کہا اس آیت میں۔

فهل عسىٰ ان تولمتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم
اولئک الذین لعنہم اللہ (تفسیر عمری ج ۸ ص ۳۳۳، ج ۸ ص ۸)

کیا تم کو جب حاکم کر دیا جائے گا تو زمین میں فساد کرو گے اور اپنے رشتے کاٹو گے۔ یہی ہیں وہ کہ لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ نے۔

یزید فسادی تھا اور اس نے خون ریزی کی اور اس نے نواسہ سیدنا ابوبکر کو بھی اور ان کے خاندان کو بھی قتل کرنے سے گریز نہ لیا اور مدینہ طیبہ میں بھی قتل عام کر لیا۔

ويفطمون ما امر اللہ به ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک

یعنی رشتے توڑتے ہیں وہ جس کے جڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور زمین میں فساد کرتے ہیں یہی لوگ گمانے میں رہیں گے۔
اس کے آگے علامہ قاضی صاحب رحمہ اللہ دوسرے مقام پر سورہ ابراہیم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قلت اما بنو امیۃ ففتنوا بالكفر حتی اسلم ابوسفیان و معاویہ و عمرو بن العاص و غیرہم ثم کفر یزید و من معہ بما انعم اللہ علیہم العداۃ ال محمد و قتلو حسینا ظلماً و کفر یزید بدین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

میں کہتا ہوں کہ بنو امیہ نے کفر سے فائدہ اٹھایا یہاں تک کہ ابوسفیان اور معاویہ اور عمرو بن العاص وغیرہ مسلمان ہو گئے۔ پھر یزید نے کفر کیا اور جو اس کے ساتھی تھے ان نعمتوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کیں اور انہوں نے آل محمد ﷺ کے ساتھ دشمنی کی اور سیدنا امام حسینؑ کو ظلم اور کفر سے قتل کیا اور یزید نے دین مصطفیٰ کے ساتھ کفر کیا۔

علامہ قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

۷۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ صاحب روح المعانی زیر آیت اولئک الذین لعنہم اللہ فاصہم واعنی ابصارہم سورہ محمد (ﷺ) کے تحت بڑی تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت کرتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ ملاحظہ ہو۔

میں کہتا ہوں اور میرے نزدیک یہی حق ہے کہ فی الحقیقت یزید پلید حضور نبی ﷺ کی رسالت مقدسہ کا دل سے قاتل ہی نہ تھا۔ اس کے افعال شنیعہ و خبیثہ جو اس نے اپنے دور حکومت میں کیے تھے حرمین شریفین کی بے حرمتی کی اور انہیں ناقابل بیان ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور قیامت کبریٰ یہ ہے کہ اس نے اہل بیت کے ساتھ بے پناہ ظلم و ستم کیے اور حسینؑ کو قتل کیا اور طیب و طاہر خاندان نبوت کے ساتھ جو ظلم کیے وہ اس کے عدم تصدیق رسالت پر دلالت کرتے ہیں اور اس کے خصال شنیعہ جنہوں نے اس کو محیط کیا ہوا تھا یہ سب اس پر

جواز لعنت کے ہیں اور نہ تو بے کی اس نے اور اس کے حواریوں نے جس لعنت ہے یزید اور ان کے زیاد اور ابن سعد اور اس کی جماعت پر اللہ تعالیٰ عزوجل کی۔

۹۔ حضرت سیدنا مہدی الفحاشی احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کم بخت یزید اصحاب میں سے نہ تھا۔ اس کی بد بختی میں کسی کو کام نہیں جو کام اس بد بخت نے کیا کوئی کافر فریم بھی نہیں کرتا۔ ملا جامی نے جو معاویہ کے حلق لکھا ہے اگر وہ لعنت کا مستحق ہے اسے یہ بھی نامناسب ہے اس کی تردید کی کیا حاجت ہے اس میں کون سا مل اشتہاء ہے اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتا (یعنی لعنت) تو بے شک جائز تھا لیکن حضرت معاویہ رحمہ اللہ کے حق میں کہتا برا ہے۔ (مکملات شریف ج ۱ ص ۱۸)

۱۰۔ مہرودین دولت علی حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ یزید پلید علیہ السلام من الاعتراف الجید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت قاسق وقا جر و جری علی الکبار تھا۔ اس قدر پر ائمہ اہلسنت کا اتفاق ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ان کے اتباع و موافقین اس کو کافر کہتے ہیں اور یہ تخصیص نام اس پر طعن کرتے ہیں۔ اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے اور ضلالت و بے دینی ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے نہیں جس میں محبت سید عالم کا شمر ہو و سبیلہ الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون شک نہیں کہ اس کا قاتل مردود اور اہل سنت کا مدد و عنود ہے اور ان کلمات شنیعہ سے حضرت جناب زہرا علی المرتضیٰ اور خود حضور سیدنا الانبیاء کا دل دکھا چکا ہے۔ اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے۔

۱۱۔ یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین اقوال ہیں۔ امام احمد و غیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی اور امام غزالی و غیرہ مسلمان جانتے ہیں تو اس پر کتنا عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہے اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ (احکام شریعت)

۱۲۔ سید المرسلین حکیم الامت رئیس المتقین صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد رفیع الدین مراد آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یزید بن معاویہ ابو خالد اموی وہ بد نصیب شخص ہے جس کی بیعت پر اہل بیت کرام کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے اور جس پر ہر قرن (زمانہ) میں

دنیاے اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور قیامت تک اس کا نام حقیر کے ساتھ لیا جائے گا۔
 یزید باطن سیاہ دل، تنگ، خاندان ۱۲۵ھ میں معاویہ کے گھر مسیح بن ہبت نجد کلبیہ کے پیٹ
 سے پیدا ہوا۔ نہایت مونا بد نما، کثیر الشعر، بد خلق، سید خوقاسق، قاجر شرابی، بدکار، ظالم، بے ادب،
 گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بے ہودگیاں ایسی ہیں جن سے بد معاشوں کو شرم آئے۔
 عبداللہ ابن حنظلہ الغسلی نے فرمایا خدا کی قسم! ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جب ہمیں
 اندیشہ ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں۔

(سوانح کربلا ص ۷۳ و ص ۷۴)

محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو اس بے دین نے اعلانیہ رواج دیا۔
 مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ ایسے شخص کی حکومت گرگ کی چوبانی سے زیادہ
 خطرناک تھی۔ ارباب فراست اور اصحاب اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے جب کہ عمان
 سلطنت اس کے ہاتھ آئی۔

۱۳- علامہ قاضی شہاب الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

تواتر عن یزید من ایذاء النبی فی اہل بیتہ ما یوجب اللعن
 فرحم اللہ من جوز لعنہ قال اللہ تبارک و تعالیٰ ان الذین یؤذون
 اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ واعدلہم عذاباً مہیناً
 یزید کے متعلق یہ بات بالتواتر ثابت ہے کہ اس نے حضور اقدس ﷺ کو بوجہ
 قتل اہل بیت اذیت پہنچائی اور یہ بات موجب لعنت ہے اور رحم کرے اللہ ان
 لوگوں پر جو یزید پر لعنت جائز سمجھتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ بے شک جو لوگ اللہ
 اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ان
 کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۱۴- علامہ دمیری سیوطی فرماتے ہیں:

الکلیاء ہر اسی فقیہ شافعی سے سوال کیا گیا کہ یزید بن معاویہ صحابہ میں سے ہے یا نہیں اور آیا
 اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یزید صحابہ میں سے نہیں تھا
 کیونکہ اس کی ولادت زمانہ عثمان غنی میں ہوئی تھی۔ اب رہا سلف صالحین کا قول اس کی لعنت

کے بارے میں تو اس میں امام ابو حنیفہ امام مالک اور احمد بن حنبل کے دو قسم کے قول ہیں۔ ایک تصریح کے ساتھ اور ایک کموتع کے ساتھ اور ہمارے نزدیک ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ کہ کموتع۔ (یعنی صراحتاً لعنت کا جواز) اور کیوں نہ ہو جبکہ یزید کی کیفیت یہ تھی کہ وہ چیتوں کے شکار میں رہتا اور نزد سے کھیلتا اور شراب خوری کرتا چنانچہ اس کے اشعار میں سے ہے کہ میں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں جن کی جماعت کو دور جام و شراب نے جمع کر دیا ہے اور عشق کی سرگرمیاں ترنم کی آواز سے پکار رہی ہیں کہ اپنی نعمتوں لذتوں کے حصہ کو حاصل کر لو کیونکہ ہر انسان ختم ہو جائے گا اگرچہ اس کی کتنی ہی عمر طویل کیوں نہ ہو لہذا وقت تھوڑا ہے جو پیش کرنی ہے کر لو کہ پھر یہ زندگی ہاتھ نہیں آئے گی۔ اس پر اہر اسی فقیر نے ایک فصل لکھا ہے جسے طول کی وجہ سے ہم نے چھوڑ دیا ہے پھر انہوں نے ایک ورق پلٹا اور لکھا کہ اگر اس ورق میں کچھ اور بھی جگہ ہوتی تو میں قلم کی باگ ڈھیلی کر دیتا اور اس یزید کی رسوائیاں کافی تفصیل سے لکھتا۔

۱۵۔ مورخ جلیل مسعودی لکھتے ہیں:

یزید اور اس کے ہمراہوں کے اخبار و آثار عجیب اور عجیب و غرائب کثیر ہیں۔ جیسے شراب چہا، فرزند رسول کو قتل کرنا، ان پر لعن و طعن کرنا، خانہ کعبہ کا گرانہ، مسلمانوں کا خون بہانا اور مختلف قسم کے ایسے فسق و فجور کے کاموں کا ارتکاب کرنا جن کے ارتکاب کرنے والوں کے لیے اس طرح رحمت خداوندی سے ناامیدی کی وحید و تہدید وارد ہوئی ہے جس طرح منکرین توحید و مخالفین رسل کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے یزید کو کافر کہا۔ اپنے علم و ورع کے اعتبار سے وہ کافی ہیں۔ ان کے علم و ورع اس بات کے گواہ ہیں کہ یزید کو کافر اسی وقت کہا ہو گا جب کہ صریح موجب کفر باتیں اس سے واقع ہوئی ہوں گی۔ ایک جماعت کا جن میں ابن جوزی وغیرہ ہیں یہی فتویٰ ہے۔ یزید کے فسق پر اجماع ہے بہت سے علماء کرام نے یزید کا نام لے کر اسے لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے۔ امام احمد سے بھی یہی مروی ہے ابن جوزی نے بتایا کہ قاضی ابو یعلیٰ نے مستحقین لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں یزید کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ (معارف اسلام، صفحہ ۱۵۷)

خلاصہ اور ماحصل اس پوری بحث کا یہ ہے کہ اگر یزید کو اول جہش میں مان بھی لا

یا تو اس کا متعلق نہ ہو تو اس کا وجہ سے اس کو مصنف دلائل میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

۔ بخشے کدی نہ جان کے حامی یزید دے

جیکر کدے وی ہو گئیاں بیزار قاطعہ

یزید کے بعض دیگر کافرانہ عقائد و نظریات

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی ج ۲۹ ص ۷۲ میں یزید کے کفریہ عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یزید نے اسیران کربلا کا قافلہ آنے کی اطلاع پا کر اپنے محل کی چھت پر چڑھ کر مقام جبرون کی طرف نگاہ کی تو نیزوں پر لٹکے شہداء کربلا کے سروں کو دیکھا اور یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ: کاش میرے بدروا لے وہ بزرگ جنہوں نے تیر کھا کر بنی خزرج کی
جزع و فزع اور اضطراب کو دیکھا تھا آج موجود ہوتے۔

اور دیکھتے کہ ہم نے تمہارے سرداروں میں سے بڑے سردار (امام حسین رحمۃ اللہ علیہ) کو قتل
کر کے بدروالی کچی کو سیدھا کر دیا۔

اس وقت خوشی کے مارے ضرور باواز بلند پکار کر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔

لست من خندف ان لم اتم

من بنی احمد ما کان فعل

لعبت بنی ہاشم بالملک فلا

خبر جاء ولا وحی نزل

میں اولاد خندف سے نہیں ہوں اگر اولاد احمد سے ان کے کیے کا بدلہ نہ لے لوں۔ بنی
ہاشم نے تو ملک گیری کے لیے ایک ڈھونگ رچایا تھا ورنہ کوئی خبر آسمانی آئی تھی اور نہ کوئی وحی
نازل ہوئی تھی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ان مذکورہ بالا اشعار یزیدی پر علماء اکابرین نے یزید
پلید پر کفر کا فتویٰ دیا اور فرمایا ہے جس نے صاف الفاظ میں کہا کہ میں نے بدروالی کچی کا آج
بدلہ لیا ہے۔ هذا هو المروق من الدین وقول من لا يرجع الی اللہ ولا الی دینہ
ولا الی کتابہ ولا الی رسولہ ولا یؤمن باللہ ولا بما جاء من عند اللہ۔ یہ کھلم کھلا
دین اسلام سے خروج ہے اور ایسے شخص کا قول ہے جو خدا اور اس کے رسول اور دین اور اس

کے کلام کتاب اللہ پر ایمان نہیں رکھتا۔

شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ

ترجمہ: سیدنا امام حسین علیہ السلام کا یزید کے خلاف کھڑا ہونا دعوتِ خلافت راشدہ کی بناء پر نہ تھا جو تیس سال گزرنے پر ختم ہو چکی تھی بلکہ رعایا کو ایک ظالم (یزید) کے ہاتھ سے چھڑانے کی بناء پر اور ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی

اعانت و اجبات (دین) میں سے ہے۔ (فتاویٰ مزید ص ۸۷)

معلوم ہوا کہ جب یزید کا خلیفہ ہونا شرعاً درست و ثابت نہیں تو اس کے خلاف اقدام کرنے والا کیونکر باغی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اقدام امام نہ طلب خلافت کے لیے تھا نہ حصول جاہ و اقتدار کے لیے بلکہ یہ ایک عظیم جہاد تھا جو کہ مظلوموں کو ظالموں کے پنجوں سے رہائی دلانے کے لیے تھا۔

علامہ ملاح قاری سیّد فرماتے ہیں:

اور یہ جو بعض جہلانے افواہ ازار کی ہے کہ سیدنا حسین علیہ السلام باغی تھے تو یہ افواہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک باطل ہے شاید یہ خارجیوں کے بیانات ہیں جو راہِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔ (شرح فقہ اکبر ص ۸۷)

عبارت مذکورہ سے واضح ہوا کہ وہ لوگ جاہل ہیں جنہوں نے سیدنا امام عالی مقام پر بغاوت کا الزام لگانے کی کوشش کی ہے۔ سیدنا امام حسین علیہ السلام کا صحابی اور اہل بیت رسول اور افضل المسلمین ہوتے ہوئے کربلائی اقدام کسی حصول جاہ و اقتدار کے لیے نہ تھا بلکہ عظیم جہاد تھا جس کو معرکہ کربلا میں عملی شکل میں پیش فرمایا۔ جب یزید خلیفہ ہی نہیں تو اس کے خلاف اقدام کیونکر باغیانہ ہو سکتا ہے۔

یہ تھے یزید کے کفریہ عقائد و نظریات جو دین اسلام اور اس کے حقائق کا انکار کرنے کے ساتھ اپنے نجس و ناپاک خیال کا اظہار کرتا ہے کہ میں نے بدروالوں کا آل رسول سے بدلہ لیا ہے۔

یزید کا حلت شراب کے متعلق نظریہ اور آیت قرآنی کا تفسیر

یزید اعلانیہ شراب کے دور چلاتا تھا اور عیش و عشرت کرتا تھا جب اس کو شراب سے روکا

جانتا تو کہا کرتا تھا کوئی بات نہیں۔

فان حرمت ہوتا علی دین احمد

فاعد علی دین مسیح بن مریم

اگر دین احمد میں شراب نوشی حرام ہے تو پھر کج بن مریم (علیہ السلام) کے دین پر پی

لو۔ (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۲۱۹-۲۲۰ ابن اثیر کمال ج ۳ ص ۲۳)

ما قال ربك ويل للذين شرعوا

بيل قال ربك ويل للمصلين

خدا نے شراب خوروں کے بارے میں ویل للعارین نہیں کہا البتہ نماز گزاروں کے
حقوق قرآن میں ویل للمصلین موجود ہے۔ یعنی ہلاک ہو جائیں شرابی نہیں کہا بلکہ ہلاک
ہو جائیں نمازی کہا ہے۔ ایضاً

العیاذ باللہ۔ خدا اور رسول ﷺ اور قرآن کا کیسا کھلا تسخر کیا گیا ہے اور آیات خداوندی
کو کس طرح اپنی شراب نوشی پر دلیل بنانے کی کوشش کی۔ جیسے آج کل بھی شراب نوشی کرنے
والے کہا کرتے ہیں کہ شرابا طہوراً جنت میں بھی جنتی لوگوں کو شراب ملے گی کون سی
طہور پاک۔ اس لیے ہم شراب پیتے ہیں۔ خدا نے اس کی تعریف کی ہے۔

یزید گانے بجانے 'ناج' راگ 'کتوں' بندروں کا دلدادہ

یزید کی عیش و عشرت اور عادات و اطوار کا یہ حال تھا۔

یزید بڑا عیش و عشرت پسند شکاری جانوروں 'کتوں' بندروں اور چیتوں کا دلدادہ تھا اور
ہر وقت اس کی ہاں شراب خوری کی بزمیں لگی رہتی تھیں۔ (مروج الذهب ج ۲ ص ۶۸)
جب یزید کی بدکرداریوں کی عام شہرت ہوئی تو مدینہ کے لوگوں پر یہ بات بالخصوص
شاق گزری 'حاکم عثمان بن محمد بن ابی سفیان نے معاملہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اشراف
مدینہ کا ایک وفد مرتب کر کے یزید کے پاس بھیجا جس میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاری
اور حضرت منذر ابن زبیر شامل تھے۔ عثمان کا خیال تھا کہ یہ لوگ یزید کی عطا و بخشش سے
مطمئن ہو جائیں گے مگر اس کا یہ خیال بالکل غلط ثابت ہوا۔ ان حضرات نے واپس آ کر یزید

کے کردار کو بالکل طشت از بام کر دیا۔ اگرچہ یزید نے رخصت کے وقت حضرت عبداللہ کو ایک لاکھ اور ان کے ہمراہوں کو دس دس ہزار درہم دیئے۔ یزید کا خیال تھا کہ اس جیلہ سے ان کو اپنے دام میں پھانسنے میں کامیاب ہو جاؤں گا مگر اس کی توقع کے خلاف جب یہ حضرات واپس لوٹ کر مدینہ طیبہ پہنچے تو کھلے بندوں یزید کی ہدائیاں آنکھوں دیکھی اس طرح بیان کیں۔ کہ ہم ایک ایسے شخص کے پاس سے ہو کر آئے ہیں جو بالکل بے دین ہے۔ شراب پیتا ہے، ظہورے بجاتا ہے اس کے سامنے کتیریں باجے بجاتی ہیں، کتوں سے کھیل کر دل بہلاتا ہے۔ رات بد معاشوں اور چوروں کے گروہ میں جنگی کہانیاں بیان ہوتی ہیں۔ ہم تمہیں گواہ کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے اس کی بیعت تو زور دی ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۸)

چنانچہ دیگر اہل مدینہ نے بھی یزید کی بیعت تو زور دی جس کے نتیجہ میں وہ واقع ہو ا جو واقعہ حرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اور تحقیق روایات سے ثابت ہے کہ یزید سرود و نغمہ ساز و راگ شراب نوشی اور سیر و ہزار کے اندر اپنے زمانہ میں مشہور تھا۔ نو عمر لڑکوں گانے والی دوشیزاؤں اور کتوں کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا۔ سینگ والے لڑکا مینڈھوں، سانپھوں اور بندروں کے درمیان لڑائی کا مقابلہ کرواتا تھا۔ ہر دن صبح نشہ میں غمور رہتا تھا۔ زین کےسے ہوئے گھوڑوں پر بندروں کو رسی سے باندھ دیتا تھا اور ان کو پھراتا تھا۔ بندروں اور نو عمر لڑکوں کو سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ گھوڑوں کے درمیان دوڑ مقابلہ کراتا تھا جب کوئی بندر مرجاتا تو اس کا سوگ منایا جاتا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۶)

واقعہ کربلا سے متعلقہ چند موضوعات پر قارئین کرام کی خدمت میں تمکات پیش کیے جا رہے ہیں جو دراصل اہل سنت کے جید علماء کرام (جن میں سے اکثر اہل بیت کی محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ جنت کی سیر فرما رہے ہیں اور جو بقید حیات ہیں ان کا سایہ اللہ تعالیٰ ہمارے سروں پر سلامت تا قیام قیامت رکھے۔ آمین ثم آمین بحضرت النبی الکریم)

(آخر میں شہادت کے موضوع پر چند تقاریر کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے)

شہید کی زندگی اور شہادت کا معنی و مفہوم

۔ اس بات سے واقف ہیں زمانے والے
 زندہ رہتے ہیں محض کے گھرانے والے
 کچھ مٹ گئے باقی بھی مٹ جائیں گے
 شبیر تیرا نام مٹانے والے

شہادت کا ایک معنی گواہی ہے اور اس معنی کے لحاظ سے شہید کا معنی گواہ ہوگا اور شہید وہ ہوتا ہے جو انگلی کٹا کر نہیں بلکہ اپنا سر کٹا کر اللہ کی عظمت کی گواہی دیتا ہے کہ رب کی ذات وہ ہے جس کی راہ میں جان دینا بھی سعادت ہے۔ وہ ذات موجود ہے تبھی میں اس کے لیے سر کٹا رہا ہوں ورنہ میں اتنا بڑا کام کیسے کر گزرتا۔

شہید کا معنی مددگار بھی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے وادعوا شہداء کم من دون اللہ۔ سوال یہ ہے کہ جو اپنی جان دے رہا ہے وہ دوسروں کی کیا مدد کرے گا تو جواب یہ ہے کہ وہ جان دے کر لاکھوں کی جانوں کو محفوظ کر گیا ہے۔ دوسروں کو جینے کا سلیقہ سکھا جاتا ہے۔ خود ظلم سہہ کر دوسروں کو ظلم سے بچا جاتا ہے۔

دوسرے لوگوں کی شہادت اور امام عالی مقام جیٹو کی شہادت میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ دوسروں کو اللہ کی ذات پر تو یقیناً یقین ہوتا ہے مگر اپنی شہادت پر یقین تو ہر کسی کو نہیں ہوتا اور امام حسین جیٹو وہ ہیں کہ آپ کو بچپن ہی میں اپنی شہادت کا یقین کامل تھا بلکہ ساری امت جانتی تھی کہ آپ کو شہید کیا جائے گا۔ دوسرے لوگ قرآن پر ایمان رکھ کر شہید ہوتے ہیں اور امام حسین جیٹو نے شہید ہو کر قرآن پڑھا اور قرآن کی صداقت کو لوگوں سے منوایا کہ اس کا یہ فرمانا حق ہے کہ شہید زندہ ہوتے ہیں۔

۔ یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
 قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

تھیوری اور پریکٹیکل

کسی سے اگر کہو کہ ایک خاص مقدار میں بائیںدروجن اور آکسیجن ملاؤ تو پانی بن جائے

کا۔ ہو سکتا ہے وہ اس غار موئے کو مانے یا نہ مانے مگر اس کو لیہارٹری میں لے جا کر پانی بنا کر دکھا دو تو جاہل سے جاہل بھی مان جائے گا تو اتنے عالی کا یہ فرمان کہ شہید زندہ ہیں ایک قہیوری ہے اور امام حسین کا سر کٹا کر قرآن پڑھنا پر یکشکل ہے کہ اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ جو دفن ہو گیا جس کا جنازہ پڑھا گیا جس کے بچے-چیم اور عورت بیوہ ہو گئی وہ کیسے شہید ہو سکتا ہے؟ تو وہ مجھے سر کٹا کر قرآن پڑھنا ہوا دیکھ لے۔

جہان عزم و وفا کا پیکر
خود کا مرکز محل کا رہبر
جمال زہراء جلال حیدر
ضمیر انسان نصیر داور
زمین کا دل آسمان کا دلبر
دیار مبر و رضا کا دلبر
جہن انسانیت کا جمہور
عرب کا سہرا عجم کا زیور
حسین تصویر اتقاء ہے
نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے

تین موتوں سے مرنے والی بکری

امام عالی مقام اپنی زندگی کا اس وضاحت سے کیوں نہ اعلان فرماتے کہ ویسے تو ہر شہید ہی زندہ ہے مگر آپ اس جثنا بک علی ہولاء شہیدنا کی شان والے نبی کے نواسے ہیں کہ جس نے خیبر کے دن تین موتوں سے مری ہوئی بکری کو ہاتھ لگایا تو وہ زندہ ہو گئی اور تین موتوں سے اس طرح کہ ایک تو زہر میں بھنی ہوئی تھی یہ دو موتیں ہو گئیں کہ زہر سے بھی موت واقع ہو جاتی ہے اور آگ میں بھونسنے سے بھی اور ایک ذبح کی موت لیکن حضور ﷺ کے ہاتھ لگے تو بکری نے بول کر کہا! مجھے نہ کھانا مجھ میں زہر ملا ہوا ہے اور امام حسین تو اس نبی ﷺ کا خون تھے اس لیے آپ تو ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئے اور آپ کو مارنے والے ایسے

مرے کہ ہمیشہ کے لیے مر گئے۔

حسین دل ہے حسین جاں ہے
حسین قرآن کی زباں ہے
حسین عراق کی سلطنت ہے
حسین اسرار کا جہاں ہے
حسین سجدوں کی سرزمین ہے
حسین ذہنوں کا آسمان ہے
حسین زخموں بھری جبین ہے
حسین عظمت کا آستان ہے
اٹھا رہا ہے جولاش اکبر
حسین بوڑھا نہیں جوان ہے
حسین تنہا ڈٹا ہوا ہے
نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے

شہید کے جسم کی حفاظت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: من جاء بالحسنة فله عشر امثالها اور مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل اللہ (الآخرہ) جو ایک پائی خرچ کرے اس کو سات سو تک ملیں۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ راہ خدا میں ایک دانہ خرچ کر دو سو سات سو مل جائیں اور سب سے قیمتی جان خرچ کر دو سو ہزاروں جانوں سے زیادہ قیمتی زندگی نہ ملے۔

موت تو صرف جسم کو متاثر کرتی ہے جبکہ روح جسم میں آنے سے پہلے بھی موجود تھی اور جسم کے فنا ہو جانے کے بعد بھی موجود رہے گی کیونکہ امر ربی ہے اور موت جب شہید کے کپڑوں کو بھی دفعہ محفوظ رکھتی ہے تو اس کے جسم کی کیوں نہ حفاظت کرتی ہوگی اس پر چند تاریخی شواہد ملاحظہ فرمائیں۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد سے چھیالیس سال بعد حضرت عمرو بن

الجموح اور حضرت عبداللہ بن زبیر جو کہ ایک ہی قبر میں مدفون تھے سیلاب کی وجہ سے ان کی قبر کھل گئی تو ان کے جسم ایسے گھٹتے اور تر تازہ تھے کہ گویا ابھی دفن ہوئے ہیں۔

چودھویں صدی ہجری میں عراق کے اندر دریائے دجلہ کے کنارے حضرت عبداللہ بن جابر اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمارات کو جب پانی نے چھونا شروع کیا (پانی نے اہل ایمان کو بیدار کیا اور جہاد کی طرف رغبت دلائی کہ تم تو غفلت کی نیند سوچکے ہو میں ہی تمہیں بیدار کروں اٹھو! راہ خدا میں جہاد کی تیاری کرو دشمن کو مارو اور خود شہید ہو کر یہ مقام حاصل کرو) حکومت عراق نے ان شہید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے جوار میں منتقل کرنے کا انتظام کیا اور جب قبریں کھولی گئیں تو ان کے کفن بھی اس طرح محفوظ تھے جیسے ابھی دفن کیا گیا ہے۔ ہزاروں لوگوں نے شہداء کی اس کرامت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ (بحوالہ ضیاء القرآن ج ۱ ص ۱۸۸)

اس طرح شرح الصدور میں تین شہیدوں کا اور اس کے علاوہ اس کتاب میں شہداء کی زندگی کے کئی واقعات ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

اور چودھویں صدی میں مسجد نبوی کی توسیع کے دوران حضور ﷺ کے والد گرامی رضی اللہ عنہ کا جسم اقدس صحیح سلامت برآمد ہوا جس کی زیارت کرنے والے لوگ ابھی موجود ہیں۔ پھر سید الشہداء شہید کربلا کی عظمت حیات اور شان شہادت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

حسین ایمان کی جستجو ہے
حسین یزداں کی آئینہ ہے
حسین تنہا تھا کربلا میں
حسین کا ذکر چار سو ہے
فراہ کی نبض رک گئی ہے
حسین معروف گنگو ہے
جہاں گلابوں سے اٹ گیا ہے
حسین شاید لبو لبو ہے
حسین کا حوصلہ نہ پوچھو

چند نکات

اہل محبت کہتے ہیں کہ امام عالی مقامؑ راہ حق میں سب کچھ لٹا کر شہداء کی لاشوں کو دیکھ کر اچانک مسکرا پڑے۔

نشان مرد مومن با تو گویم

چوں مرگ آید تبسم برب اوست

یزیدی لشکر امام کی مسکراہٹ دیکھ کر ڈر بھی گیا اور حیران بھی ہوا کہ سب کچھ لٹا کر اور اپنی موت سامنے دیکھ کر پھر بھی مسکرا رہا ہے یہ کیسا انسان ہے؟

فرمایا: اگر میرا کچھ نہیں رہا تو کسی کا بھی کچھ نہ رہے گا کل من علیہا فان۔ صرف رب کی ذات نے ہی باقی رہتا ہے۔ ویبقی وجہ ربك ذو الجلال والاكرام۔

اور میں مسکراؤں نہ تو کیا کروں کیونکہ کامیاب ہو گیا ہوں میرے اصغر سے لیکر اکبر تک اور عون و محمد سے لیکر قاسم تک اور حذوہب سے لیکر آخری سپاہی تک کسی کے خون کا ایک قطرہ بھی ضائع نہیں کیا۔ لوگ صرف باتیں کرتے ہیں کہ جہاں آپ کا پسینہ بہے گا وہاں ہمارا خون بہے گا اور ہم نے رب کی راہ میں خون کا آخری قطرہ تک بہا کر دکھا دیا ہے۔

پھر میں کیوں نہ مسکراؤں کہ سید بھی ہوں اہل بیت میں سے بھی ہوں نواسہ رسول اور جگر گوشہ بتول بھی ہوں وفا کا پیکر بھی ہوں جلال حیدر بھی ہوں مسافر بھی ہوں مہاجر بھی ہوں پیاسا بھی ہوں اور محمد ﷺ کا نواسہ بھی ہوں اور پھر کامیاب بھی ہوں اپنے رب کی اتنی نعمتیں پا کر میں نہ مسکراؤں تو کون مسکرائے؟ رونا اگرچہ رب کی رضا بھی عطا کرتا ہے اور محبت مصطفیٰ بھی دیتا ہے مگر مقابلے میں دنیا دار یہ نہ سمجھیں کہ بے صبری کی وجہ سے اور موت کو دیکھ کر رو رہا ہے لہذا آج اس رسم عاشقی کو ادا کر رہا ہوں۔ چو مرگ آید تبسم برب اوست۔

موسیٰ علیہ السلام طور پر چڑھے تو طور خوشی سے اچھلنے لگا اور میں تو محبوب خدا کے کندھوں پر چڑھا ہوں۔ حسین نہ مسکرائے تو کون مسکرائے؟

حسین میدان کا سپاہی

حسین دشتِ بلا کا راہی

حسین فرق اجل کا نکل ہے
 حسین انداز کج کلاسی
 حسین کی گرد پا زمانہ
 حسین کی ٹھوکروں میں شای
 حسین معراج فخر عالم
 حسین رح جہاں پتلی
 حسین ایمان کا ستارہ
 حسین اوہام کی جلی
 ضمیر انسان کی لفت میں
 حسین معیار بے گناہی
 حسین غیرت کا فیصلہ ہے
 نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے

میں کیوں مسکرارہا ہوں

اور نگزیب عالمگیر کی فوج کا ایک سپاہی دشمن فوج کے قابو آ گیا اور اس کے ساتھ ایک
 نوجوان بھی تھا۔ دشمن نے اور نگزیب کی حکومت کے راز اگلوانے کی بڑی کوشش کی۔ لالچ بھی
 دیا، ڈرایا، دھمکایا بھی، مارا چٹا بھی مگر اس نے کچھ نہ بتایا۔ آخر کار بات اس نتیجے تک پہنچی کہ
 سپاہی نے کہا یہ میرے ساتھ جو جوان ہے یہ میرے دشمن کا بیٹا ہے اس کو مار دو کہیں ایسا نہ ہو
 کہ میں راز بتا دوں اور یہ جا کر شکایت کر دے۔ ویسے بھی اس سے مجھے جان کا خطرہ ہے۔
 وہ بہت خوش ہوئے کہ یہ تو معمولی شرط ہے چنانچہ انہوں نے تلووار سے اس نوجوان کو مار دیا تو
 سپاہی مسکرانے لگا۔ وہ سمجھے کہ شاید دشمن کے مر جانے پر خوش ہوا ہے اور اب راز بتانے لگا
 ہے لیکن وہ حیران رہ گئے جب اس نے یہ کہا کہ یہ تو میرا حقیقی بیٹا تھا اور مجھے بہت پیارا بھی
 تھا اور اب میں خوش اس لیے ہوا ہوں کہ ہو سکتا تھا کہ میرے سامنے رہتا تو اس کی محبت مجھے
 راز اگلنے پر مجبور کر دیتی یا میرے مرنے کے بعد کسی طرح تم اس سے راز اگلوالیتے۔ اب یہ

خطرہ تو ملا کیونکہ میرے تم گلے بھی کر دو گے تو اپنا مقصد نہ پاسکو گے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: میں اس لیے مسکرا رہا ہوں کہ اپنی منہی منہی فوج کے بارے میں فکر مند تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لالچ یا ڈر کی وجہ سے جو کام میں نے نہیں کیا (بیعت یزید) کہیں یہ نہ کر دیں۔

اب یہ فکر تو ختم ہوئی اور میں تو نہیں پھسلوں گا کیونکہ اگر مہر نبوت کا سوار بھی پھسل جائے گا تو قائم کون رہے گا۔

انہوں نے کہا: ہم ایسا ظلم کریں گے کہ ظالم بھی کانپ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: میں ایسا صبر کروں گا کہ صابر قہرا جائیں گے۔ انہوں نے کہا: دیکھ لینا تو تین دن سے پیاسا بھی ہے۔ فرمایا: انتظار کا مے کا؟ آجاؤ! میری نکوار مجھ سے زیادہ پیاسی ہے مگر تمہارے خون کی اور سنو: بکریوں کا مقابلہ آسان ہوتا ہے اور امین شیر خدا کا مقابلہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم نے سمجھ رکھا ہے اور پھر جب شیر خدا کے فرزند نے ذوالفقار حیدری چلائی تو یزید یوں کی کھوپڑیاں خیموں سے اوپر اڑتی ہوئی نظر آئیں۔

فرمایا: تم مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ موت سے تو وہ ڈرے جو اقتدار کا بھوکا ہو اور جس کو کرسی چاہیے ہو جبکہ مجھے کرسی نہیں اپنے نانا کا مصلیٰ چاہیے۔ کرسی تو خود میرے بھائی حسن نے حضرت امیر معاویہؓ کے حوالے کر دی تھی۔ مہر نبوت پہ کھیلنے والا کرسی کا بھوکا نہیں ہے۔

حسین نکھرا ہوا قلندر

حسین بھرا ہوا سمندر

حسین بے دلوں سے آگے

حسین اجڑے دلوں کے اندر

حسین سلطان دین و ایمان

حسین افکار کا سمندر

حسین سے آدمی کا رتبہ

حسین ہے آدمی کا "من در"

خدا کی بھٹک سی خیر زن ہے
 حسین کی سلطنت کے اندر
 حسین "ہاں" بندہ خدا ہے
 نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے

چار صفات

چار صفات اگر کسی مسلمان میں پائی جائیں تو دینی و دنیوی لحاظ سے ایسا انسان (نبوت کا دروازہ بند ہونے کی وجہ سے نبی تو نہیں ہو سکتا اور اب اس دور میں صحابی و تابعی بھی نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ) جو کچھ روا ہے اور وہ چار صفات یہ ہیں۔ کمال عبادت و بندگی کمال شہادت کمال شہادت اور صفت شہادت اور امام عالی مقام کی ذات میں یہ چاروں صفات بدرجہ اتم موجود ہیں۔

عبادت الہی کی ہے کہ سر سجدے میں کٹا دیا شہادت الہی کی ہے کہ رواج میں اپنے بیٹوں کا نذرانہ پیش فرما دیا شہادت الہی دکھائی ہے کہ آج تک یزیدیت سر چھپاتی پھر رہی ہے اور اس دور میں لاکھوں یزیدی ہونے کے باوجود آج کوئی ایک شخص بھی اپنے آپ کو ان یزیدیوں کی اولاد میں سے کہلانے کی جرأت نہیں کرتا حالانکہ جب ایک زین العابدین سے اتنے سادات پھیلے ہیں تو ظاہر ہے یزیدی لشکر جو لاکھوں میں تھا ان کی نسل بھی تو چل رہی ہے لیکن دنیا میں کوئی ان کا جسمانی یا روحانی پوتا جرأت تو کرے اور کہے کہ میں یزید شمر یا خولی کی اولاد ہوں۔

اور شہادت الہی کہ سید الشہداء کا لقب پایا۔

حسین فخر و غنا کا غازی	حسین جنگاہ میں نمازی
حسین حسن نیاز مندی	حسین اعجاز بے نیازی
حسین آغاز جاں نثاری	حسین انجام جاں گدازی
حسین توقیر کار بندی	حسین تعبیر کار سازی
حسین معجز نمائے دوراں	حسین حق کی فسوں طرازی
حسین ہارا تو یوں کہ جیسے	حسین نے جیت لی ہو بازی
حسین کہنے کو بے توجہ ہے	حسین پوچھ میرا حسین کیا ہے

یاد حسین منانا

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے دن جشن منانا ضروری ہے اگرچہ ان کے خون کا ایک قطرہ تک بھی نہ بہا اور کیا حسین کی یاد بھی نہ منائی جائے جس کا کچھ بھی نہ بچا جو آنکھوں پر پٹی باندھ کر بیٹے کی قربانی دے۔ ہم اس کی قربانی کی یاد منانا ایمان سمجھتے ہیں اور جو اپنے بیٹے کو ہاتھوں پر اٹھا کر اور آنکھوں کے سامنے علی اصغر کو تڑپ تڑپ کر شہید ہوتا دیکھے اور صبر و رضا کا پیکر بن رہا ہے اس حسین کی یاد منانا بھی ہم اپنے ایمان کی جان سمجھتے ہیں۔

یہ عبادتوں کا صلہ ملا	یہ عتاجوں کی جزا ملی
اسے کربلا میں بچھا دیا	جو چراغ نور نبی کا تھا
کہ بہار دین صدا رہے	چمن آپ اپنا لگا گئے
تو لہو بھی اپنا بہا دیا	جو نہ رنگ آیا بہار میں

جنت کا سودا

امام عالی مقام رحمہ اللہ اپنے بچوں بھائیوں بھتیجیوں بھانجیوں کو خود تیار کر کے میدان کربلا میں بھیج رہے تھے۔ احرار قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی جانوں اور ان کے مالوں کو خریدنے کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے ان اللہ اشترى من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنة۔ امام حسین نے مولیٰ کی بارگاہ میں عرض تو کیا ہوگا یا اللہ! میرا مال کیسا ہے؟ اکبر کی جوانی کیسی ہے؟ اصغر کا بچپن کیسا ہے؟ یقیناً یہ شہزادے اگر شہید نہ ہوتے تو ہزاروں کافروں کو مسلمان کرتے اور دین اسلام کی بہتر سے بہتر خدمت کرتے مگر اے اللہ! تو نے طلب کیا میں نے پیش کر دیا تو نے کہا: اکبر جوانی کی حالت میں مجھے دے، اصغر کا بچپن میری راہ میں لٹا دے۔ میں نے ذرا غدر نہ کیا۔ لوگوں کے بچے سینما، شراب خانے اور کلبوں میں جاتے ہیں۔ حسین کے بیٹے سرکٹانے کے لیے مقتل کی طرف جا رہے ہیں۔ ثابت ہوا کہ حسین کو صرف علی المرتضیٰ رحمہ اللہ کی ذوالفقاری نہ ملی تھی بلکہ قوت پروردگار بھی ملی تھی۔

حسین اک دل نشیں کہانی حسین دستور حق کا بانی
حسین عباس کا سراپا حسین اکبر کی نو جوانی

حسین کردار اہل ایمان حسین احقر کی بے زبانی
 حسین شہاد کی غوثی حسین باقر کی قرآن خوانی
 حسین دجلہ کا تلک سائل حسین صحرا کی بے کرانی
 حسین زینب کی کسبیری حسین کھنوم کی ردا ہے
 نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے

(سوانح اہل بیت)

سری و جہری شہادت

جو کمال اور وصف جز میں ہوتا ہے اس کا اثر شاخوں میں بھی ہوتا ہے۔ درخت کا بیج
 بیٹھا ہو تو اس پر لگنے والا پھل بھی ملتا ہوتا ہے۔ وہ کڑوا یا ترش ہو تو یہ بھی دبیلا ہی ہوگا۔
 اور امام عالی مقام کی اصل اور جز تو سید الانبیاء ہیں یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی
 ذات والا صفات میں دونوں شہادتوں (سری اور جہری) کے جلوے تھے جن کو ظاہر کرنے
 کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کا نسب امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے چلایا اور
 حضور نے ان کو اپنا بیٹا فرمایا اور مصائب و آلام کے سمندر سے دونوں شہداء کو اس لیے
 گزارا کہ ان کو جو انان جنت کا سردار بنایا جا چکا تھا اور بڑے احسان سے گزارنا ضروری تھی
 کہ بعد میں کوئی یہ نہ کہتا پھرے کہ ترجیح بلا مرجح ہے یا نبی ﷺ کی سفارش سے اتنا بڑا راجل
 کیا۔ اعتراض کرنے والا ان کا مرتبہ بھی دیکھے اور ساتھ احسان بھی دیکھے گا تو یہ اعتراض خود
 ہی ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ حضور ﷺ میں پائی جانے والی دونوں شہادتوں کے جلوے (سری
 شہادت کا جلوہ خیر کے دن زہر آلود گوشت کھانا اور جہری شہادت کا جلوہ احد میں زخمی ہونا)
 جو آپ ﷺ کی ذات سے پوری طرح ظاہر نہ ہو سکے حسن و حسین کے ذریعے ان کا اظہار
 تمام و کمال کیا گیا اور اس طرح کہ

بکھر رہے تھے بعدے سنو مجھے بعدے
 نبی کے عین سے پہلے نبی کے عین کے بعد
 یہ دین لٹ تو چکا تھا نہ مر سکے گا کبھی
 میرے حسین سے پہلے میرے حسین کے بعد

میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام کا صرف گامی نہیں کٹتا تھا بوسہ گاہ مصطفیٰ بھی کٹی۔ کوئی اگر حجر اسود کو کانٹے کا تو صرف پتھر کو نہیں کانٹے کا بلکہ بوسہ گاہ رسول کو کانٹے کا۔ فرق یہ ہے کہ حجر اسود کو حضور نے چند بار چوما اور اپنے نواسے کے گلے کو بار بار چوما۔ اس لیے اتنی بڑی قربانی دینے والے حسین کے غلامو! خون حسین سے سچا اور پاک وعدہ کرو کہ اے آقا حسین! آپ نے اسلام کو بچانے کے لیے سر بھی کٹایا مگر بھی لٹایا تیرے خون کی رنگینی کی قسم ہے تیرے بچائے ہوئے اسلام پر اگر پھر کسی یزید نے حملہ کیا تو تیری قربانی کو مشعل بنا کر سر کٹا دیں گے مگر لٹا دیں گے مگر دین پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ اے شہدائے کربلا کے چاہنے والو! امام حسین علیہ السلام کا دامن شہادت تمام کر اس دور کے یزیدیوں سے ٹکرا جاؤ۔ اب ہر بار یزیدیوں سے ٹکرانے کے لیے حسین ہی تو نہیں آئیں گے نہ ہی ہر بار حسین کا ہی سر کاٹا جائے گا۔ اب حسین کا اسوہ پیش نظر رکھ کر ایک بار یزید کا سر بھی کٹنا چاہیے اور یہ تبھی ہوگا کہ اس ملک کی تقدیر کا فیصلہ کرنے کے لیے جب الیکشن ہو تو یزید کے نمائندوں کو مسترد کر دو جنہوں نے نصف صدی سے ملک میں جنگل کا راج قائم کر رکھا ہے۔ انگریز کا نظام چلا رکھا ہے اور ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ بھی رہے ہیں اور چور مچائے شور کا کردار بھی ادا کر رہے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کی روح تبھی خوش ہوگی جب اس ملک میں اور اس ملک پاکستان کے توسط سے پوری دنیا میں حسین علیہ السلام کے مانا کے دین کا پرچم لہرائے گا اور یزیدی نظام خود اپنی موت آپ ہی مر جائے گا اور اگر امام حسین یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیں (یعنی اس کو ووٹ دینے سے انکار کر دیں) چاہے اس کے بدلے سر ہی کٹانا پڑے اور ہم جب بھی موقع آئے تو سب کچھ بھول کر پھر یزیدی گماشتوں کو منتخب کرنے پر ہی تلے رہیں تو حب اہل بیت کے سارے دعوے جھوٹے ہوں گے اور اس طرح ہزار سال میں بھی ہمارے ملک کے حالات نہ بدل سکیں گے۔

۔ اے دل گیر دامن سلطان اولیاء

یعنی حسین ابن علی جان اولیاء

قرآن مجید میں شہید کی زندگی کو ایک ہی آیت میں دو مرتبہ بیان فرمایا۔

ایک تو لا لفظ لولا سے اور دوسرا ہل احیاء سے۔ حالانکہ ہم اپنی گفتگو میں جب یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں تو یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ ہم عیسائی نہیں یا یہودی نہیں اور اگر کہا جائے گا تو تاکید کے زمرے میں آئے گا۔ جب اللہ نے یہ فرمایا کہ شہید کو مردہ نہ کہو تو ساتھ یہ فرما کر کہ وہ زندہ ہے زیر دست تاکید پیدا کر دی تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ جس طرح کسی لنگڑے یا اندھے کو ادب کی وجہ سے لنگڑا اندھا نہیں کہتے صرف ادب کے تقاضے کے پیش نظر شہید کو بھی مردہ نہیں کہہ سکتے۔ فرمایا: ایسی بات نہیں ہے وہ مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

کر بلا! اے سرخرو لوگوں کے سجدوں کی زمین
قبلہ فکر و نظر اے قبلہ ارباب دین
مرکز انوار حق اے یوسف گاہ مومنین
تیرے دُڑوں سے دکتی ہے دو عالم کی جبین
خوستوں میں ہے تیری مانگ بھرنے کے لیے
آسمان جھٹکا ہے تیرا ادب کرنے کے لیے

یا اللہ! کر بلا والوں کو پانی کیوں نہ ملا؟ (ایک سوال)

اے اللہ! تیری شان ہے۔ ان اللہ علی کل شیء قدير۔ تو اگر چاہے تو سخت پہاڑوں سے پانی کے چشمے جاری کر دے مگر اہل بیت نبوت کے لیے کر بلا کی ریت سے بھی پانی کا چشمہ جاری نہ ہوا۔

جب ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کے لیے حضرت ہاجرہ کو پانی کی ضرورت پڑی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایزبوں سے تو نے زحرم کا چشمہ جاری کر دیا جو آج تک جاری ہے۔ ادھر کر بلا کی سر زمین پر حسین کا بیٹا علی اصغر بھی تو ایزبیاں رگڑتا رہا تو تب بھی ہر شے پر قادر تھا اور اب بھی تیری شان یہ ہے ان اللہ علی کل شیء قدير۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا جسم اقدس کیزوں سے پھلتی تھا تو حسین علیہ السلام سے پھلتی تھا تو نے ایوب علیہ السلام کو صحت دینے کے لیے فرمایا: ادرکھن برجلک هذا

مفصل بارہ و شراب ایسی دے۔ غصے پانی کا چشمہ جاری ہوگا اس کو پی بھی لینا اور غسل بھی کر لینا (عطا ہو جائے گی)۔

آخر ایوب علیہ السلام کو نام حسین سے زیادہ پانی کی ضرورت تو نہ تھی کہ شفا دینے کے تو اور بھی بہت سارے دے دیتے تھے جبکہ یاس بچانے کا تو ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ پانی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا و اذلتسقی موسیٰ لقومه۔ تو نے ایک عام سے پتھر پر موسیٰ علیہ السلام کو ڈنڈا مارنے کا حکم دیا جس سے تو نے ایک نہیں بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔ فانفجرت منه اثنتا عشرة عینا۔ تو اگر موسیٰ علیہ السلام کی مافران قوم کو پانی کی ضرورت تھی تو ادھر کر بلا کے میدان میں خاندان نبوت کو بھی تو پانی کی ضرورت تھی۔ ان کو پانی مل گیا اور ان کو کیوں نہ ملا؟

حضرت بی بی مریم کیلئے تو نے حیرت انگیز طریقے سے پانی کا انتظام فرما دیا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا وقت آیا تو نہ صرف پانی کا بلکہ کھجور کے خشک تنے سے کھجوروں کا بھی انتظام ہو گیا۔ فناذھا من تحتھا ان لا تحزنی قد جعل ربك تحتك سریا۔ وھزی الیک بجزء النخلۃ تسقط علیک رطباً جنیا۔ (سورہ مریم)

اگر بی بی مریم کو پانی کی ضرورت تھی تو میدان کر بلا میں بی بی زینب کو بھی پانی کی ضرورت تھی وہ اگر عیسیٰ کی ماں تھیں تو یہ بھی تو محمد مصطفیٰ کی نواسی تھیں۔ تو وہاں بھی ہر شے پر قادر تھا اور یہاں بھی تیری شان ہے ان اللہ علی کل شیء قدید۔ اے اللہ! تیرے نبی کے امتی اور اہل بیت اطہار کے خادم تجھ سے سراپا سوال ہیں کہ وہاں پانی ملا تو یہاں کیوں نہ ملا؟

جواب

بی بی باجرہ کو اسماعیل علیہ السلام کے لیے اس لیے پانی مل گیا کہ انہوں نے صفا مروہ کے چکر لگانے شروع کر دیئے اور ان کی آہ نکل گئی کہ ہائے میرا بیٹا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا تو میں نے پانی کا انتظام کر دیا۔

ایوب علیہ السلام نے مجھ سے شفا مانگی تو میں نے پانی کے ذریعے عطا فرمادی۔

اور بی بی مریم نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ مت قبل ہذا کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی۔

مگر میدان کربلا میں اصغر سے لیکر حسین تک کسی نے پانی مانگا ہی نہیں ہے۔

مجھے تو اختلاف ہے لوگوں کی بات سے

مانگا تھا کب حسین نے پانی فرات سے

وہ تو مدینہ سے چلے اور واپس مدینہ آنے تک یہ اعلان کرتے رہے کہ ہم پانی لینے نہیں

آئے بلکہ جانیں دینے آئے ہیں سرکٹانے آئے ہیں گھر لٹانے آئے ہیں اور دین بچانے

آئے ہیں۔ (حضرت مصلیٰ علیہ السلام کی ایک تقریر کا خلاصہ)

ہمیشہ کربلا کی حکومت کا تاجدار

وحدت مزاج دوش نبوت کا شہسوار

ہے جس کی ٹھوکروں میں خدائی کا اقتدار

جس کے گھاگروں سے ہر اسل ہے مضطر

جس نے زمین کو عرش مقدر بنا دیا

ذروں کو آفتاب کا محور بنا دیا



ماتم کے متعلق

(برنگ حراح از سید محمد یعقوب شاہ)

ماتم کی ابتداء شاید دور نمرود سے بلکہ خود نمرود سے ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دشمنی کی وجہ سے اس کو پکڑا تو اس کی ناک کے ذریعے اس کے دماغ میں چمھر چلا گیا اور اس نے اندر جا کر گز بڑ بلکہ گلو گلو شروع کر دی تو جب چمھر ذرا حرکت کرتا 'نمرود سر پر طمانچہ مارتا اس طرح ٹھاٹھ ٹھاٹھ کی آوازوں سے پورا ماحول گرم گرم بلکہ گرما گرم ہو جاتا یہاں تک کہ ماتم کرتا کرتا مر گیا۔

پورے قرآن پاک میں ماتم کا نام تک نہیں کیونکہ ماتم صبر کی ضد ہے اور جب قرآن مجید میں ان اللہ مع الصابرین آپکا ثواب مع الہیین کیسے ہو سکتا ہے۔
کہا جاتا ہے کہ حضرت اولیس قرنی نے جب سنا کہ غزوہ احد میں حضور ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا تو انہوں نے اپنے سارے دانت توڑ دیئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تم بھی ان کی طرح کرو تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔
(خس کم جہاں پاک) ان کو پتہ چلا کہ حضور ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا ہے تو انہوں نے اپنے دانت ہی نکالے کیا تمہیں پتہ نہیں کہ امام عالی مقام جیٹنڈ کی گردن پر تلوار چلی ہے اور سر انور جسم مقدس سے جدا ہوا تھا تو تم بھی سینے اور پشت پر بچاویں چھریاں مارنے کی بجائے سیدھی گردن پر چھری چلاؤ اور حضرت اولیس قرنی کی پوری سنت پر عمل کرو۔

ایک شیعہ نے جوش میں آ کر کہا:

کافر ہیں جو حسنین کا ماتم نہیں کرتے

سمجھدار باہوش سنی نے کہا: تیرا دعویٰ بے دلیل ہے اور میرا دعویٰ دلیل کے ساتھ سن!

۔ کافر ہے جو منکر ہے حیات شہداء کا
ہم زعمہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

کسی انگریز نے دس محرم کو ماتم کا منظر دیکھا تو پوچھا کہ What is this یہ کیا ہے؟
اس کو بتایا گیا کہ ہمارے نبی کے نواسے امام حسین کو کربلا کے میدان میں شہید کر دیا گیا تھا تو
ان کے غم میں ہم ماتم کر رہے ہیں۔ اس نے پوچھا: کب شہید کیا گیا؟ تو جواب دیا کہ چودہ
سو سال پہلے کی بات ہے تو انگریز نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ان بے چاروں کو اب
اطلاع پہنچی ہے؟

احباب کا اصرار ہے کہ ہم یہ سارے کام اہل بیت کی محبت و عقیدت کی وجہ سے کرتے
ہیں اسی طرح گھوڑا بھی عقیدت کی وجہ سے نکالتے ہیں۔

ان سے گزارش ہے کہ کیا آپ کو حضرت صالح علیہ السلام کی اوتھنی، عیسیٰ علیہ السلام
کے گدھے اور اصحاب کہف کے کتے سے عقیدت نہیں ہے اور چلو چھوڑ دو اگر ان سے عقیدت
نہیں تو جس پیالے میں امام حسن کو زہر دیا گیا تھا آخر امام حسن سے تمہیں کیا دشمنی ہے اور کچھ
نہیں تو ان کا وہ پیالا ہی نکال دیا کرو اور اگر اور کچھ نہیں نکال سکتے تو ان کا بغض ہی دلوں سے
نکال دو۔

اور پھر امام حسین کے گھوڑے کو معزز سمجھتے ہو تو گھوڑے کی ماں کا بھی تو احترام کیا کرو؟
بٹے کے پاؤں جو جوتے ہو اور اس کی ماں کے اوپر چڑھ جاتے ہو۔ کیا امام حسین نے یہی تعلیم
دی تھی؟ یہی تو وجہ ہے کہ ان کے دلوں میں قرآن کی دولت نہیں آئی کہ احترام کی دولت سے
محروم ہیں اور پھر قرآن کو کیا ضرورت پڑی کہ ان کے سینے میں آکر چھریاں کھاتا پھرے بلکہ
یہ سینہ تو۔

۔ پنپنے کے بے مناسب رات دن پنتا رہے

کیا ماتم عبادت ہے؟

ماتم کو ہر عبادت سے بڑھ کر عبادت قرار دیا جاتا ہے جبکہ نماز جیسی عبادت کو ہی لے
لیجیے اس کے لیے جگہ پاک، کپڑے پاک، جسم پاک اور قبلہ رو ہونا ضروری ہے اور ماتم

والوں کے کپڑوں پر ناپاک خون بازاروں میں گوبر لید اور قبلہ رو ہونے کی شرط بھی مفقود بلکہ یہ ایسی عبادت ہے جو گلی اور بازار کی پابند ہے جدھر گلی مڑتی ہے ادھر عبادت مڑتی جاتی ہے۔ پھر صف بندی تو ہوتی ہے مگر ایک صف کا منہ مشرق کو ہے تو دوسری کا مغرب کی طرف۔ پھر سال میں صرف دس دن عبادت اور باقی گیارہ مہینے بیس دن معاف خدا را! اگر کوئی دلیل ہے تو دکھا دو تا کہ ہمارے بوڑھے لوگ جو بیچارے سردیوں کے موسم میں نرم و گداز بستر چھوڑ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے ہلکان ہو جاتے ہیں اور پھر روزانہ پانچ وقت نماز کی پابندی اس مصروف دور میں بڑی مشکل ہو رہی ہے ہم بھی ان کو وہ دلیل دکھا دیں تا کہ مہنگائی کے اس دور میں باقی وقت کاروبار پر لگا دیا جائے اور اس دن سینہ کو بی کر کے خدا کو بھی راضی کر لیا جائے اور دنیا بھی بہتر بنائی جاسکے۔ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ)

ہماری عبادت نماز ہے جہاں نماز کا وقت ہوا وہیں وضو کر کے پڑھ لیتے ہیں چاہے مسجد ہو، گھر ہو، جنگل ہو، پلیٹ فارم ہو۔ تمہیں بھی چاہیے کہ جہاں محرم کا چاند نظر آ جائے شروع ہو جایا کرو جو گاڑی میں بیٹھا ہے وہ وہاں شروع ہو جائے جو بازار میں جا رہا ہے وہاں شروع ہو جائے۔

ہماری عبادت وہ ہے جو عوام بھی کرتے ہیں اور علماء بھی جبکہ یہ بڑی عجیب عبادت ہے کہ ذاکرین صرف کرواتے ہیں اور سامعین ہی کرتے ہیں۔ ایک ذاکر صاحب سے مولانا محمد بخش مسلم علیہ الرحمۃ نے مجلس کے بعد پوچھا کہ لوگوں کو تو نے رلایا بھی ہے پٹوایا بھی ہے خود نہ تیرا آنسو گرا ہے اور نہ ہی تو نے پینے کی زحمت کی ہے تو ذاکر صاحب ہنسنے لگے کہ میں اب پیٹوں گا بھی روؤں گا بھی۔ جب مجھے پیسے پورے نہ دیں گے ماتم کے جواز کے تمام دلائل بھونڈے اور بہانے ہیں اصل بات یہ ہے کہ

بغض جس سینے میں ہے صدیق کا فاروق کا
ہے مناسب پینے کے رات دن پتلا رہے

سوال

ہم اہل بیت کے ساتھ محبت کی وجہ سے روتے پیتے ہیں اور یہ ہماری سچائی کی علامت ہے؟

جواب

یوسف علیہ السلام کے بھائی جو خود ہی یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک کر آئے تھے اور قرآن گواہ ہے وجاہ و اباحہ عشاء یہ کون۔ روتے ہوئے یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اگر وہ بچے تھے تو تمہیں بھی سچا مان لیا جاتا ہے اور صرف رونے دھونے کو سچائی کی دلیل مان لیتے ہیں ورنہ یہی سمجھا جائے گا کہ برادران یوسف علیہ السلام کی طرح اپنا جرم پھپھانے کے لیے یہ ساری کارروائی کی جاتی ہے مگر قتل امام اتنا بڑا جرم ہے کہ یہ۔ حقیقت چھپ نہیں سکتی عداوت کے اصولوں سے۔

اور یہ سیدہ زینب علیہا السلام کی وہ جدو دعا ہے کہ جو انہوں نے یزید یوں کو ماتم کرتے ہوئے دیکھ کر فرمائی تھی۔ فایکوا اکثرا واضعکوا قلیلا۔

یہی وجہ ہے کہ مرگی والے مریض کی طرح محرم شریف شروع ہونے سے پہلے ہی پھریاں چا تو تیز ہونے لگتے ہیں۔

کسی کا بیٹا پاس ہو تو اس کے باپ کے پاس جا کر آپ بیٹنا شروع کر دیں تو وہ ضرور ناراض ہوگا۔ علی المرتضیٰ جیسے کائنات جگر تو احسان کر بلا میں علی نمبروں سے پاس ہوا ہے۔ ہمیں چاہیے ملنگ صاحب! کہ بجائے پنپنے کے ان کو درود و سلام کی مبارکیاں پیش کریں۔ یاد رکھو۔

۔ نہ علی نے بوٹی جیتی نہ چھٹائیاں دنگ

ایویں مہوئی تہمت لائی مہوئی قوم ملنگ

لطیفہ

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ امام حسین کو دازھیوں والوں حافلوں قاریوں اور علماء نے مارا تھا۔ فرمایا ہاں مگر اللہ تعالیٰ نے اس دن سے یہ فیصلہ فرمایا کہ جو حسین جیسے قافل کے قافل ہیں وہ دازھیوں سے حفظ سے علم سے محروم کر دیئے جائیں کیونکہ حسین جیسے قتل جیسا جرم اور یہ نعمتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا یہاں یہی مشن تھا کہ تعزیر مہندی ماتم کی رسمیں ایجاد کرنے کے لیے انہوں نے اتنی بڑی قربانی دی۔ یہ ساری چیزیں تو بعد میں تم نے شروع کی ہیں انہوں نے کس مشن کے تحت قربانی

دی کہ ہندوؤں نے بھی ان کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے کہا۔

اے ابن علی گر تو یہاں ہند میں آتا

بھگوان سمجھ کر تیری پوجا کرتے

ماتم ناجائز ہونے کے دلائل

ایک عورت کا جوان بیٹا حضور ﷺ کے دور میں ایک جنگ کے اندر شہید ہو گیا۔ (زید

بن حارث) اس کی ماں (حارثہ) بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

ان كان في الجنة صبرت وان كان غير ذلك اجتهدت عليه بالبكاء

(بخاری ص ۳۹۴ ج ۱)

اگر تو وہ جنت میں ہے تو میں صبر کرتی ہوں ورنہ میں خوب خوب اپنے دل کی بھڑاس

نکالوں۔ یعنی جزع فزع اور بے صبری کے ساتھ جو کام ایسے موقع پر ناجائز ہے۔ (ماتم کرنا)

مین کرنا کپڑے پھاڑنا بال نوچنا) یہ سارا کچھ کروں۔ حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے کیا

پتہ یہ تو معاملہ غیب کا ہے بلکہ فرمایا: تیرا بیٹا جنت میں ہے اور جنت کے اعلیٰ درجے میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو جنتی ہو اس کا ماتم نہیں کیا جاتا اور جو جنت کے جوانوں کا سردار ہو اس

کا ماتم کیسے ہو سکتا ہے؟

اگر ماتم اور چھریاں چلانا صبر ہے تو بے صبری کس بلا کا نام ہے؟

حدیث شریف میں ہے کہ دادی محسر میں حج کے دوران حضور ﷺ نے امت کی

مغفرت کے لیے دعا کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ شیطان یہ سب کچھ نہ برداشت کر سکا

اور سر میں خاک ڈال کر ماتم کا فریضہ سرانجام دیئے گا۔

اگر اور کوئی دلیل نظر نہیں آتی تو کم از کم اپنے ہی مجتہد صاحب کا مقبول ترجمہ ص ۱۰۹۹

پڑھ لیا ہوتا جو سورہ ممتحنہ کی آخری سے پہلی آیت کے تحت حاشیے میں لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ

نے عورتوں کو بیعت فرمایا اور ان کو پانچ کاموں سے منع فرمایا: رخساروں پر طمانچہ نہ مارو منہ

نہ نوچو بال نہ گھسوٹو گریباں چاک نہ کرو نہ کپڑے کالے پہنو نہ ہائے وائے کرو۔

کوئی یہ نہ کہے کہ حضور ﷺ نے عورتوں کو منع فرمایا ہے لہذا مردوں کو اجازت ہے

دراصل یہ مردوں کے کام ہی نہیں ہیں۔ جو مرد ہو کر یہ کام کرے وہ کس بات کا مرد ہے کہ جس سے عورتوں کو بھی منع فرما دیا گیا ہے بھلا وہ مردوں کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟
کیا یہ مذہب کے سچا ہونے کی دلیل ہے؟

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ہمارے مذہب کی صداقت و کرامت ہے کہ جتنے بھی زخم ہوں آئندہ سال تک ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

ارے بھائی یہ کرامت نہیں بلکہ اعمال کی شامت ہے اگر تم صحیح نہ ہو سکو تو اگلے سال کرنے سکو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس جرم کی سزا ہر سال دینا چاہتا ہے۔ پھر اس بات کی آج تک سمجھ نہیں آتی کہ تم حیات حسین کا ماتم کرتے ہو یا شہادت حسین کا۔ زندگی کا ماتم تو کیا نہیں جاتا اور امام حسین دس محرم کو شہید ہوئے جبکہ تم کیم سے ہی شروع کر دیتے ہو اور عین شہادت کے دن ختم کر دیتے ہو حالانکہ اس کے بعد کرنا چاہیے۔ یہ مذہب ہے یا ایکسیڈنٹ ہے؟

صحاب کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں ایک جنگ کے موقع پر حضور کی موجودگی میں ایک شخص بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا کفار کی لاشوں پر لاشیں گرا رہا تھا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ فلاں ہندہ بڑی جرأت سے لڑائی کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دوزخی ہے۔ صحابہ کرام جملہ بڑے حیران ہوئے لیکن حضور ﷺ کی بات پر یقین بھی کامل تھا۔ چنانچہ دیکھتے رہے اور آخر کار وہ زخمی ہوا اور اپنی نگوں اپنے آپ کو ہی مار کر جہنم رسید ہو گیا۔ صحابہ نے حضور ﷺ کی زبان اقدس سے نکلنے والے فرمان کو جب اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھا تو نعرہ بلند کیا اور حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔

ہمارے ماتم کرنے والے دوست کہتے ہیں ہاں دیکھو! وہ صحابی ہی تھا ناں اور حضور نے تو ایک کی نشان دہی فرمائی بطور مثال۔ ویسے یہ نہیں اس طرح کے کتنے تھے۔ مگر یہ بات بھول جاتے ہیں کہ حضور نے اس کو دوزخی اس لیے قرار دیا تھا کہ اس نے اپنے آپ کو خود مارا تھا۔ ثابت ہوا کہ اپنے آپ کو مارنے والا (ماتمی) دوزخی ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

صحابہ کرام جملہ کے ساتھ اس قدر بغض تھے مہنگا پڑے گا بلکہ تجھے کسی کام کا نہیں

پہلے سے کیا کہ برصغیر ہندوستان کے ساتھ ساتھ کرام عظیم کی موجودگی ہے اور الہ رسول
کو بھی برصغیر میں ساتھ ساتھ کرام عظیم کی موجودگی حاصل رہی ہے جسے محبوب خدا کے لیے ساتھ
کرام عظیم ہائیں قربان کرتے رہے اس طرح اوستا و سنی کی خاطر بھی ساتھ ساتھ نے خود کو
ہائیں خدا کیس۔

صدق ٹیکل کی ہے عقل: میر میں کی ہے عقل

سر: وجود میں ہوا و جن میں کی ہے عقل (تہا)

سب سے زیادہ دشمن ساتھ ساتھ کرنا کے حالات سے ساتھ ساتھ کو مطمئن کرتے ہیں جبکہ
پہلے بتایا جا چکا ہے کہ نام عالی مقام اگر کرنے کے واسطے سے سوائے کف آتے اور اپنا یہ
ارادہ اٹل نہ دے دے کے سامنے ظاہر فرماتے تو لاکھوں کا لشکر ساتھ ساتھ جانے کو تیار ہو جاتا لیکن
ساتھ ساتھ چنے چن کر کاہنا اور لیکن غنی اور غریبوں کا ہونا یہ بتا رہا تھا کہ آپ تبلیغ دین کے
لئے چاہے ہیں اس کے باوجود بھی ساتھ ساتھ کرام عظیم اور تابعین کی پوری ایک جماعت بطور
اختیار آپ کے ساتھ چلی اور آپ کے ساتھ ہی میدان کرنا میں انہوں نے بھی ہائیں
قربان کیس۔

ہم یہاں پر شہدائے کرنا کے اسرار کرامی درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں
اور ہر ساتھ ساتھ کرام عظیم اور تابعین کرام کے نام طبعاً بھی ذکر کیے جائیں گے تاکہ یہ مسئلہ
پوری طرح کھل کر سامنے آجائے اور ان کے دشمن تو بغض کی آگ میں اس جہنم میں بھی
جلتے ہیں اور انتہاء اول تو ان کے جہنم میں ملیں گے۔ کم از کم انہوں کے ذہن تو صاف
ہو جائیں کیونکہ ہمارے محام اناس ہے چارے "جنہیں لایا گل میں اور مے نال ملی" اور
جس کو دیہاتی زبان میں "رے دی وہی" یعنی مشرک کہ جانور کہتے ہیں۔ کم مٹی کی وہ ہے
جی جلدی احساس کتری کا فطر ہو جاتے ہیں۔ کوئی ذرا سی بات کرے تو سر جھکا بیٹے ہیں
کہ "اپنے ہی ہوگا" کہہ کر OK کر دیتے ہیں اور بڑا "معتول بہانہ" بناتے ہیں کہ "ہم ہوں
نہ مے ہوئے ہیں" اور خدا کے بندہ اور نام کے سبب اتم اگر نہ مے ہوئے نہیں ہو تو ہاتھ
اتنے بھی مے ہوئے نہیں ہو کہ کوئی شیطان اگر وہ سدا لے تو کسی اپنے نام سے ہر چہ بھی

نہ سکو۔ تمہارے علماء نے ہر موضوع پر کتابیں کے انبار لگائے ہوئے ہیں۔ خداوند ہوش کو
جذیب لوگ تو اپنے عقیدہ و کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں مگر تم اسی طرح ی
"کو کو ہست کھو" کہتے رہو گے۔

نہ بگو گے تو مٹ جاؤ گے اے "سنی مسلمانو"

تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

امام عالی مقام کی فوج کے اسماء گرامی یعنی شہدائے کربلا

حضرت عہدائے بن میر کلین حضرت حرمین بن علی بن ابی طالب حضرت مسلم بن محمد اسدی
حضرت یحییٰ بن خضر ہمدانی حضرت وہب بن حباب الکفی حضرت داؤد بن جلال الجلی
حضرت عمرو بن قرقہ الانصاری حضرت جون بن حوی مولیٰ ابی ذر حضرت صہب بن
عہد البھلی حضرت ابی سعید الکندی حضرت حبیب ابن مہاجر حضرت سعید بن عہد البھلی
حضرت سوید بن عمرو حضرت زید بن العقیق بکلی حضرت شہزاد بن عہد البھلی حضرت
عابس بن ابی صہب حضرت حاکم بن اسد الشامی حضرت عبدالرحمن عہد اللہ الیزانی حضرت
اسد بن حاکم الکفی حضرت ابی شامہ صہدادی حضرت یحییٰ بن سلیم مازنی حضرت یحییٰ بن
کثیر انصاری حضرت یحییٰ بن ہانی بن عمرو حضرت جواد بن الحارث انصاری ایک عالم
کیارہ سال بچے کی شہادت حضرت امام کے ترکی نظام کی شہادت حضرت انس بن الحارث
الکافی حضرت قہاج بن المروق البھلی حضرت ابو عمرو البھلی حضرت انیس بن البھلی
الاکفی حضرت ابراہیم بن الحسین حضرت میر بن عہد اللہ اللہ کی حضرت عمرو بن الطاع
البھلی حضرت سیف بن الحارث حضرت مالک بن عبد حضرت عہد اللہ عروبی حضرت
عبدالرحمن عروہ الغفاری حضرت عمرو بن القاکہ حضرت سعید نظام عمرو بن القاکہ حضرت جابر بن
الحارث سلمانی حضرت مجمع بن عہد اللہ العائذی حضرت یحییٰ بن البھلی حضرت
جندب بن قیس الخولانی حضرت قہاج السعدی حضرت عہد مہاجر البھلی حضرت عبدالرحمن بن
عہد رب انصاری حضرت عبدالرحمن بن مسعود الکفی حضرت عہد اللہ بن بشیر البھلی حضرت
قاسم بن حبیب ابی بشر الازدی حضرت قلب بن عمرو الخیری حضرت مالک ابن داؤد الیزانی

حضرت مجمع بن زیاد الجعفی، حضرت بشر بن عمرو البصری، حضرت عاصم بن حم مولى الحسین، حضرت عبدالرحمن الکدوی، حضرت علی بن الحسن، حضرت نصر بن ابی نضر، حضرت جابر بن الجراح، حضرت بلهاف بن الہدی الراسی، حضرت یزید بن الحسین المشرقی، حضرت سالم بن عمرو مولى نبی المدینہ، حضرت عمرو بن حباب البصری، حضرت جوش بن قیس الجعفی، حضرت نعمان بن عمرو الازدی، حضرت عویب بن جرد الکلابی الودعی، حضرت رافع بن عبداللہ غلام مسلم بن کثیر الزدی، حضرت عمرو بن عبداللہ ولید بن الہدی، حضرت حباب بن عامر التمیمی، حضرت عویب بن عبداللہ نھشلی، حضرت عقبہ بن اھلست الجعفی، حضرت سلیمان بن مغارب الہکلی، حضرت مرثع بن ثمامہ الاسدی، حضرت ابو الحنفیہ بن الحارث الھکلبانی، حضرت خرامہ بن مالک کلثمی، حضرت زیاد بن عریب الصامدی، حضرت عاتکہ بن مجمع العائذی، حضرت نعیم بن عکمان انصاری خزرجی، حضرت عمران بن کعب بن حارث الاشجعی، حضرت حنظلہ بن عمرو الشیبانی، حضرت قاسط بن زہیر کلثمی، حضرت کردوس بن زہیر کلثمی، حضرت مقسط ابن زہیر، حضرت کنانہ ابن قتیق، حضرت عمرو بن ضیوہ تمیمی، حضرت بکر بن حی ثعلبی، حضرت وہب بن امیہ ابدی، حضرت عبداللہ بن یزید بن عویط، حضرت عبید اللہ بن یزید ابن عویط، حضرت عامر بن سلیم عبدی، حضرت سالم غلام عامر، حضرت سیف ابن مالک عبدی، حضرت حارث ابن نہان، حضرت مطیع بن زیاد، حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ الاکعی، حضرت حلاس بن عمرو الازدی، حضرت زاہر بن عمرو اسلمی، حضرت جلدہ بن علی وہبانی،

امام حسین کے غلام جو شہید ہوئے

حضرت مسعود بن الجراح تمیمی، حضرت عبدالرحمن بن مسعود التمیمی، حضرت سوار بن ابی عمیر التمیمی، حضرت زہیر بن بشر النخعی، حضرت عمار بن حسان شرع الطائی، حضرت عبداللہ ابن عمیر، حضرت مسلم بن کثیر الازدی الاعمرج، حضرت زہیر بن سلیم الزدی، حضرت حارث بن امراء القیس الکندی، حضرت امیہ بن سعد الطائی، حضرت عمارہ بن ابی سلامہ، حضرت جنادہ بن کعب انصاری، حضرت جویں بن مالک التمیمی، حضرت حباب بن حارث، حضرت ربیعہ بن خوط، حضرت رمیث بن عمرو، حضرت ضیوہ بن عمرو، حضرت عامر بن مالک، حضرت فہیمہ بن

جندب بن جمیر، حضرت امیہ بن سعد طائی، حضرت جلد بن علی، حضرت حارث بن بہان،
 حضرت حلاس بن عمرو الادوی، حضرت حبیب بن عبد اللہ بھٹلی، حضرت قاسط بن زبیر کللی،
 حضرت نعمان بن عمرو الادوی، حضرت نعیم بن مکیان، حضرت ابوشامہ صائدی، حضرت شوب
 بن عبد اللہ، حضرت جون غلام ابوذر غفاری، حضرت کبان بن مسروق، حضرت سعد بن حارث،
 حضرت یزید بن مظل، حضرت عمر بن جندب۔ (امیات اہلی ص ۲۷۵ ج ۲)

اصحاب حسین میں حفاظ و قراء کے اسمائے گرامی

حضرت عبدالرحمن بن عبد رب، حضرت حطہ بن سعد، حضرت غلام ترکی امام، حضرت
 کنانہ بن عقیق، حضرت نافع بن ہلال بھٹلی، حضرت بریر بن خیر بھائی جو زینت القراء کے
 لقب سے مشہور تھے کوفہ میں بچوں کو تعلیم قرآن دیا کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین
 (امیات اہلی ج ۲ ص ۲۷۵)

علماء و فضلاء کرام جو امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے

حضرت جث بن قیس، حضرت سوار بن ابی، حضرت عبدالرحمن، حضرت نافع بن ہلال،
 حضرت شوزب بن عبد اللہ، حضرت مسلم بن عویجہ، حضرت زاہر بن عمر، حضرت حبیب ابن
 مظاہر، حضرت انس بن حارث۔ (امیات اہلی)

” جو نور چشم رسول تھا

” گل ریاض بتول تھا

اسی ایک شخص کے قتل سے

میری کتنی صدیاں اداس ہیں

خیال رہے کہ جس طرح لشکر یزید کی تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ۲۰۱۸

۸۰۲۲۵۰۳۵ ہزار اور علاوہ ازیں دو لاکھ بھی من مہ المشہ، تین میں مذکور ہے اسی طرح امام

معاوی مقام کے لشکر کی تعداد میں بھی شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً ۲۷۲۰۸۲، ۳۰۷۳، ۱۳۰

افراد اور امام زین العابدین سے ۱۰۰۰۰ سال کیا گیا تو انہوں نے ۱۳۵ افراد بتائے۔

امام عالی مقام محمدؐ کے ساتھ شہید ہونے والوں میں آپ کے علاقائی بھائی (باپ کی طرف سے سگے) حضرت عثمان بن علیؓ بھی تھے اور آپ کے بھتیجے حضرت امام قاسم کے علاوہ عمر بن حسن اور ابو بکر بن حسن بھی تھے۔ شیعوں تو ان حضرات کا نام خلفاء ثلاثہ کی دشمنی کی وجہ سے نہیں لیتے۔ اہل سنت بھی سستی کر جاتے ہیں یہ بات خوب اجاگر کرنے والی ہے کہ آج ہم اپنی اولاد کا نام یزیدؓ شمرؓ خولی اور ابن زیادؓ تو نہیں رکھتے کہ ہم اہل بیت سے محبت کرنے والے اور یہ اہل بیت کے دشمن ہماری غیرت یہ گوارہ نہیں کرتی کہ ہمارے گھروں میں دشمنان اہل بیت کے نام بولے جائیں اگرچہ معنی کے اعتبار سے ان میں کوئی قباحت نہ بھی ہو تو خود اہل بیت نے اپنی اولاد کے نام خلفائے ثلاثہ کے ناموں پر رکھ کر یہ بتا دیا کہ کم از کم ہمیں اپنے بھتیجا غیرت مند تو سمجھو اور یہ جان لو کہ ہم تو یہ ضرور چاہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں خلفائے ثلاثہ کے چہرے ہوتے رہیں۔

امام زین العابدینؓ کے بھی ایک بیٹے کا نام عمر تھا جس کی ماں حیدان سندھن (لوٹھی) تھی اس کے بطن سے حضرت زیدؓ شہید بھی پیدا ہوئے جبکہ امام زین العابدینؓ کے کل چھ بیٹے تھے باقیوں کے نام یہ ہیں۔ حسنؓ محمدؓ علیؓ ان کا لقب افسن ہے۔ عبداللہؓ۔

(کتاب العارف بحوالہ جہاں پاک دامن مولانا قلام دہلوی رحمہ اللہ)

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دہن پھول دقن پھول بدن پھول
کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہراء ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

(اہل حضرت)



سلام بخضور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ

جس کو دھوکے سے کوفے بلایا گیا
جس کو بیٹھے بٹھائے ستایا گیا
جس کے بچوں کو پیاسے رلایا گیا
جس کی گردن پر خنجر چلایا گیا
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس نے حق کربلا کا ادا کر دیا
اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا
گھر کا گھر سب پرد خدا کر دیا
جس کو امت کی خاطر فدا کر دیا
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس کا جنت سے جوڑا منگایا گیا
جس کو دوش بنی پر بٹھایا گیا
جس کے بھائی کو زہر پلایا گیا
جس کو تیروں سے چھلنی کرایا گیا
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

سامنے جس کے اکبر ذبح ہو گیا
گود میں جس کی اصغر تڑپتا رہا
جس کو امت نے تیروں کا تحفہ دیا
کر لیا نوش جس نے شہادت کا جام
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

عاشق رب داور پہ لاکھوں سلام
نور عین پیغمبر پر لاکھوں سلام
تشنہ آب خنجر پر لاکھوں سلام
مالک نہر کوثر پر لاکھوں سلام
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

اس شہید دلاور پہ لاکھوں سلام
جس کا جھولا فرشتے جھلاتے رہے
جس کو کندھوں پر آقا بٹھاتے رہے
لوریاں دے کے نوری سلاتے رہے
جس پر سفاک خنجر چلاتے رہے

اس شہیدوں کے افسر پہ لاکھوں سلام
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام
جو جوانان جنت کا سالار ہے
جس کا نانا دو عالم کا سردار ہے
جو سراپائے محبوب غفار ہے
جس کا سردشت میں زیرِ تلواریں ہے

اس صداقت کے پیکر پہ لاکھوں سلام
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام
اس صداقت کے پیکر پہ لاکھوں سلام
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس کے جنوں کو غلوں میں نہلا دیا گیا
 اس خاتون کی قیادت پر لاکھوں سلام
 چھٹ پر چھٹ چنے پر جس نے کسی
 اس کی صائم شہادت پر لاکھوں سلام
 کر بلا والوں کا صدق
 بھیک دے لظوں کا صدق
 یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک یا حبیب سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک
 واسطہ ال عبا کا صدق خیر النساء کا
 اور شہید کر بلا کا غم نہ ہوا روز جزا کا
 یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک یا حبیب سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک

☆☆☆☆

اسلام اے نور اول کے نکاح!
 اسلام اے داستان بے کسی!
 اسلام اے دست حق باطل شکن!
 اسلام اے رہبر علم لدن!
 اسلام اے راحت دوش نی بکھ!
 اسلام اے ہوتابی کی دلیل!
 اسلام اے ساجد بے آروز!
 اسلام اے ذوالفقار حیدری!
 اسلام اے مستی جام نبغ!
 اسلام اے راز قرآن میں!
 اسلام اے ہم نشین ریک دشت!
 اسلام اے در دین مصطفیٰ!

اسلام اے گوہر میں ملی!

دین وغیرہ کے عنوان ملی!

آں امام عاشقان پر قول سرو آزاد و بہتان رسول
 السلام اے راکب دوش رسول اللہ السلام اے رقیق باغِ قول
 خاک کر بل حیرے نصیبوں کو سلام تجھ پہ سوائے سب شہیدوں کو سلام
 یا اہی صدق آل رسول یہ سلام عاجزانہ ہو قول

تاریخ ولادت و شہادت امام حسین (رضی اللہ عنہ)

۔ اجلاس شہیدان اکرم شبیر کی زیر قیادت ہے
 قرآن کے لیے قرباں ہونا کتنی یہ حسین سعادت ہے

سر دینا بازی نہ ہرنا اسلام کی خاطر کٹ مرنا
 یہ اہل وفا کا شیوہ ہے یہ ہامیوں کی عادت ہے
 پابند حدیثؑ نبوی ہوں ہے فتویٰ قاضی دل کا یہی
 بس غم حسین میں رولینا اپنی تو یہ عین عبادت ہے
 ہاتھ نے پکارا اے دائم لکھ کجا ہر دو تاریخیں
 سر دین مولادتؑ ہے ان کی کئے تہذیب کا سر تو شہادتؑ ہے
 ۱۔ حدیث شریف میں ہے **فلا یغت عن قلبک اپنے ضمیر سے فتویٰ مانگ۔**

ح لفظ "دین" کا سر "دال" ہے جس کے عدد چار ہیں اور ۴ امام عالی مقام کی ولادت کا سال ہے۔

ح لفظ دین کا سر یعنی "دال" اگر کاٹ دیا جائے تو باقی ی اور نون رہ جاتے ہیں ی کے دس عدد ہیں اور نون کے ۵۰ اور ۶۰ امام عالی مقام کی شہادت کا سال ہے۔

بوقت شہادت امام پاک کی عمر مبارک ۵۶ سال ۵ ماہ اور پانچ دن تھی۔ آپ کی پیدائش تمین یا پانچ شعبان المعظم کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور شہادت دس محرم الحرام بروز جمعہ المبارک کو کربلا معلیٰ میں ہوئی۔



حرف آخر

دین حق بھدے میں ہے اور جنتو بھدے میں ہے
 قرب حق بھدے میں ہے دین کی نوبھدے میں ہے
 کربلا میں طور کی سی ہو گئی پیدا فضا
 اہل حق کے واسطے جو آرزو بھدے میں ہے
 آتش نمرود میں جس طرح اللہ کے غلیل
 تھا یزیدی قلم ایسا اور تو بھدے میں ہے
 کربلا میں کر دیا حق کے لئے سب کچھ فدا
 وہ سراپا ناز اب تک ہو بہو بھدے میں ہے
 واہ ! نماز عشق تیری اے حسین ابن علی
 سب پہ واضح کر گئی کہ راز "ہو" بھدے میں ہے
 شوکت اسلام کی خاطر ہے کی رنگیں قبا
 تیرے اس احسان پر ہر بادلو بھدے میں ہے
 تیرا خون پاک تھا دین محمد کی ضیا
 سر سے لے کر پاؤں تک کرتا لبو بھدے میں ہے

امجاز احمد ضیاء

مدنی کالج ضلع مظفر آباد

اسلامک انٹرنیٹ

سب سے پہلے اور سب سے زیادہ

فہم القرآن

بیان حلال و مکمل

اسلامک انٹرنیٹ

یادان مٹھی اور وراثان خلافت بنا شدہ

مطالعہ
خلافت نبویہ و خلیفہ حسن کا دور
دارالعلوم حضرت امام احمد رضا

نور محمد رومی

ادب و اخلاق

نور محمد

قرآن اور حامین قرآن

مطالعہ
خلافت نبویہ و خلیفہ حسن کا دور
دارالعلوم حضرت امام احمد رضا

قرآن و حدیث

فہم قرآن

استقامت

شاد گنگا

انسان کو پیڑیا

نور محمد

چراغ صحابہ

نور محمد رومی

042-7313885